تعلیمات اسلام

(حصہ اول)

جدید کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن

مؤلف

مسیح الامت حضرت مولانا شاہ محمد مسیح اللہ خان صاحب

خلیفہ مجاز

حکیم الامت حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی تھانوی

تصحیح و نظرثانی: مفتی عبدالواحد

ناشر

واحدی کتب خانہ

بلاک نمبر ۳، ۳۶/ جی لانڈھی کراچی نمبر ۳۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عقائد

سوال: عقیدہ کسے کہتے ہیں؟

جواب: عقیدہ کہتے ہیں دل میں کسی بات کو جمانا، دل کا کسی بات کو قبول کرنا لیکن شریعت میں عقیدہ کہتے ہیں کہ جن باتوں کی اللہ تعالیٰ نے اور اللہ تعالیٰ کے رسول نے خبر دی ہے اُن کو اُسی طرح ماننا اور قبول کرنا، دل میں جمانا۔ جیسے مرنے کے بعد زندہ ہونے کی خبر، سوال و جواب قبر، حساب کتاب قیامت، جنت، دوزخ کی خبر، نماز، روزہ، زکوٰۃ و حج کے فرض ہونے کی خبر، شراب، زنا اور جُوا وغیرہ کے حرام ہونے کی خبر وغیرہ۔

س۔ کیا صرف زبان سے کلمہ پڑھ لینا ایمان لانے کے لیے کافی ہے یا اس کے معنی و مطلب کا سمجھنا بھی ضروری ہے؟

ج: صرف زبان سے بدون مطلب کے سمجھے ہوئے پڑھ لینا کافی نہیں بلکہ معنی و مطلب کو سمجھے اور دل سے اُن باتوں کو یقین جانے، اور زبان سے اقرار کرے تب

مومن کہا جائے گا۔ البتہ اگر کوئی گونگا ہو تو معذوری ہے، اُس کا صرف اس طرح اشارہ کرنے سے کہ جو توحید پر اور محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی رسالت پر علامت و دلیل ہو سکے کافی ہے۔

وجودِ باری تعالیٰ پر دلائل

س ۱: خدا تعالیٰ کے موجود ہونے پر کچھ آسان اور عام فہم دلائل بیان کیجیے۔

ج: پہلی دلیل، معمولی سی بات کے لیے دلیل کی کیا ضرورت، ذرا سوچو جب ایک معمولی سا کام معمولی سی چیز بدون کاریگر اور بدون فاعل؎ نہیں ہو سکتی تو بھلا اتنا بڑا کارخانہ اپنے آپ بدون صانع؎ کے کس طرح ہو سکتا ہے۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ سے کسی نے پوچھا کہ وجود باری تعالیٰ پر کیا دلیل ہے۔ آپ نے فرمایا ذرا ٹھہرو! میں ایک بات کی فکر میں فکرمند ہوں۔ لوگوں نے کہا کہ وہ کیا ہے؟ فرمایا کہ دریا میں ایک کشتی سامان سے بھری ہوئی ہے کوئی اس کی نگہبانی نہیں کرتا، نہ کوئی چلاتا ہے۔ مگر اس کے باوجود وہ کشتی خود بخود آتی جاتی چلتی پھرتی ہے، موجوں کو چیر پھاڑ کر نکل جاتی ہے لوگوں نے کہا یہ بات تو عقل کے خلاف ہے کوئی عاقل تو ایسی بات نہ کہے گا۔ امام صاحبؒ نے فرمایا افسوس تمہاری عقل پر کہ پھر یہ موجودات جن میں عالم علوی و سفلی ہے اور یہ اشیا جن پر یہ عالم مشتمل ہے کیا ان کا کوئی بنانے والا نہیں۔ کوئی چلانے والا نہیں۔ آخر یہ اتنا خود بخود چل رہا ہے! کسی شے کا وجود بدون بنانے والے کے عقلاً ممکن نہیں ہو سکتا

؎ فاعل کرنے والا ؎ صانع بنانے والا

کیونکہ وجود کا ایک اثر ہے کہ جو بدون کسی اثر کرنے والے کے نہیں ہو سکتا پس کس طرح ہو سکتا ہے کہ یہ عالم جسمانی بدون کسی اثر کرنے والے کے موجود ہو جائے بلکہ یہ عالم مستلزم ہے اپنے اثر وجود میں اپنے موثر کے وجود کو پس ثابت ہوا کہ وہ ذات موثر موجود ہے جس کو خدا کہتے ہیں۔ قوم یہ سن کر متحیر ہوئی اور حق کی طرف رجوع کیا اور امام عالی مقام کے ہاتھ پر توبہ کی اور مسلمان ہو گئے۔

دوسری دلیل

امام شافعی صاحبؒ نے وجود باری تعالیٰ پر یہ دلیل قائم کی کہ شہتوت کے درخت کے پتے کو دیکھو کہ اس کا مزہ ایک ہے جب کیڑا اس کو کھاتا ہے تو ریشم نکلتا ہے اور شہد کی مکھی اس کو کھاتی ہے تو شہد بنتا ہے اور بکری اور چوپائے کھاتے ہیں تو مینگنی اور گوبر نکلتا ہے اور ہرن چرتا ہے تو مشک ہو جاتا ہے حالانکہ چیز ایک ہی ہے۔ آخر یہ کس کی کاریگری ہے۔ ضرور ذات موجود صانع قادر مطلق کی قدرت کے کرشمے ہیں۔

تیسری دلیل

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے وجود باری تعالیٰ پر یہ دلیل بیان کی کہ ایک قلعہ ہے جو مضبوط اور چکنا ہے اس کا کوئی دروازہ ہے نہ راستہ ہے، ظاہر میں ایسا ہے جیسے سفید چاندی، باطن میں ایسا ہے جیسے خالص سونا، اچانک اس قلعہ کی دیوار پھٹ گئی اس میں سے ایک جاندار سنتا، دیکھتا، اچھی شکل حسین آواز کا نکلا تم سمجھ گئے ہو گے کہ وہ کیا ہے جو وہ انڈا ہے جس سے پرندہ پیدا ہوتا ہے یہ کھلی اور واضح دلیل ہے کہ یہ ذات موجود اور قدیر کی قدرت کی کاریگری ہے۔

چوتھی دلیل

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے ہارون رشید کے پوچھنے پر کہ خدا تعالیٰ کے وجود پر کیا دلیل ہے۔ آپ نے یہ دلیل بیان فرمائی کہ لغات و آوازوں اور نغموں کا اختلاف صانع حقیقی کے موجود ہونے پر کھلی دلیل ہے۔

غرض یہ کہ جو شخص بھی آسمانوں میں ان کی بلندی بلا ستون اور وسعت

پانچویں دلیل

اور پھیلاؤ میں، اور بڑے چھوٹے ستاروں میں جو چلتے پھرتے اور ٹھہرے ہوئے ہیں غور و تامل کرے گا اور دیکھے گا کہ کس طرح آسمان عظیم الشان کے ساتھ ساتھ چکر کھاتے ہیں، اور پھر بھی اپنی خاص چال علیحدہ رکھتے ہیں۔ اسی طرح ان دلائل کی طرف جو شخص نظر کرے گا جو کہ زمین کو ہر طرف سے گھیرے ہوئے ہیں اور ایک مرکز سے دوسرے مرکز کی طرف نفع کے لیے کس طرح بہتے ہیں اور ان پہاڑوں پر جو کوئی خیال کرے گا جو کہ زمین پر رکھے ہوئے ہیں تاکہ زمین والے قرار و سکون سے رہیں۔ اور ایسے ہی ان طرح طرح کے حیوانات اور قسم قسم کی نباتات اور بوٹیوں پر غور کرے گا کہ جن کے مزے اور بو، اور شکلیں جدا جدا ہیں۔ حالانکہ مٹی پانی کی طبیعت ایک ہے تو ایسا شخص یقیناً خالق کے وجود اور اس کی قدرت عظیمہ، حکمت بالغہ اور رحمت و لطف اور احسان کو ضرور تسلیم کرے گا۔ یعنی یہ تمام مختلف عجائبات اور منافع اس بات پر دلیل تاباں، برہان درخشاں اور حجت نمایاں ہیں کہ ان کا خالق صانع حکیم مدبر وعلیم ہے۔

خدا تعالیٰ کے وجود پر چھٹی دلیل فطری

عورت مرد دونوں انسان ہیں، مگر دونوں میں کس قدر فرق ہے کہ مرد کی خلقت و بناوٹ جدا، مرد سے بچہ پیدا نہیں ہو سکتا عورت سے بچہ پیدا ہوتا ہے۔ مرد سے مرد کو وہ راحت و سکون حاصل نہیں ہو سکتا جو عورت سے حاصل ہوتا ہے۔ تو ایک ہی نوع کے افراد میں اس قدر تفاوت، اور اس میں مصالح کی اس قدر رعایت بدون صانع حکیم کے نہیں ہو سکتی۔ اس سے یہ بات ظاہر ہے کہ ہمارا اصلی بنانے والا ضرور ہے

عرب کے ایک گاؤں کا رہنے والا کہتا ہے۔

اَلْبَعْرَةُ تَدُلُّ عَلَى الْبَعِيْرِ، اَلْاَثَرُ يَدُلُّ عَلَى الْمَسِيْرِ، فَالسَّمَاءُ ذَاتُ الْاَبْرَاجِ وَالْاَرْضُ ذَاتُ الْفِجَاجِ كَيْفَ لَا يَدُلَّانِ عَلَى اللَّطِيْفِ الْخَبِيْرِ۔ کہ اونٹ کی مینگنی دیکھ کر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہاں سے کوئی اونٹ گیا ہے۔ اور نشان قدم دیکھ کر یہ معلوم ہوتا ہے۔ یہاں سے کوئی

ابھی اس راہ سے کوئی گیا ہے ٭ کہے دیتی ہے شوخی نقش پا کی

تو یہ بڑے بڑے ستاروں اور چاند سورج والا آسمان اور یہ کشادہ اور فراخ سڑکوں والی زمین اپنے صانع حکیم کے وجود پر کس طرح دلالت نہ کرے گی، ضرور کرے گی۔ سبحان اللہ ایک گاؤں کا ان پڑھ کیسی عجیب بات کہتا ہے کہ جب آثار مؤثر پر دلالت کرتے ہیں دھواں دیکھ کر ہم کو یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ یہاں آگ ہے۔ ایک نفیس عمارت دیکھ کر تم یہ سمجھتے ہو کہ اس کا بنانے والا ضرور ہے۔ یہ کوئی نہیں کہتا کہ یہ نشان قدم خود ہی بن گیا ہوگا، یہ مکان خود ہی تیار ہو گیا ہوگا۔ پھر حیرت ہے کہ تم اتنا آسمان اور وہ بھی بے ستون، اور یہ پہاڑ، زمین دیکھ کر اور اس کے نظام اکمل کا مشاہدہ کر کے تم کو ایسے صانع کا علم نہ ہو اور یوں کہو کہ یہ ضرور ہی اپنی طبیعت سے بن گئے ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ مصنوعات[1] سے صانع حقیقی پر استدلال فلسفی طریق پر بھی ہے۔

خدا تعالیٰ کے وجود پر ساتویں فلسفیانہ دلیل

ہم کو بہت سی چیزوں کا حدوث مشاہد ہے اور بعض کا حدوث مشاہد نہیں تو ان کے احوال کا تغیر و انقلاب بتلا رہا ہے کہ یہ حادث ہیں، کیونکہ محل حوادث

[1] مصنوعات: بنایا ہوا، یعنی جو پہلے سے نہ ہو بعد میں ہو۔

کا حادث ہونا ہے، لہٰذا اشیاء عالم کا تغیر و انقلاب بتلا رہا ہے کہ یہ سب حادث ہیں اور حادث کے لیے ممکن ہونا لازم ہے اور ممکن کے لیے کسی مرجح[1] کی ضرورت ہے کیونکہ ممکن وہ ہے جس کا وجود و عدم دونوں مساوی ہوں یعنی نہ اس کے لیے موجود ہونا ضروری ہو اور نہ معدوم ہونا ضروری ہو، اور جس کا وجود و عدم برابر ہو تو اس کے وجود کے لیے کوئی مرجح ہونا چاہیے ورنہ ترجیح بلا مرجح لازم آئے گی اور ترجیح بلا مرجح باطل ہے۔ پھر اس مرجح میں گفتگو کی جائے گی کہ وہ ممکن ہے یا کچھ اور ہے۔ اگر مرجح ممکن ہو تو اس کے لیے دوسرے مرجح کی ضرورت ہوگی اور چونکہ تسلسل محال ہے اس لیے کہیں نہ کہیں سلسلہ ختم کرنا پڑے گا اور یہ ماننا پڑے گا کہ مرجح ایسی ذات ہے جو ممکن نہیں بلکہ واجب الوجود[2] ہے یہی واجب الوجود اسے ہم صانع و خلاق عالم کہتے ہیں پس ثابت ہوا کہ صانع عالم موجود ہے وہی ہر شے کا خالق اور بنانے والا ہے۔

آٹھویں عقلی دلیل

س: یہ کس طرح معلوم ہوا کہ خدا ایک ہے؟

ج: عزیزمن یہ تو ایک عقلی چیز ہے کہ بھلا ایک ملک میں دو بادشاہوں کی حکومت کہیں چل سکتی ہے۔ حکومت کا خاصا ہے یکتائی کہ اپنی حکومت میں دوسرے کی شرکت مرگز گوارا نہیں ہوتی۔ کیا نہیں دیکھتے کہ ایک بادشاہ دوسرے بادشاہ کی بادشاہت کو نہیں دیکھ سکتا اور چاہتا ہے کہ اس کی بادشاہت پر بھی میں ہی قابض ہو جاؤں تو بھلا پھر سلطنت میں تو کیونکر شرکت گوارا ہو سکتی ہے۔ یہی شرکت خدا تعالیٰ کی خدائی میں شرک کہلایا جاتا ہے۔ اور پھر دوسرے

---

[1] مرجح: ترجیح دینے والا [2] واجب الوجود: جو اپنے وجود میں کسی کا محتاج نہ ہو۔

[3] عالم کا پیدا کرنے والا۔

کرانے کی ضرورت ہی کیا پڑی کیونکہ دوسرے کرانا بھی اگر ہوگا تو یا ضعفِ علم کی وجہ سے یا ضعفِ قدرت کی وجہ سے۔ یا ضعفِ فہم کی وجہ سے۔ یا قلتِ تجربہ کی وجہ سے۔ جیسا کہ پارلیمنٹری صورت میں ہوتا ہے۔

سو یہ ضعف یا اور کسی قسم کا ضعف جو دوسرے کی طرف محتاج کرنے والا ہو خدا ہونے کے منافی ہے، کیونکہ پھر خدا کی خدائیت و حکومت اور دوسرے دنیاوی بادشاہوں کی بادشاہت و حکومت میں فرق کیا ہوا۔ حالانکہ خدا وہ ہے کہ خود اپنی ذات میں ہر اعتبار سے خود مختار و مستقل ہو، کسی اعتبار و جہت سے کسی کی طرف ذرا احتیاج نہ ہو، حتیٰ کہ ایجادِ عالم میں مادہ[1] کا محتاج نہ ہو ورنہ وہ خالق نہ ہوگا بلکہ صانع ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ جس قدر حکماء گزرے ہیں جیسے بقراط و سقراط، ارسطو، افلاطون، سب موحد تھے۔ خدا کو ایک جانتے ایک مانتے تھے۔

غرض یہ کہ اگر کسی پر شاہی اثرات مسلط نہ ہوں تو وہ فطری فہم کے مطابق ضرور با اعتقاد خدا کو ایک سمجھے گا بلکہ اس کے ساتھ صفات میں بھی کسی کو شریک نہ ٹھہرا سکے گا۔ بھلا ذات میں تو کسی کو کیا شریک ٹھہرا سکتا ہے۔ میں خدا کی وحدانیت پر ایک اور دلیل پیش کرتا ہوں۔ اور وہ یہ کہ شرکت کا معاملہ ہمیشہ جدا ہی دیکھا ہوگا۔ ایک نہ ایک نقص و فتور اس میں ضرور پیدا ہوتا ہے۔ چنانچہ اسی کی طرف اس ذاتِ واحد نے اپنے کلام میں خود تصریح فرمائی ہے۔ فرمایا: لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا کہ اگر آسمان و زمین میں بہت سے معبود ہوتے تو عالم کا انتظام بگڑ جاتا۔ کیونکہ دو خدا ہوتے تو وہ دونوں یا تو

---

[1] عالم کے پیدا کرنے میں کہ مادہ، ہیولے کی مثل۔

قدرت والے ہوتے۔ اور یا ایک عاجز ہوتا، تو جو عاجز ہوتا وہ خدائی کے لائق کہاں، اور دونوں قدرت والے ہو نہیں سکتے، کیونکہ ان کی آپس میں مخالفت ممکن ہوگی۔ گرچہ بالفعل آپس میں اتفاق ہو۔ جیسے ایک نے زید کو مارنا چاہا، تو دوسرے نے کسی وقت زید کے لیے زندگی چاہی تو ضروری ہے کہ اس کے لیے موت ہوگی یا زندگی۔ کیونکہ دونوں باتیں ایک وقت میں ہوں یہ محال ہے۔ سو اگر اس کو موت ہوئی تو جس نے حیات چاہی تھی اس کا عجز ثابت ہوا۔ اور اگر زندہ رہا تو جس نے زید کا مرنا چاہا تھا وہ عاجز ہوا۔ بہر حال دونوں میں سے ایک کو عاجز ضرور ہونا پڑا۔ اور جو عاجز ہو وہ عالم کا خالق اور واجب الوجود خدا نہیں ہو سکتا۔ پس ثابت ہوا کہ خدا ایک ہی ہے۔ شریک و شرکت محال و ناجائز ہے۔

س: اختلاف کا امکان ہی کیوں ہو۔ دونوں متفق ہو کر رہیں گے؟

ج: اور اگر یہ کہا جائے کہ دونوں میں اختلاف ممکن نہیں اتفاق ہی رہے گا تو ہم کہیں گے کہ جب ایک کا فعل کافی ہو گیا تو پھر دوسرے کی کیا ضرورت، جب احتیاج نہیں اور ایک کا وجود کافی ہے تو دوسرا فضول و معطل ہوگا اور تعطل شانِ خدا سے محال ہے۔ لہٰذا دوسرے خدا کا وجود محال ہے۔ پس ثابت ہوا کہ خدا ایک ہی ہو سکتا ہے۔

صفات کا بیان

س: صفات میں شریک ٹھہرانے کا کیا مطلب ہے؟

ج: صفات دو قسم کے ہوتے ہیں، ذاتی اور اضافی۔ ذاتی صفات جیسے صفت وجوب، علم، قدرت، ارادہ، حیوٰۃ، کلام، سمع، بصر، اضافی جیسے احیاء (زندہ کرنا) اماتت (مار ڈالنا)، رزاق (رزق دینا)، تخلیق (پیدا کرنا) ان صفات میں سے کسی صفت میں بھی کوئی شریک نہیں۔ اسی طرح جو افعال بندوں کے اللہ تعالیٰ کے لیے خاص ہیں ان کو کسی کے لیے کرنا بھی شرک ہے۔ جیسے عبادت کے طور پر کسی کے سامنے کھڑا

ہونا، جھکنا، مثلاً نماز کسی کے لیے پڑھنا یا روزہ کسی کے لیے رکھنا یا سجدہ یا رکوع کسی کے لیے کرنا۔

س: ذرا ان صفات کی وضاحت فرما دیجیے کیونکہ علم و قدرت وغیرہ تو ہم مخلوق میں بھی پاتے ہیں پھر شریک نہ ہونے کے کیا معنی؟

ج: سمجھیے اور غور سے سنیے!

وحدت: وحدت کے معنی ہیں اللہ تعالیٰ کو دل سے ایک جانے ایک مانے، کسی حیثیت سے بھی اس کو کسی کا محتاج نہ جانے، نہ باپ کی حیثیت سے، نہ بیٹے کی حیثیت سے، نہ بیوی کی حیثیت سے، نہ عالم کو پیدا کرنے میں مادہ کی حیثیت سے، اور نہ دستگیر کے مشورہ لینے کی حیثیت سے۔ بس ہر حیثیت سے وہ یکتا ہے۔ دل سے ایک سمجھے اور زبان سے ایک ہونے کا اقرار کرے لہٰذا اس طرح کسی اور کے لیے صفات یکتائی ماننا یہ شرک فی التوحید ہے۔

وجوب: وجوب کے معنی یہ ہیں کہ اس کی ذات کا موجود ہونا خود اپنی ذات میں ضروری ہے۔ اس کا معدوم ہونا محال ہے۔ وہ ذات ازلی اور ابدی ہے۔ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گی۔ نہ اس کی ابتداء ہے نہ انتہا۔ خود بخود اپنی ذات میں موجود ہے۔ اپنے وجود میں کسی کا محتاج نہیں اور سب اشیاء اس کی محتاج ہیں۔ بس اللہ تعالیٰ کی ذات کے واجب الوجود ہونے کے یہ معنی ہوئے۔ لہٰذا اس طرح کسی اور کو ماننا یہ شرک فی الوجوب ہے۔

قِدَم: قدم کے معنی ہیں کہ جو شے ہمیشہ سے ہو ہمیشہ رہے۔ ایسی ذات سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں۔ لہٰذا قدم اسی کی صفت کا ملہ ہے۔ اس

طرح کسی اور کے لیے قدیم ہونا ماننا یہ شرک فی القدم ہے۔

علم: علم کے معنی خدا تعالیٰ کی ذات میں ہونے کے یہ ہیں کہ خدا تعالیٰ تمام چیزوں کا جاننے والا ہے۔ اس کے علم سے کوئی چیز چھوٹی ہو یا بڑی، اندھیرے میں ہو یا روشنی میں، دریا کے اندر ہو یا پتھر کے اندر پاتال میں ہو یا میدان میں، سب کا اس کو علم ہے حتیٰ کہ کسی کے دل میں کوئی خیال بھی آئے خدا تعالیٰ اس کو بھی جانتا ہے بلکہ جو چیز موجود نہیں ہوتی اس کے موجود ہونے سے پہلے ہی اس ذات واحد کو اس کا علم ہے۔ علم غیب اسی ذات واجب الوجود کی خاص صفت ہے۔ اس کے سوا علم غیب کسی کو نہیں۔

قدرت: قدرت کے معنی یہ ہیں کہ ہر قسم کی طاقت خدا وند تعالیٰ کے شریک کے قبضہ میں ہے کہ عالم کے پیدا کرنے اور قائم رکھنے پھر فنا کرنے اور بعد کو موجود کرنے کی قدرت وطاقت اسی ذات واحد میں ہے۔

ارادہ: ارادہ کا مطلب یہ ہے کہ خدا تعالیٰ جس چیز کو چاہے اختیار سے پیدا کرتا ہے اور جس کو چاہے اختیار سے فنا کرتا ہے۔ تمام عالم میں جو کچھ ہوتا ہے اسی کے ارادہ و اختیار سے ہوتا ہے۔ کسی بات میں وہ مضطر و مجبور نہیں بلکہ خلق و تکوین سب اس کے اختیار میں ہے۔

حیوٰۃ: حیوٰۃ کے معنی یہ ہیں کہ خدا تعالیٰ کی ذات زندہ ہے اور زندہ ہی رہے گی، یہ صفت خاص اسی کی ہے۔

کلام: کلام کے معنی ہیں بولنا، خدا تعالیٰ بغیر زبان کے بولنے والا ہے، اسے کلام میں زبان کی احتیاج نہیں کیونکہ احتیاج مخلوق کی صفت ہے۔

خالق اسباب و آلات کا محتاج نہیں۔ اچھا دیکھو تو موٹی بات ہے کہ زبان جو کلام کرتی ہے کیا اس کے لیے بھی کوئی زبان ہے۔ اگر ہے تو اس زبان کے لیے بھی کوئی زبان ہے۔ علیٰ ہذا القیاس۔ اور ایسا ہے نہیں کہ زبان کے لیے زبان ہو تو معلوم ہوا کہ زبان بلا زبان کلام کرتی ہے تو کلام کے لیے زبان ہونا ضروری نہیں۔ جس ذات نے زبان گوشت کے لوتھڑے میں یہ طاقت رکھی ہو وہ خدا یہ طاقت جس عضو کی طرف چاہے منتقل کر دے اسی وجہ ہے کہ قیامت میں ہاتھ پاؤں وغیرہ بطور گواہ بندوں کے افعال کی گواہی دیں گے۔ پس اللہ تعالیٰ اپنی ذات میں کلام کرنے کے لیے آلۂ زبان کا محتاج نہیں ورنہ وہ واجب الوجود نہ ہوگا۔

سَمْع۔ سمع کے معنی یہ ہیں کہ خدا تعالیٰ ہر بات کو بلا کان سنتا ہے خواہ کتنی ہی آہستہ سے ہو یا کتنی ہی زور سے ہو۔

بَصَر۔ بصر کے معنی یہ ہیں کہ خدا تعالیٰ ہر چیز کو بلا آنکھ دیکھتا ہے۔ خواہ کہیں ہو کتنی ہی ذرا سی ہو۔ اندھیرا اُجالا نزدیک و دور دیکھنے اور سننے کے لیے سب برابر ہیں۔

اِحْیَاء۔ احیاء کے معنی زندہ کرنا ہے خدا تعالیٰ ہی زندہ کرنے والا ہے اس کے سوا کسی کے اختیار میں نہیں۔

اِمَاتَتْ۔ اماتت کے معنی ہیں مارڈالنا ——— یہ مارڈالنا اسی کے اختیار میں ہے۔ سوائے اس کے کوئی موت دینے والا نہیں۔ اور عیسیٰ علیہ السلام سے جو یہ دو باتیں احیاء اور اماتت مشہور ہیں یہ حق تعالیٰ کی طرف سے ان کو معجزہ کے طور پر عطا کی ہوئی چیز تھی۔ جیسا کہ بہت سی باتیں بطور معجزہ انبیاء علیہم السلام

کر سکتا زوال نہیں۔

رَزّاق یعنی رزق دینا۔ رزاق ہونا بھی خدا تعالیٰ ہی کی صفت ہے۔ سوائے اس کے کوئی رزاق نہیں۔ ان صفات کے علاوہ بہت سی صفات کاملہ ہیں اور وہ سب ازلی و ابدی اور قدیم ہیں۔ اُن میں کمی بیشی نہیں ہو سکتی۔ اُس ذات کا نام تو ایک ہے یعنی اللہ، اور باقی اسما صفاتی ہیں جیسے۔ رَحْمٰن، رَحِیْم، قَادِرُ، قَدِیْرُ، حَافِظُ، حفیظ، عَزِیْزُ، لَطِیْف، وغیرہ اسما صفاتی بہت ہیں اور اللہ اسم ذاتی ہے جس کے یہ معنی ہیں کہ ایک ایسی ذات واجب الوجود ہے جو تمام صفات کاملہ کی جامع ہے۔

اسمائے حسنیٰ کا بیان

س: ہم نے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام ہیں پھر اسما کثیرہ غیر متناہی کہاں ہوئے۔

ج: وہ اسماء جو ننانوے ہیں وہ بطور اصول کے ہیں اور جو اسما ان کے علاوہ ہیں وہ صفاتی ہیں، ورنہ یوں اسما تو بہت ہیں اور وہ ننانوے اسماء یہ ہیں۔

اَللّٰهُ اللہ	اَلرَّحْمٰنُ بڑا مہربان	اَلرَّحِيْمُ نہایت رحم والا	اَلْمَلِكُ بادشاہ حقیقی	اَلْقُدُّوْسُ سب عیبوں سے پاک
اَلسَّلَامُ سلامتی دینے والا	اَلْمُؤْمِنُ امن دینے والا	اَلْمُهَيْمِنُ نگہبان	اَلْعَزِيْزُ غالب	اَلْجَبَّارُ نہایت زور آور
اَلْمُتَكَبِّرُ عظمت والا	اَلْخَالِقُ پیدا کرنے والا	اَلْبَارِئُ عدم سے وجود میں لانے والا	اَلْمُصَوِّرُ صورت بنانے والا	اَلْغَفَّارُ بخشنے والا

اَلْقَهَّارُ بہت غضب والا	اَلْوَهَّابُ بہت دینے والا بغیر عوض	اَلرَّزَّاقُ وسعت کے رزق دینے والا	اَلْفَتَّاحُ کھولنے والا	اَلْعَلِيْمُ جاننے والا
اَلْقَابِضُ تنگ کرنے والا	اَلْبَاسِطُ فراخ کرنے والا روزی کا	اَلْخَافِضُ پست کرنے والا	اَلرَّافِعُ بلند کرنے والا	اَلْمُعِزُّ عزت دینے والا
اَلْمُذِلُّ ذلت دینے والا	اَلسَّمِيْعُ سننے والا	اَلْبَصِيْرُ دیکھنے والا	اَللَّطِيْفُ باریک بین	اَلْحَلِيْمُ بردبار
اَلْعَظِيْمُ بزرگ و برتر	اَلْغَفُوْرُ بہت بخشنے والا	اَلشَّكُوْرُ قدردان	اَلْعَلِيُّ بلند مرتبہ	اَلْكَبِيْرُ سب سے بڑا
اَلْحَفِيْظُ نگاہ رکھنے والا	اَلْمُقِيْتُ روزی دینے والا	اَلْحَسِيْبُ کفایت کرنے والا	اَلْجَلِيْلُ بزرگ تر	اَلْكَرِيْمُ سخی
اَلرَّقِيْبُ نگہبانی کرنے والا	اَلْمُجِيْبُ قبول کرنے والا	اَلْوَاسِعُ کشائش کرنے والا	اَلْحَكِيْمُ حکمت والا	اَلْوَدُوْدُ دوست رکھنے والا
اَلْمَجِيْدُ بزرگ و شریف	اَلْبَاعِثُ اٹھانے والا	اَلشَّهِيْدُ حاضر اور مطلع	اَلْحَقُّ واقع کے مطابق	اَلْوَكِيْلُ کارساز
اَلْقَوِيُّ قوت والا	اَلْمَتِيْنُ قوت والا	اَلْوَلِيُّ مددگار	اَلْحَمِيْدُ تعریف کیا گیا	اَلْمُبْدِئُ پہلی بار پیدا کرنے والا
اَلْمُعِيْدُ دوبارہ پیدا کرنے والا	اَلْمُحْيِيْ زندہ کرنے والا	اَلْمُمِيْتُ مارنے والا	اَلْحَيُّ سب سے پہلے زندہ	اَلْقَيُّوْمُ قائم
اَلْوَاجِدُ پانے والا	اَلْمَاجِدُ بزرگی والا	اَلْوَاحِدُ ذات صفات میں یکتا	اَلصَّمَدُ بے نیاز	اَلْقَادِرُ قدرت ظاہر کرنے والا

اَلْمُقْتَدِرُ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا	اَلْمُقَدِّمُ آگے بڑھانے والا	اَلْمُؤَخِّرُ پیچھے ہٹانے والا	اَلْاَوَّلُ سب سے پہلے	اَلْآخِرُ سب سے آخر
اَلظَّاهِرُ ظاہر ہونے والا	اَلْبَاطِنُ باطن کا جاننے والا	اَلْوَالِی کارساز	اَلْمُتَعَالِی بہت بلند	اَلْبَرُّ نہایت احسان کرنیوالا
اَلتَّوَّابُ توبہ قبول کرنیوالا	اَلْمُنْتَقِمُ بدلہ لینے والا	اَلْعَفُوُّ معاف کرنیوالا	اَلرَّؤُوْفُ نرمی کرنے والا	
مَالِكُ الْمُلْكِ مالک سارے جہان کا	ذُوالْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ بزرگی والا تعظیم والا	اَلْمُقْسِطُ انصاف والا		
اَلْجَامِعُ جمع کرنے والا	اَلْغَنِیُّ بے پرواہ	اَلْمُغْنِیْ بے پرواہ کرنیوالا	اَلْمُعْطِیْ عطا کرنیوالا	اَلْمَانِعُ باز رکھنے والا
اَلضَّارُّ ضرر پہنچانیوالا	اَلنَّافِعُ نفع پہنچانیوالا	اَلنُّوْرُ روشن کرنیوالا	اَلْهَادِیْ راہ دکھانے والا	اَلْبَدِیْعُ نئی طرح پیدا کرنیوالا
اَلْوَارِثُ سب کا وارث	اَلصَّبُوْرُ بردبار	اَلرَّشِیْدُ رہنما عالم کا	اَلْخَبِیْرُ ہر چیز کی خبر رکھنیوالا	اَلْحَكَمُ حکم کرنے والا
اَلْعَدْلُ صاحب عدل	اَلْمُحْصِیْ گھیرنے والا	اَلْاَحَدُ اکیلا	اَلْبَاقِیْ ہمیشہ رہنے والا	

اہمیتِ عقائد

دلیل قرآن شریف

س: قرآن شریف کا منجانب اللہ ہونا اور توحید و رسالت اور وجود

ملائکہ و قیامت کا ہونا، جنت، دوزخ وغیرہ کا ہونا قرآن شریف سے ثابت کیجیے۔

ج: سنیے اور ان آیات کو حفظ کر لیجیے۔

(۱) اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ
بے شک ہم نے قرآن کو شب قدر میں اتارا ہے۔

(۲) ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَیْبَ فِیْهِ
یہ کتاب قرآن پاک، ایسی ہے جس میں کوئی شبہ نہیں۔

(۳) الٓمّٓ تَنْزِیْلُ الْكِتٰبِ لَا رَیْبَ فِیْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔
یہ نازل کی ہوئی کتاب ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں، یہ رب العالمین کی طرف سے ہے۔

(۴) نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ۔
ہم ہی نے نازل کیا ذکر کو (یعنی قرآن مجید کو) اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔

(۵) اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِیًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ۔
ہم نے اس کو اتارا ہے قرآن عربی زبان کا تاکہ تم سمجھو۔

(۶) حٰمٓ تَنْزِیْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِیْزِ الْحَكِیْمِ۔
یہ کتاب اللہ زبردست حکمت والے کی طرف سے بھیجی گئی ہے۔

دلیل توحید

س: اس کی کیا دلیل ہے کہ اللہ ایک ہے۔

ج: اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

(۱) قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۔
کہہ دو کہ وہ اللہ ایک ہے۔

(۲) اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ۔
تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے نہیں ہے کوئی معبود سوائے رحمٰن و رحیم کے

(۲)	لَا تَتَّخِذُوا إِلٰهَيْنِ اثْنَيْنِ ۔	دو معبود مت بناؤ۔

دلیل اسماء الٰہی

س: اس کی کیا دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نام ہیں

ج: اس کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

(۱)	وَلِلّٰهِ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوهُ بِهَا	اور اللہ ہی کے لیے اسماء حسنیٰ ہیں ان کے ذریعہ دعا مانگو۔

دلیل عبادت کا خاص اللہ تعالیٰ کے لیے

س: اس کی کیا دلیل ہے کہ عبادت اللہ تعالیٰ ہی کے ساتھ خاص ہے۔

ج: دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

(۱)	لَا تَعْبُدُوا إِلَّا اللّٰهَ	مت عبادت کرو مگر اللہ کی

دلیل رسالت

س: اس کی کیا دلیل ہے کہ محمد اللہ کے رسول ہیں۔

ج: اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

(۱)	مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ ۔	محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔
(۲)	وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ	نہیں ہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم مگر اللہ کے رسول۔
(۳)	إِنَّا أَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيرًا ۔	ہم نے آپ کو گواہی دینے والا اور بشارت دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔

دلیل کہ رسالت تمام دنیا کے لیے ہے

س : اس کی کیا دلیل ہے کہ حضورؐ کی رسالت تمام دنیا کے لیے ہے۔

ج : اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا۔

ہم نے آپ کو تمام عالم کے لیے ڈرانے والا کر کے بھیجا ہے۔

دلیل ختم نبوت

س : اس کی کیا دلیل ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہو گئی؟

ج : دلیل اس کی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ

محمد صلی اللہ علیہ وسلم مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں لیکن اللہ کے رسول ہیں، اور سب نبیوں کے ختم پر ہیں۔

دلیل ملائکہ

س : اس کی کیا دلیل ہے کہ فرشتے موجود ہیں؟

ج : دلیل اس کی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ۔

جو اللہ پر اور قیامت کے دن پر اور فرشتوں پر اور کتاب (قرآن) پر اور نبیوں پر ایمان لایا۔

(۲) مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّلّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَرُسُلِهٖ وَجِبْرِيْلَ وَمِيْكٰىلَ فَاِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلْكٰفِرِيْنَ

جو شخص خدا تعالیٰ کا، اور فرشتوں اور نبیوں کا اور جبریل کا اور میکائیل کا دشمن ہوگا تو اللہ تعالیٰ بھی ایسے کافروں کا دشمن ہے

(۳) يَوْمَ يَقُوْمُ الرُّوْحُ وَالْمَلٰٓئِكَةُ صَفًّا لَّا يَتَكَلَّمُوْنَ

جس روز تمام ذی ارواح اور فرشتے صف بستہ کھڑے ہوں گے کوئی بول نہ سکے گا۔

دلیلِ قیامت

س : اس کی کیا دلیل ہے کہ قیامت آئے گی؟

ج : اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں۔

(۱) اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّالسَّاعَةُ لَا رَيْبَ فِيْهَا۔

بے شک اللہ کا وعدہ حق ہے اور قیامت میں کوئی شک نہیں

(۲) اِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا۔

بے شک قیامت آنے والی ہے اور اس میں کوئی شک نہیں۔

دلیلِ حساب و کتاب

س : اس کی کیا دلیل ہے کہ حساب و کتاب ہوگا؟

ج : اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

(۱) اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ۔

بے شک اللہ تعالیٰ جلد حساب لینے

(۲) ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِ۔

پھر البتہ ضرور بالضرور قیامت کے نعمتوں کے بارے میں پوچھے جاؤ گے۔

(۱)	قُلِ اللّٰهُ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يَجْمَعُكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ۔	آپ یوں کہہ دیجئے کہ اللہ تعالیٰ تم کو زندہ رکھتا ہے پھر تم کو موت دے گا پھر قیامت کے دن تم میں جمع نہیں فرمائے گا لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں
(۲)	يَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يَوْمَئِذٍ يَّخْسَرُ الْمُبْطِلُوْنَ۔	جس روز قیامت قائم ہوگی اس روز اہل باطل خسارہ میں پڑیں گے۔

دلیل نامۂ اعمال کا دائیں بائیں ہاتھ میں ہونا

س: اس کی کیا دلیل ہے کہ نامۂ اعمال دائیں بائیں ہاتھ میں ہوگا؟

ج: دلیل اس کی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

(۱)	فَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَّسِيْرًا	تو جس شخص کا نامۂ اعمال اس کے داہنے ہاتھ میں ہوگا سو اس سے آسان حساب لیا جائے گا۔
(۲)	وَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ وَرَآءَ ظَهْرِهٖ فَسَوْفَ يَدْعُوْا ثُبُوْرًا وَّيَصْلٰى سَعِيْرًا۔	اور جس شخص کا نامۂ اعمال اس کی پیٹھ پیچھے سے ملے گا سو وہ موت کو پکارے گا اور جہنم میں داخل ہوگا۔
(۳)	وَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِشِمَالِهٖ۔	اور جس شخص کا نامۂ اعمال اس کے بائیں ہاتھ میں ملے گا

دلیل وزن اعمال

س: اس کی کیا دلیل ہے کہ اعمال تولے جائیں گے؟

ج: اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

(۱) وَنَضَعُ الْمَوَازِينَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ	اور قیامت کے روز ہم میزان عدل قائم کریں گے۔
(۲) وَالْوَزْنُ يَوْمَئِذٍ الْحَقُّ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ	اور اس روز (یعنی قیامت کے دن) وزن (اعمال) واقع ہونے والا ہے۔ پھر جس شخص کا پلہ بھاری ہوگا سو ایسے لوگ کامیاب ہوں گے۔
(۳) وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ بِمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَظْلِمُوْنَ۔	اور جس شخص کا پلہ ہلکا ہوگا، سو یہ وہ لوگ ہوں گے جنہوں نے اپنا نقصان کر لیا بسبب اس کے کہ ہماری آیتوں کی حق تلفی کرتے تھے۔

اور وہ جو قرآن شریف میں عدم وزن کے بارے میں

فَلَا نُقِيْمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزْنًا۔	یعنی قیامت کے دن ہم ان کا ذرا بھی وزن قائم نہ کریں گے۔

فرمایا گیا ہے وہ کفار کے بارے میں ہے (یعنی) اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو اپنے رب کی آیتوں کا یعنی کتب الٰہیہ کا اور اس سے ملنے کا یعنی قیامت کا انکار کرتے ہیں۔ (بیان القرآن)

دلیلِ جنت

س: اس کی کیا دلیل ہے کہ جنت پیدا ہو چکی ہے؟

ج: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

(۱) وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ۔

اور جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرتا ہے اس کے لیے دو جنتیں ہوں گی

(۲) وَمِنْ دُوْنِهِمَا جَنَّتٰنِ۔

اور ان دونوں جنتوں (یعنی باغوں) میں سے کم درجہ میں باغ اور ہیں یعنی دو جنتیں اور ہیں۔

(۳) اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ

تحقیق جو لوگ ایمان لائے اور اچھے عمل کیے تو ان کے لیے ایسے باغات ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں۔

(۴) اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ جَنّٰتٍ وَّعُیُوْنٍ۔

بیشک پرہیزگار لوگ باغوں (جنتوں) اور چشموں میں ہوں گے۔

دلیل وجود جنت فی الحال

س: اس کی کیا دلیل ہے کہ جنت فی الحال موجود ہے؟

ج: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَآ اَبَدًا۔

اور اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے ایسے باغ (یعنی ایسی جنتیں) تیار کی ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی جن میں ہمیشہ رہیں گے۔

دلیل ہلاکت زمین وپہاڑ

س: اس کی کیا دلیل ہے کہ زمین اور پہاڑوں کو ختم کر دیا جائے گا؟

ج: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

(۱) وَيَوْمَ نُسَيِّرُ الْجِبَالَ وَتَرَى الْاَرْضَ بَارِزَةً وَّحَشَرْنٰهُمْ فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْهُمْ اَحَدًا	اور اس دن کو یاد کرنا چاہیے جس دن ہم پہاڑوں کو ہٹا دیں گے اور آپ زمین کو دیکھیں گے کہ کھلا میدان پڑا ہے اور ہم ان سب کو جمع کر دیں گے اور ان میں سے کسی کو بھی نہ چھوڑیں گے۔
(۲) وَعُرِضُوْا عَلٰى رَبِّكَ صَفًّا	اور سب کے سب آپ کے رب کے روبرو برابر کھڑے کر کے پیش کیے جائیں گے۔
(۳) وَّحُمِلَتِ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّةً وَّاحِدَةً۔	اور زمین اور پہاڑ اٹھا لیے جائیں گے۔ پھر دونوں ایک ہی دفعہ میں ریزہ ریزہ کر دیے جائیں گے۔

دلیل جہنم

س: جہنم کے موجود ہونے پر کیا دلیل ہے؟

ج: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

(۱) هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِیْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ۔	یہ جہنم ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جایا کرتا تھا۔

دلیل وجود جہنم فی الحال

س: اس کی کیا دلیل ہے کہ جہنم پیدا ہو چکی ہے؟

ج: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

(۱) إِنَّا أَعْتَدْنَا جَهَنَّمَ لِلْكٰفِرِينَ نُزُلًا۔

ہم نے کافروں کی دعوت کے لیے دوزخ کو تیار کر رکھا ہے

(۲) إِنَّ جَهَنَّمَ كَانَتْ مِرْصَادًا لِّلطّٰغِينَ مَآبًا۔

بیشک دوزخ ایک گھات میں لگی ہے یعنی عذاب کے فرشتے انتظار کر رہے ہیں کہ کافر آئیں پکڑتے ہی عذاب کرنے لگیں اور شریر سرکشوں کا ٹھکانا ہے

(۳) إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِينَ فِي نَارِ جَهَنَّمَ خٰلِدِينَ فِيهَا

جو لوگ اہل کتاب اور مشرکوں میں سے کافر ہوئے وہ آتش دوزخ میں جاویں گے جہاں ہمیشہ رہیں گے۔

دلیل دوام عذاب کفار

س: یہ کیسے معلوم ہوا کہ کفار کو ہمیشہ عذاب ہوگا اور کبھی نجات نہ ہوگی؟

ج: قرآن پاک میں ارشاد ہے۔

(۱) وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا۔

اور جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کا کہنا نہیں مانتے تو یقیناً ان لوگوں کے لیے آتش دوزخ ہے جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔

(۲) إِنَّ اللّٰهَ لَعَنَ الْكٰفِرِيْنَ وَاَعَدَّ لَهُمْ سَعِيْرًا خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا۔

بے شک اللہ تعالیٰ نے کافروں کو رحمت سے دور کر رکھا ہے اور ان کے لیے آتشیں سوزاں تیار کر رکھی ہے جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے

(۱۷) إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا	بلاشبہ جو لوگ منکر ہیں اور دوسروں کا نقصان کر
وَظَلَمُوا لَمْ يَكُنِ اللَّهُ	تو اللہ تعالیٰ انکو کبھی نہ بخشیں گے
لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَلَا	اور نہ انکو سوائے جہنم کی راہ کے اور کوئی
لِيَهْدِيَهُمْ طَرِيقًا ۝	راہ دکھائیں گے اس طرح کہ اس میں
إِلَّا طَرِيقَ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ	وہ ہمیشہ ہمیشہ کو رہا کریں گے۔
فِيهَا أَبَدًا ۝	
وَكَانَ ذَٰلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرًا	اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ سہل بات ہے

دلیل علم غیب

س: یہ کیسے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کو علم غیب ہے؟

ج: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

(۱) وَلِلَّهِ غَيْبُ السَّمَاوَاتِ	اور آسمانوں اور زمینوں کی پوشیدہ باتیں اللہ
وَالْأَرْضِ ۝	ہی کے ساتھ خاص ہیں۔
(۲) لَا يَعْلَمُ الْغَيْبَ إِلَّا هُوَ ۝	پوشیدہ باتوں کو سوائے اللہ کے اور کوئی نہیں جانتا
(۳) لَا يَعْلَمُ جُنُودَ رَبِّكَ إِلَّا هُوَ ۝	اور تمہارے رب کے لشکروں کو سوائے

رب کے اور کوئی نہیں جانتا یعنی فرشتوں کی تعداد اس کثرت سے ہے کہ اس کو بجز رب کے اور کوئی نہیں جانتا۔

دلیل نفی علم غیب از آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

س: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو غیب کا علم تھا یا نہیں۔ اگر نہیں تو اس کی

کیا دلیل ہے؟

ج: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

(۱) قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّيْ مَلَكٌ ۚ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ ۚ

اے نبی کہہ دو کہ میں تم سے نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ یہ کہ میں غیب داں ہوں اور نہ میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں میں تو صرف اسی کا پیرو ہوں جو میری طرف وحی کی جاتی ہے۔

(۲) وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ ۛ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْٓءُ ۛ

اور اگر میں غیب داں ہوتا تو بہت کچھ فائدہ حاصل کر لیتا اور مجھ کو کوئی نقصان نہ پہنچتا۔

س: اور وہ جو قرآن شریف میں فرمایا گیا ہے کہ وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ ۚ کہ رسول غیب کی بات پر بخل نہیں کرتے۔ اس کا کیا مطلب ہے؟

ج: اس کا مطلب تو صاف ہے کہ جو علم اللہ تعالیٰ نے غیب کی باتوں کا آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمایا ہے، اُن کے پہنچانے میں آپ بخل نہیں کرتے بلکہ پہنچا کر حقِ رسالت ادا کرتے ہیں، دوسرے یہ کہ بِضَنِيْنٍ میں دوسری قراءت بِظَنِيْنٍ بھی ہے جس کے معنی ہیں اٹکل و اندازہ و تخمین سے بات کرنے والا۔ تو مطلب یہ ہوا کہ آپ غیب کی باتیں اٹکل و تخمین سے بیان کرنے والے نہیں، بلکہ وحی کے ذریعے ہم نے جو باتیں غیب کی بتائی ہیں آپ ان کو بیان فرماتے ہیں۔ پس اگر اس آیت سے علمِ غیب آپ کے لیے ثابت کیا جائے تو دوسری آیت سے علمِ غیب کی نفی ہوتی ہے، تو ان دونوں آیتوں میں تعارض ہو گیا اور تعارض کلامِ الٰہی

میں محال ہے. لہٰذا علم غیب آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے محال ہے.

البتہ آپ کو علم کثیر و واسع عطا فرمایا گیا تھا۔

دلیل فرضیت صلوٰۃ

س: اس کی کیا دلیل ہے کہ نماز فرض ہے؟

ج: دلیل اس کی یہ ہے کہ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

(۱) أَقِيمُوا الصَّلٰوةَ ۞	نماز قائم کرو۔
(۲) حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى۔	نمازوں کی محافظت کیا کرو اور خاص کر بیچ کی (یعنی عصر کی) نماز کی۔

دلیل فرضیت صلوٰۃ پنجگانہ

س: اس کی کیا دلیل ہے کہ پانچ وقت کی نماز فرض ہے؟

ج: دلیل اس کی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

(۱) أَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ ۞	آپ نماز کی پابندی رکھیے دونوں سرے پر اور رات کے کچھ حصوں میں۔
(۲) فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوبِهَا ۞	پس اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کیجیے آفتاب نکلنے سے پہلے اور اس کے غروب سے پہلے۔
(۳) وَمِنْ اٰنَآئِ الَّيْلِ فَسَبِّحْ وَأَطْرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّكَ تَرْضٰى	اور اوقات شب میں تسبیح کیا کیجیے اور دن کے اول آخر میں تاکہ آپ خوش ہوں۔
(۴) أَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوكِ الشَّمْسِ إِلٰى غَسَقِ الَّيْلِ	نمازیں ادا کیا کریں آفتاب کے ڈھلنے کے بعد سے رات کے اندھیرے ہونے

وَ قُرْآنَ الْفَجْرِ۔	تھا اور صبح کی نماز بھی۔

دلیل فرضیت زکوٰۃ

س: اس کی کیا دلیل ہے کہ زکوٰۃ بھی مثل نماز کے فرض ہے؟

ج: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ	اور زکوٰۃ ادا کیجئے۔

دلیل فرضیت صوم

س: روزہ داروں کی فرضیت کی کیا دلیل ہے؟

ج: قرآن میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ۔	پس جو کوئی تم میں سے ماہ رمضان کو پائے پس چاہیے کہ وہ روزہ رکھے۔

دلیل فرضیت حج

س: اس کی کیا دلیل ہے کہ حج فرض ہے؟

ج: اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

وَ اَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ۔	اور اعلان کر دو لوگوں میں حج کا۔

دلیل کتب سماوی

س: قرآن شریف کے علاوہ دوسری کتابوں کے منزل من اللہ ہونے پر قرآن شریف سے کیا دلیل ہے؟

ج: توریت کے بارے میں قرآن شریف میں ہے۔

(۱)	إِنَّا أَنزَلْنَا التَّوْرَاةَ فِيهَا هُدًى وَنُورٌ۔	بے شک اتاری ہے ہم نے توریت کہ جس کے اندر نور اور ہدایت ہے۔

زبور کے بارے میں ہے۔

(۲)	وَآتَيْنَا دَاوُودَ زَبُورًا۔	اور دی ہے ہم نے داؤد علیہ السلام کو زبور۔

اور انجیل کے بارے میں ہے۔

(۳)	وَقَفَّيْنَا بِعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَآتَيْنَاهُ الْإِنجِيلَ۔	اور پیچھے بھیجا ہم نے ان کے عیسیٰ ابن مریم کو اور دی ہم نے ان کو انجیل۔

دلیل تبلیغ

س: اس کی کیا دلیل ہے کہ ہر مسلمان امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا مکلف ہے؟

ج: دلیل یہ ہے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے۔

(۱)	يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا۔	اے ایمان والو بچاؤ اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو دوزخ کی آگ سے یعنی ان کو نیک باتوں کی تعلیم

دیتے رہو اور نگرانی رکھو۔ اور فرمایا،

(۲)	كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ۔	کہ تم بہترین امت میں سے جو اس لیے کہ تم کو بھیجا گیا ہے، تاکہ تم لوگوں کو اچھی باتوں کے لیے کہتے رہو اور بری باتوں سے منع کرتے رہو۔

س: کیا بطور وعظ و تبلیغ احکام الٰہی کے لیے کسی خاص جماعت کے ہونے کی بھی کوئی دلیل ہے؟

ج: جی ہاں ہے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ	کہ تم میں سے ایک ایسی جماعت ہو کہ
يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ	جو لوگوں کو خیر کی طرف دعوت دیتی
يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ	رہے اور ناپسند کاموں سے منع کرتی
وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ	رہے۔ اس سے علما کی فضیلت

بھی معلوم ہو گئی اور یہ بھی فضیلت میں آیا ہے کہ قیامت کے روز شہیدوں کا خون اور علما کے قلموں کی روشنائی کا وزن کیا جائے گا۔ اللہ اکبر کس درجہ دین دار علما کی فضیلت ہے۔

دلیل عبادت

س: قرآن شریف سے کس کس کو عبادت کا حکم ہے؟

ج: انسان اور جن کو عبادت کا حکم فرمایا گیا ہے۔ ارشاد ہے۔ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ۔ کہ میں نے جن و انسان کو اپنی عبادت ہی کے لیے پیدا کیا ہے۔ جن ایک مخلوق ہے جو نار یعنی آگ سے پیدا ہوئی ہے۔ وہ ایک جسم لطیف ناری ہیں جو کہ ہم کو نظر نہیں آتے ان کو مختلف شکلوں میں ہو جانے کی طاقت اللہ تعالیٰ نے دی ہے۔ ان میں مرد بھی ہیں، اور عورتیں بھی اور ان کے اولاد بھی ہوتی ہے، جب وہ کسی انسان یا جانور کی صورت میں ہو جاتے ہیں تو انسان کو نظر آنے لگتے ہیں۔

س: اگر کوئی شخص عبادت نہ کرے وہ کیسا ہے؟

ج: عبادت کا تعلق دو چیزوں سے ہے۔ ایک ظاہر کے متعلق ہے اور دوسرے باطن کے متعلق۔ باطن سے جو متعلق ہے اس کی دو قسمیں ہیں۔ ایک قلب کے متعلق، دوسرے نفس کے متعلق، پھر جو قلب سے متعلق ہے اس کی بھی دو قسمیں ہیں ایک عقائد سے متعلق، دوسرے اخلاق سے متعلق۔ اور جو نفس سے متعلق ہیں، وہ اخلاق رذیلہ ہیں۔

اس طرح باطن سے متعلق عبادات کی دو قسمیں ہوئیں۔ عقائد، اخلاق اور جو عبادات ظاہر سے متعلق ہیں اس کی پانچ قسمیں ہیں۔ عبادات، معاملات، معاشرت، سیاسیات، جو شخص ان باتوں کو جو عقائد کے متعلق ہیں نہ مانے وہ کافر و مشرک ہے۔ ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا اور عقائد کے علاوہ دوسری چیزوں میں کوتاہی کرنے والا فاسق اور مستحق ملامت ہے مگر ہے وہ مسلمان کہ خدانخواستہ جہنم میں چلا جائے گا، تو پھر اس سے نکل کر جنت میں آجائے گا۔

س: عقائد کے اعتبار سے عبادت نہ کرنے کے کیا معنی؟

ج: اس کے یہ معنی ہیں کہ ذات، صفات باری تعالیٰ کا انکار کرے یا ذات و صفات میں کسی دوسرے کو شریک ٹھہرائے یا جن پوشیدہ باتوں کی خبر دی ہے ان کا انکار کرے، جیسے ملائکہ، آسمانی کتابیں، سوال و جواب قبر، قیامت، حساب

ف: ذات کے انکار کا مطلب یہ ہے کہ خدا کا ہی انکار کرے اور اس کو نہ مانے، اور صفات کے انکار کا مطلب یہ ہے کہ حق تعالیٰ کی جو صفات ہیں مثلاً سمیع، بصیر، علیم اور قدیر وغیرہ وغیرہ ان کو نہ مانے۔

ایمان

ایمان کی تعریف

س: ایمان کسے کہتے ہیں؟

ج: وہ چند چیزیں ہیں جن کو دل سے مان لینے کا نام ایمان ہے اور مان لینے والے کو مومن کہتے ہیں۔ جن کا ذکر ایمانِ مفصل اور ایمانِ مجمل میں ہے

ایمانِ مجمل یہ ہے۔

اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ کَمَا ھُوَ بِاَسْمَآئِہٖ وَصِفَاتِہٖ وَقَبِلْتُ جَمِیْعَ اَحْکَامِہٖ	ایمان لاتا ہوں اللہ تعالیٰ پر جیسا کہ وہ اپنے ناموں اور صفات کے ساتھ ہے اور قبول کرتا ہوں میں اس کے تمام احکام کو

اور ایمانِ مفصل یہ ہے۔

اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ وَمَلٰٓئِکَتِہٖ وَکُتُبِہٖ وَرُسُلِہٖ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْقَدْرِ خَیْرِہٖ وَشَرِّہٖ مِنَ اللّٰہِ	ایمان لاتا ہوں میں اللہ تعالیٰ پر اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر اور قیامت کے دن پر اور ہر خیر و شر کے اللہ تعالیٰ کی

تَعَالٰی وَالْبَعْثِ بَعْدَ الْمَوْتِ۔	جانب سے موجود ہونے پر اور مرنے کے بعد زندہ ہونے پر۔

پس معلوم ہوا کہ صرف توحید ہی پر ایمان لانا مومن ہونے کے لیے کافی نہیں۔ جب تک ان تمام چیزوں پر ایمان نہ لائے جن کا ذکر ایمان مفصل میں کیا گیا۔

س: وہ کونسی چیزیں ہیں کہ جن کو دل سے مان لیا جائے تو ایمان حاصل ہو جاتا ہے؟

ج: خدا کا ایک ہونا۔ فرشتوں کا موجود ہونا۔ جو کتابیں انبیاء علیہم السلام پر نازل ہوئیں ان کو ماننا۔ تمام نبیوں کو ماننا۔ آخرت کو ماننا۔ تقدیر کو ماننا۔ جنت اور دوزخ کو ماننا۔ مرنے کے بعد زندہ ہونے کو ماننا۔ ہر خیر و شر کا خالق اللہ تعالیٰ کو جاننا۔

توحید

س: خدا کے ایک ہونے کا کیا مطلب ہے؟

ج: اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ ایک ایسی ذات ہے جسے کسی نے پیدا نہیں کیا۔ سب کو وہی پیدا کرتا ہے۔ نہ اس کی بیوی ہے نہ اولاد۔ وہ تمام عیبوں سے پاک ہے۔ تمام صفات کمالیہ اس میں پائی جاتی ہیں۔ مختار ہے وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ بلا زبان کے بولنے والا ہے۔ بے کان کے سننے والا ہے۔ بے جسم کا ہے۔ اس کی تمام صفات قدیم ہیں۔ اس کی ذات واجب الوجود ہے۔

فرشتے

س: فرشتہ کسے کہتے ہیں؟

ج: اللہ تعالیٰ کی ایک مخلوق ہے، جو نور سے پیدا ہے۔ اور وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کرتے۔ جن کو جو حکم ہوتا ہے بجا لاتا ہے۔ نہ مرد ہیں، نہ عورت دکھلاتے ہیں نہ پیتے ہیں۔ ان کی تعداد اللہ تعالیٰ ہی خوب جانتے ہیں۔

س: کیا فرشتوں کے نام بھی ہیں؟

ج: ہاں آدمیوں کی طرح ان کے نام بھی ہیں۔

س: بعض فرشتوں کے نام مع کام بتائیے؟

ج: حضرت جبرئیل علیہ السلام جو نبیوں کے پاس اللہ تعالیٰ کے احکام لاتے تھے۔

حضرت میکائیل السلام جو مینہ برسانے اور مخلوق کے پاس روزی پہنچانے کے لیے مقرر ہیں۔

حضرت عزرائیل علیہ السلام جو جان نکالتے ہیں اور

حضرت اسرافیل علیہ السلام جو صور پھونکیں گے۔

س: فرشتوں کی کتنی قسمیں ہیں؟

ج: فرشتوں کی بہت قسمیں ہیں۔ جن میں سے بعض اقسام کا بیان ذکر کرتے ہیں۔ بعض فرشتے بارش پر مقرر ہیں۔ بعض سمندر اور پہاڑوں پر مقرر ہیں بعض ہوا پر مقرر ہیں۔ بعض وہ ہیں جو ہر انسان کی حفاظت کے لیے متعین ہیں۔

ان کو حفظہ کہتے ہیں۔ جب حکمت حق ہوتی ہے وہ حفاظت سے ہٹ جاتے ہیں۔ بعض فرشتے وہ ہیں کہ جو نیک و بد اعمال لکھنے کے لیے مقرر ہیں۔ ان کو کراماً کاتبین کہتے ہیں۔ اور وہ صبح و شام بدلتے رہتے ہیں۔ صبح کی نماز کے بعد اور عصر کی نماز کے بعد۔ اس طرح کہ صبح کی نماز کے وقت رات والے فرشتے چلے جاتے ہیں۔ دن میں کام کرنے والے آجاتے ہیں اور دن میں کام کرنے والے عصر کی نماز کے بعد چلے جاتے ہیں۔ رات کے کام کرنے والے آجاتے ہیں بعض فرشتے وہ ہیں جو نیک لوگوں کی مجالس میں شریک ہونے کی تلاش میں رہتے ہیں۔ جہاں نیک مجلس ہوتی ہے۔ مثلاً تلاوت کلام پاک۔ درود شریف۔ وعظ۔ وہاں حاضر ہوتے ہیں اور جتنے لوگ ان مجالس میں شریک ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ کے سامنے ان کی گواہی دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تم گواہ رہو میں نے ان تمام مومنین کو بخش دیا۔

بعض فرشتے وہ ہیں جو نیکوں اور بدوں کی جان نکالنے پر الگ الگ مقرر ہیں جو کہ حضرت عزرائیل علیہ السلام کی ماتحتی میں کام کرتے ہیں ان کو ملک الموت کہتے ہیں اور بعض فرشتے وہ ہیں جو جہاد کے وقت حضرت انبیاء علیہم السلام اور مومنین کی مدد کے لیے آتے ہیں۔ جیسے جبرئیل علیہ السلام اور ان کے ہمراہ دیگر فرشتے۔ جیسے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے

يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ
بِخَمْسَةِ آلَافٍ مِّنَ
الْمَلَائِكَةِ مُسَوِّمِينَ۔

تمہارا خدا تمہاری پانچ ہزار فرشتوں
سے مدد کرے گا جو پلے ہوئے گھوڑوں
پر سوار ہو کر آموجود ہوں گے۔

بعض فرشتے وہ ہیں جو جنت پر مقرر ہیں۔ بعض وہ ہیں جو دوزخ پر مقرر ہیں بعض فرشتے وہ ہیں جو عرشِ الٰہی کو اٹھائے ہوئے ہیں۔ بعض فرشتے وہ ہیں جو تسبیح و تقدیس، رکوع و سجود و قیام میں مشغول ہیں۔

س: فرشتوں کے ہونے کا کیا ثبوت ہے؟

ج: قرآن شریف سے ثبوت آگے آئے گا۔ پہلے عقلاً یوں سمجھو کہ اللہ تعالیٰ نے عالم میں طرح طرح اور بھانت بھانت کے انتظام اور تدابیر کر رکھی ہیں اور اللہ تعالیٰ عالم میں تاثیرات قائم فرماتے ہیں اور یہ ظاہر ہے کہ تاثیرات کے لیے مؤثر اور متاثر میں کچھ مناسبت ہونی چاہیئے۔ سو اس عالم ناسوت اور ذات ذوالجلال میں کوئی مناسبت نہیں۔ لہٰذا ایک واسطہ ایسا ہونا چاہیئے کہ جس کو من وجہ یعنی کچھ اس ذات سے نورانی وغیرہ ہونے میں مناسبت ہو اور من وجہ اس عالم سے حادث وغیرہ ہونے میں مناسبت ہو تاکہ اس واسطے سے تاثیرات اس عالم میں جاری ہوں۔ اسی واسطہ کو فرشتہ کہا جاتا ہے۔ پس فرشتوں کے وجود پر یہ دلیل عقلی ہے۔

آسمانی کتابیں

کتابوں کے نام

س ۔ بعض ان کتابوں کے نام بتایئے جو نبیوں پر نازل ہوئیں؟

ج ۔ توریت، جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دی گئی۔

زبور، جو حضرت داؤد علیہ السلام پر اتری۔

انجیل، جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ملی۔

قرآن شریف جو حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا۔

ان کے علاوہ اور بھی چھوٹی چھوٹی کتابیں بہت نازل ہوئیں۔ مثلاً دس صحیفے حضرت آدم علیہ السلام پر اور پچاس صحیفے حضرت شیث علیہ السلام پر اور تیس صحیفے حضرت ادریس علیہ السلام پر اور دس یا تیس صحیفے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر نازل ہوئے۔

رسالت و نبوت

رسول کی تعریف اور اس کی ضرورت

س: رسالت کیا چیز ہے، اور رسول و نبی کی کیا ضرورت تھی؟

ج: جب یہ بات ثابت ہو چکی کہ حق تعالیٰ احکم الحاکمین بادشاہوں کے بادشاہ ہیں اور یہ بھی معلوم ہے کہ بادشاہ کی طرف سے قانون کا پہنچانا بھی ضروری ہے، تو ظاہر ہے کہ خود بادشاہ تو لوگوں کے پاس جائے گا نہیں، بلکہ ایک شخص خاص عہدہ قانون پہنچانے کے لیے ہوگا۔ اب وہ عہدہ دار ایسا ہونا چاہیے جو رعایا کے لوگوں اور خاص الخاص عہدہ کے ساتھ کامل مناسبت رکھنے والا ہو سو فرشتہ تو اس کام کو انجام دے نہیں سکتا تھا کیونکہ جذبات انسانی و ترکیب جسمانی سے کوئی تناسب نہیں۔ ہاں جنات کو کچھ مناسبت انسان کے ساتھ تھی، مگر وہ مزاج میں تیز اور متشدد ہیں اور انسان ایک درمیانی حالت پر ہے جو جنات کی بھی رعایت کر سکتا تھا اور جذبات پر بھی عبور رکھ سکتا تھا اور احکام انسانی پہنچانا جیسی سخت ہیکل قوم بھی ادا کر سکتی تھی مگر احکام حق کے انسانی قوی متحمل نہیں ہو سکتے تھے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ احکم الحاکمین ایک جماعت خاص کو وقتاً فوقتاً زمانہ کے لحاظ سے مانند اطباء کے کہ جو مریضوں کی طبیعت و مزاج کے موافق

دوائیں تجویز کرتے ہیں۔ قانون دے دے کر بھیجتے رہے ہے۔ اسی جماعت کو انبیاء علیہم السلام اور رسول کہتے ہیں اور عہدہ کا نام نبوت اور رسالت ہے یہ ہے حقیقت رسالت کی۔

اسی لیے اس رسول و نبی کی کہ وہ خاص الخاص شاہی آدمی ہوتا ہے۔ نہایت توقیر و تعظیم اور غایت انقیاد و اطاعت اور تسلیم رسالت فرض ہوئی کہ اس کا انکار و توہین بغاوت و کفر ٹھہرا۔ کیونکہ شاہی آدمی کے ساتھ دنیا میں بھی یہی دستور ہے۔ اُمید ہے کہ آپ رسالت کی حقیقت ان مختصر لفظوں سے سمجھ گئے ہوں گے۔

س : اس سے معلوم ہوا کہ کسی نبی اور کسی کتاب کا انکار درست نہیں؟

ج : جی ہاں جس قدر انبیاء علیہم السلام تشریف لائے ہیں۔ سب کو ماننا فرض ہے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ کی تمام نازل کی ہوئی کتابوں کا اقرار کرنا بھی ضروری ہے کسی ایک کتاب یا نبی کا بھی انکار کیا تو بس کافر ہو جائے گا۔ کیونکہ جب یہ بات ثابت ہو چکی کہ عہدہ نبوت اللہ تعالیٰ کا عطا کیا ہوا ایک منتخب عہدہ ہے تو نبی کے کسی قول و فعل پر اعتراض اور اس میں نقص نکالنا دراصل اللہ تعالیٰ پر اعتراض ہے۔ جیسا کہ وائسرائے کی تنقیص اور اس کے شاہی آدمی ہونے پر انکار، جرم اور بغاوت ہے۔ اس طرح نبی میں عیب و نقص نکالنا، انکار کرنا، جرم و بغاوت ہے۔ بس اسی بغاوت کا نام اصطلاح شریعت میں کفر ہے پس کسی نبی کا بھی انکار درست نہیں۔ پس جیسے انکار نبی کفر ہے۔ ایسے ہی تنقیص نبی بھی کفر ہے۔

نبی کی تعریف

س : نبی کسے کہتے ہیں ؟

ج : نبی اسے کہتے ہیں جو ہر چھوٹے بڑے گناہ سے پاک ہو اور بندوں کے پاس اللہ تعالیٰ کے احکام پہنچانے کے لیے بھیجا گیا ہو، خواہ ان کو کوئی کتاب دی گئی ہو یا نہ دی گئی ہو بلکہ پہلی ہی کتاب کے موافق احکام کی تبلیغ کرنے کیلئے بھیجا گیا ہو اور ان سے کوئی ایسی نئی بات بلا کسی ذریعہ کے ظاہر ہو، جو کسی انسان سے نہ ہو سکے جس کو معجزہ کہتے ہیں۔

ثبوتِ نبوت پر چند دلائل

س : ثبوت نبوت، دلائل کے ساتھ بیان فرمائیے ؟

ج : سُنیے اور غور سے سُنیے !

پہلی دلیل : تو بیان رسالت میں گذری۔

دوسری دلیل : یہ ہے، اگر نبی کو نہ بھیجا جاتا تو انسان کو جس کو ہر وقت کلیات و جزئیات کی حیثیت سے حضرت ذات حق سے تحقیق کی ضرورت تھی وہ کس طرح پوری ہوتی، پس ایجادِ انسان عبث و بے فائدہ لازم آتا۔ لہٰذا وجود انبیاء علیہم السلام ہر زمانہ میں ضروری ہوا۔

تیسری دلیل : نفس ناطقہ انسانی شہوت نفسانی کے سبب مغلوب الحواس اور مغلوب العقل ہو جاتا ہے اسی لیے یہ انسان فتنہ و فساد اور قبیح باتوں کے صدور کا مورث ہوتا ہے۔ پس اگر اللہ تعالیٰ کی جانب سے انبیاء کرام

انسان کی فرمائش، اور اس کے مضار، و مفاد، اور منافع و مصالح کی ہدایت کے لیے سفیروں کو عہدہ نبوت پر نہ بھیجے جاتے تو عالم خراب ہو جاتا۔ اس لیے ضروری ہوا کہ انبیا بھیجے جائیں۔

چوتھی دلیل: انسان کے لیے جزا و سزا کا اصول پر ہوتی ہے اور ذاتِ واحد کی طرف سے اطلاع جزا و سزا کے کاموں کی بلا واسطہ آتی نہیں اور اگر فرائض کے انجام دہی کی خبر بھی نہ دی جاتی تو یہ صریح ظلم ہوتا اور ظلم شانِ احدیت سے قبیح ہے۔ لہٰذا ضروری ہوا کہ رسولوں کو بھیج کر احکام کو پہنچایا جائے۔ لہٰذا نبیوں کا بھیجنا ضروری ہوا۔ امید ہے کہ ان دلائل کے ساتھ نبی کا مخلوق کی طرف آنا ضرور سمجھ میں آ گیا ہوگا۔

اور ساتھ ہی اس کے یہ بھی معلوم ہو گیا ہوگا کہ نبوت ایک خالص الٰہی منصب و عہدہ ہے جو انسان کے سنوارنے اور رشد و ہدایت کے لیے ہے لہٰذا لازم ہے کہ نبی ہر نوع سے کامیاب اور معصوم ہستی ہو۔ اسی لیے وہ عملاً و علماً و دلائل نقلیہ و دلائل عقلیہ اور معجزات سب پر غالب ہوتا ہے اور اپنی ذات و صفات میں معصوم ہوتا ہے۔ عصمت انبیا کا بیان آگے آئے گا۔

نبی اور پیشوا

س: کیا مثل موسیٰ علیہ السلام و داؤد علیہ السلام و عیسیٰ علیہ السلام و محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم وغیرہم۔ رامچندر جی وغیرہ بھی جو ہندوستان میں

پیشوا کہے جاتے ہیں نبی تھے؟

ج: یوں تو ممکن ہے کہ ہندوستان میں کوئی نبی آئے ہوں۔ چنانچہ تاریخ سے معلوم ہوا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد میں صاحبزادہ ہند "ہندوستان" تشریف لائے جس سے اس مقام کا نام ہند ہوا جو بعد میں ہندوستان کہلائے جانے لگا۔ اور دوسرے صاحبزادہ جن کا نام "سندھ" تھا سندھ تشریف لائے۔ اس مقام کا نام سندھ آپ کے نام پر ہوا۔

مگر ہندوستان میں رامچندر جی وغیرہ جو ہندوستان میں ہندوؤں کے پیشوا ہوئے ہیں، ان کو نبی کہنے کے لیے ثبوت خاص کی ضرورت ہے۔ کیونکہ یہ پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ نبوت خاص الخاص عہدہ ہے جب تک کوئی خاص ثبوت نہ ہو اس وقت تک ان کو نبی کہنا ایسا ہوگا جیسا کہ ایک شخص وائسرائے نہ ہو اور اسے وائسرائے مان کر وائسرائے جیسے معاملات اس کے ساتھ روا رکھے جائیں، تو یہ جرم ہوگا۔ لہٰذا شریعت اسلامی نے ہندوؤں کے پیشوا رامچندر وغیرہ کا نبی ہونا کہیں ذکر نہیں کیا۔ اس لیے ان کے نبی ہونے کا عقیدہ جائز نہ ہوگا۔ البتہ اگر ان کے عقائد و خیالات و اخلاق آسمانی کتابوں کے خلاف نہ ہوں اور ان کی تعلیمات اور اصلاح اور ہدایت کا کرنا آسمانی کتابوں کے موافق ہو تو یوں کہنا ممکن ہے کہ شاید نبی ہوں اور یقیناً یہ کہنا کہ "نبی تھے" درست نہیں۔

س: سب سے پہلے نبی کون تھے؟ اور سب سے آخر نبی کون ہیں؟

ج: سب سے پہلے نبی آدم علیہ السلام تھے اور سب سے آخری نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ آپ نے فرمایا اَنَا خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ میں نبیوں کا ختم کرنے والا ہوں۔ میرے بعد کوئی نبی نہ آئے گا۔

لہٰذا اب اگر کوئی نبی ہونے کا دعویٰ کرے ہرگز نہ مانا جائے گا خواہ کسی قابل سے وہ اپنے آپ کو نبی کہے۔

ختم نبوت پر چند دلائل

س: اس کی کیا دلیل ہے کہ ہمارے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہو گئی۔ اب آپ کے بعد اور کوئی نبی نہ ہوگا؟

ج: سنیئے اور بغور سنیئے!

پہلی دلیل: حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم بنی اسرائیل کو فرمایا تھا یَأْتِیْ مِنْ بَعْدِی اسْمُهُ اَحْمَدُ۔ کہ میرے بعد ایک نبی آئے گا اس کا نام احمد ہوگا۔ اور یہ ثابت ہے کہ احمد کے نام کا سوائے آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے کوئی نبی نہیں آیا پس آخر میں تمام نبیوں کے آپ تشریف لانے والے ہوئے۔ کیونکہ آپ کے بعد نبی کا آنا ثابت نہیں۔ لہٰذا آپ خاتم الانبیاء والرسل ہیں۔

دوسری دلیل: ولیم میور اور لب التواریخ کا مصنف جو کہ عیسائی ہے لکھتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے یہود و نصاریٰ ایک نبی کے منتظر تھے۔ اسی وجہ سے ملک حبشہ کا بادشاہ نجاشی آپ کا حال

سن کر ایمان لایا اور کہا کہ بلا شک و شبہ آپ وہی نبی ہیں جن کی عیسیٰ علیہ السلام نے انجیل میں خبر دی ہے۔ اسی طرح مقوقش شاہ مصر نے آنحضرتؐ کی نبوت کا اقرار کیا۔ اور ہرقل شاہ روم نے بھی اقرار کیا تھا۔ نیز علماء یہود و نصاریٰ اپنی اولاد کو تعلیم و تلقین کرتے رہے، حتیٰ کہ آپ کے ظہور و بعثت کا وقت بھی مقرر کرتے تھے، اور کہا کرتے تھے کہ ان کا ظہور مکہ سے ہوگا۔ اور ہجرت مدینہ کی طرف ہوگی۔ اسی لیے اُن کے اسلاف مدینے کے قریب قلعہ بناتے تھے کہ رسول آخر الزماں آئیں گے تو ہم ان کی مدد کریں گے۔ ان کے لیے حکم تھا کہ وہ اپنے ملک شام سے ہجرت کر کے ان قلعوں اور زمین میں جا بسیں۔ اور جب وہ پیغمبر ظاہر ہو اور فاران میں حق کا اعلان ہو اور ہجرت کر کے مدینہ میں آئے اور یثرب میں نزول فرمائے تو اس کی نصرت و اعانت کریں۔ کیونکہ توریت کے پانچویں سفر میں نور الٰہی کو فاران سے ظاہر ہونے کی بشارت ہے اور فاران نام عبرانی ہے، اور وہ تین پہاڑ ہیں مکہ معظمہ میں ایک ان میں سے غار ہے رغار حرا) جس میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم تنہا یاد الٰہی کرتے تھے۔ اور ابتداء وحی کی اسی جگہ سے ہوئی۔ پس عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے بعد ایک نبی کے آنے کی خبر دی اور اس نام کا اور اس مقام پر سوائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی نبی بھی نہ ہوا اور بعد میں تو ثابت ہی نہیں۔

تیسری دلیل: جب قرآن کریم کا دلائل عقلیہ سے منجانب اللہ ہونا ثابت ہو چکا تو اس کی خبر بھی صادق ہوگی۔ ورنہ اللہ تعالیٰ کا اخبار میں جھوٹا ہونا لازم آئے گا، اور وہ ذات کذب سے منزہ اور پاک و صاف ہے ہو

قرآن میں آپ کی خاتمیت اور آپ کے دین کا ناسخ و ختم کرنے والا ہونا تمام ادیان کے لیے صاف صاف فرمادیا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے۔ هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّیْنِ كُلِّهٖ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِیْدًا مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔ کہ اس خدا نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تاکہ وہ خدا اس رسول کو تمام دینوں پر غالب کرے، اور اس پر اللہ تعالیٰ گواہ ہے۔ اور وہ محمد، اللہ کے رسول ہیں۔ پس اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ آپ خاتم الانبیاء ہیں تب ہی تو سب ادیان پر ان کو غالب کیا گیا۔ اگر آپ کے بعد کوئی دوسرا اور رسول و نبی آئے تو وہ بعض فروعات میں خلاف کرے گا اور یہ خلاف کرنا غلبہ کے خلاف ہے تو ضروری ہوا کہ کوئی دوسرا نبی من حیث النبی آپ کے بعد نہ آئے یہی وجہ ہے کہ آخر زمانہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب نزول فرمائیں گے تو وہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہو کر آپ ہی کے تجویز کردہ احکام پر تعمیل کرنے والے ہو کر تشریف لائیں گے۔ پس ثابت ہوا کہ آپ خاتم الانبیاء والرسل ہیں۔ آپ ہی کے دین پر چلنا باعث نجات ہے۔

چوتھی دلیل، انجیل میں ہے۔ اِنِّیْ اَطْلُبُ الْحَقَّ حَتّٰی یُحِبُّكُمْ وَیُعْطِیْكُمْ فَارْقَلِیْطَا لِیَكُوْنَ مَعَكُمْ اِلَى الْاَبَدِ۔ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں طلب کرتا ہوں اپنے خداوند تعالیٰ سے تمہارے واسطے فارقلیط کو جو تمہارے ساتھ اخیر زمانہ تک رہے گا۔ فارقلیط لفظ سریانی ہے۔ معنی میں پسندیدہ واحمد

ولد کے بنے تو حاصل یہ ہوا کہ احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے خدا سے تمہارے لیے مانگتا ہوں جو کہ آخر زمانہ تک تمہارے لیے کافی ہے۔ پھر دوسرے احکام کی ضرورت نہ ہوگی۔ پس اس سے بھی صاف ظاہر ہوا کہ آپ نبی آخر الزمان ہیں۔

پانچویں دلیل: صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری اور پہلے انبیاء کی مثال ایک ایسے محل کی سی ہے جو مکمل تو ہو گیا ہے لیکن اس میں ایک اینٹ کی کمی تھی پھر اس کے گرد دیکھنے والے پھرنے لگے اور وہ اس دیوار کی خوبی سے تعجب کرتے تھے، مگر اس اینٹ کی جگہ خالی تھی۔ سو میں نے اس اینٹ کی جگہ پُر کی، میرے ساتھ دیوار مکمل ہو گئی اور میرے ساتھ رسول ختم کیے گئے۔ اور فرمایا کہ وہ اینٹ میں ہوں اور میں ہی نبیوں کا سلسلہ ختم کرنے والا ہوں۔ پس ثابت ہوا کہ آپ نبی آخر الزمان ہیں۔

چھٹی دلیل: قرآن کریم میں جس کا منزل من اللہ ہونا ثابت ہو چکا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد صاف صریح موجود ہے۔ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَٰكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ ۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تم میں سے کسی کے باپ نہیں، لیکن وہ اللہ کے رسول اور سب نبیوں کے مہر کرنے والے ہیں کہ ان پر نبوت ختم ہو گئی۔ ان کے بعد کوئی نبی نہ آئے گا اور یہ ثابت ہے کہ محمد سوائے حضور کے اور کسی کا نام نہیں۔ پس اس سے بھی معلوم ہوا کہ آپ ہی نبی آخر الزمان ہیں۔

نبی آخر الزماں کے متعلق عقیدہ

س : حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نبی آخر الزماں کے متعلق کیا عقیدہ رکھنا چاہیے؟

ج : آپ خدا تعالیٰ کے بندے اور ایک انسان ہیں۔ خدا تعالیٰ کے بعد آپ تمام مخلوق حتیٰ کہ تمام نبیوں اور فرشتوں سے افضل ہیں۔ آپ تمام چھوٹے بڑے گناہوں سے پاک ہیں۔ جیسا کہ تمام دیگر انبیاء علیہم السلام گناہوں سے پاک تھے۔ آپ پر قرآن شریف آخری کتاب نازل ہوئی۔ آپ ایک شب بیداری میں اسی جسم کے ساتھ خدا تعالیٰ کے بلانے پر آسمانوں پر تشریف لے گئے۔ آپ نے تشریف لے جاتے ہوئے بیت المقدس مسجد اقصیٰ میں تمام نبیوں کو نماز پڑھائی۔ پھر آسمانوں پر تشریف لے گئے اور جنت و دوزخ کی سیر کی۔ آپ نے بحکم خدا تعالیٰ بہت سے معجزے دکھائے۔ آپ اللہ تعالیٰ کی بہت عبادت کرتے تھے۔ آپ کے اخلاق اعلیٰ درجے کے تھے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں آپ ہی کے اخلاق کے متعلق فرمایا اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ۔ آپ کو خدا تعالیٰ نے گزشتہ و آئندہ باتوں کا بہت علم عطا فرمایا تھا۔ حتیٰ کہ تمام مخلوق کے علم سے آپ کو زیادہ علم تھا۔ البتہ آپ عالم الغیب نہ تھے کیونکہ عالم غیب کا ہونا صرف خدا تعالیٰ کی شان وصف ہے جس کی دلیل آگے آئے گی۔ آپ خاتم النبیین ہیں۔ آپ کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔ اور عیسیٰ علیہ السلام جو قرب قیامت میں تشریف لائیں گے۔ وہ آپ ہی کے مذہب کی پیروی کریں گے۔ آپ تمام دنیا یعنی جن وانس کے لیے

نبی تھے۔ آپؐ قیامت کے روز خدا تعالیٰ کی اجازت سے گنہگاروں کی بخشش کی سفارش کریں گے۔ اسی لیے آپ کو شفیع المذنبین کہا جاتا ہے۔ آپ کی سفارش قبول کی جائے گی اور کافر و مشرک کے سوا سب کی سفارش ہوگی۔ آپؐ کے علاوہ دیگر انبیاء، اولیاء، و شہداء صلحا بھی سفارش کریں گے، مگر بلا اجازت کوئی سفارش نہ کرے گا۔ آپؐ نے جن باتوں کے کرنے کا حکم فرمایا ہے اس پر عمل کرنا۔ اور جن باتوں سے رکنے کا حکم دیا ہے اُن سے باز رہنا اور جن باتوں کے ہونے کی خبر دی ہے ان کو اسی طرح ماننا ضروری ہے۔ آپ کی تعظیم و تکریم اور آپ سے محبت کرنا ہر اُمتی پر فرض ہے۔

کتبِ سماویہ کی ضرورت

نزولِ کتب

س: خدا تعالیٰ کی طرف سے کتابوں کا نازل ہونا کیسا ہے؟

ج: عزیزمن یہ دستور و قاعدہ ہے کہ ہر حکومت کے لیے کچھ شاہی آداب سلامی و حاضری دربار وغیرہ ہوتے ہیں۔ جو کہ خاص حقوق شاہی کہلاتے ہیں۔ پھر امن عامہ قائم رہنے کے لیے تعزیرات ہوتے ہیں۔ پھر رعایا کے نفع اور راحت رسانی کی صورتوں کا دستور العمل ہوتا ہے۔ پھر بادشاہ کی طرف سے انعامات کے عطا ہونے اور پھر خلاف دستور تعزیرات پر سزا کے دفعات لگتے ہیں۔ یہ سب مجموعہ قانون کہلاتا ہے اور جس کتاب میں اس کا ذکر ہوتا ہے اس کو قانون کی کتاب کہتے ہیں۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ جو احکم الحاکمین یعنی بادشاہوں کے بادشاہ ہیں۔ ان کی طرف سے بھی تمام مخلوق کے لیے ایسے دستور کے سنانے اور بتانے کی ضرورت ہے اور وہ کتاب کی صورت میں ہوتا ہے۔ اس لیے ہمیشہ وقتاً فوقتاً ایسے قانون کی کتاب کو اللہ تعالیٰ بھیجتے رہے۔ جیسے حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر

حضرت ابراہیم علیہ السلام تک مختلف صحائف نازل ہوئے۔ موسیٰ علیہ السلام پر توریت۔ داؤد علیہ السلام پر زبور۔ عیسیٰ علیہ السلام پر انجیل۔ یہاں تک کہ آخر میں ایک جامع کتاب جس کا نام قرآن شریف ہے۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا۔

یہ قرآن شریف قانونی کتاب پہلی کتابوں کی ناسخ اور قیامت تک کے لیے ایک دستور العمل بھیج دیا گیا۔ جس میں آداب شاہی جس کو عبادت کہتے ہیں۔ بیان فرمائے گئے کہ اس عبادت کے سوا دوسری صورت عبادت مردود قرار دے دی گئی۔ اسی کتاب میں معاملات و معاشرت اور اخلاق کے ابواب بھی بیان کر دیئے گئے۔ اور اس میں سیاسی طریق کو بھی ذکر کر دیا گیا۔ یہ ہے حقیقت کتابوں کے نازل کرنے کی۔ اور آخر میں قرآن شریف کے نازل کرنے اور بھیجنے کی۔ کہ یہ ایک قانون کی مکمل کتاب ہے اور چونکہ یہ قاعدہ ہے کہ مصنف اپنی کتاب کو کسی کے ہاتھ میں پڑھتا ہوا دیکھ کر خوش ہوتا ہے تو اسی طرح اللہ تعالیٰ بھی اپنے کلام کو کسی کو پڑھتا ہوا دیکھ کر خوش ہوتے ہیں اور انعام فرماتے ہیں جن کا اصل نتیجہ ظاہری و باطنی قیامت میں ظاہر ہوگا۔

س: یہ کس طرح سمجھا گیا کہ قرآن پاک آخری کتاب ہے؟ اور دوسری کسی کتاب کا حکم باقی نہیں رہا؟

ج: یہ قاعدہ ہے کہ جب کسی خاص ملک حکومت کا خاتمہ کرتا ہوتا ہے تو اس کے ختم تک کے لیے قانون میں پھر کوئی رد و بدل نہیں ہوتا۔ اسی بعد حکومت کو جاکر ختم کر دیا جاتا ہے۔ پھر ایک مستقل نظام جداگانہ قائم کیا جاتی

شان کے ساتھ قائم کیا جاتا ہے، تو چونکہ اس دنیا کی عمر ختم ہو رہی تھی اور اس نظام حکومت کو چند روز میں ختم ہونا تھا اور دوسرا طرز زندگی قائم ہونا تھا اس لیے آخر میں یہی قانون قرآن شریف کی صورت میں نازل اور رائج فرمایا گیا۔ اور دوسرے پچھلے قانون اور پہلی کتابیں منسوخ کر دی گئیں۔ یہی وجہ ہے کہ پہلی کتابیں ایک ساتھ نازل ہوئیں، کیونکہ وہ ہمیشہ کے لیے نہ تھیں۔ اور چونکہ قرآن شریف قیامت تک کے لیے ہے اس لیے تھوڑا تھوڑا تیئیس سال تک نازل ہوتا رہا کہ لوگوں کے قلوب میں جم جائے، یاد میں سہولت رہے اور آسانی ہو جائے، اور چونکہ قیامت تک کے لیے ہے اس لیے احکام مستقل ہر زمانہ ہر ملک، ہر قوم، اور ہر شخص کے لیے قائم کیے گئے۔

قرآن پاک کے آسمانی ہونے پر چند دلائل

س: یہ کس طرح معلوم ہوا کہ قرآن شریف اللہ تعالیٰ کی بھیجی ہوئی کتاب ہے۔ کسی انسان کی بنائی ہوئی نہیں ہے؟

ج: (پہلی دلیل) یہ قاعدہ ہے کہ نئی آواز سنتے ہی دستور ہے جہاں کچھ لوگ موافق ہوتے ہیں، وہاں مخالف بھی ہوتے ہیں اور اس کے مٹانے کی ان گنت ان تھک کوشش کرتے ہیں۔ جس وقت یہ کتاب نازل ہونے لگی اور جدید قسم کے قانون اترنے لگے، تو سخت مخالفت شروع ہو گئی اور کہا گیا کہ یہ قانون الٰہی نہیں۔ ان کو تو یہ شخص یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم بنا لیتے ہیں یا کوئی عجمی کرا جاتا ہے۔ اس کے جواب میں کہا گیا کہ اگر یہ خود بنا لیتے ہیں تو تم تو پہچانتے

ادیب، صاحب لغت، فصیح و بلیغ اور صاحب تواریخ ہو تم نے ایسا کلام کیوں نہ بنا لیا۔ یا کیوں نہ بنا لو۔ دو ایک ہی سطر ایسی لکھ لو۔ اگر ایسا نہ کر سکے اور ہرگز ایسا نہ کر سکو گے تو دیانت داری کی بات یہی ہے کہ سمجھ لیا جائے کہ یہ انسانی کتاب نہیں ہو سکتی اور ہو بھی کس طرح سکتی ہے؟ جب کہ کلام کرنے والا یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم محض ان پڑھ اور ایک اُمّی شخص ہیں۔ نہ کسی مکتب میں پڑھا۔ نہ پڑھے لکھوں کے پاس اٹھے بیٹھے۔ تو پھر ایسا کلام کس طرح کر لیا اور وہ واقعات جن کو سیکڑوں، ہزاروں برس ہو چکے کس طرح اس کلام پاک میں صاف صاف بیان کرتے ہیں۔ آخر کار لوگ مجبور ہو گئے اور ماننا پڑا کہ یہ کلام انسانی نہیں ہو سکتا بلکہ وہ تعلیم کرنے والی ذات اور اس کلام کے نازل کرنے والی ذات اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے، اس نے نازل فرمایا ہے چنانچہ تمام اہل عرب نے جو کہ اہل انسان تھے۔ اس کلام کو کلام الٰہی تسلیم کر لیا جیسا کہ سب پر ظاہر ہے کہ تمام بلغاء عرب اور تمام شہروں کے فصحاء باوجود سلیقۂ فہم مستقیم اور فصاحت و بلاغت قرآن کریم کے معارضہ و مقابلہ کے وقت ایک آیت شریف کے برابر لانے سے عاجز ہو گئے حالانکہ مخالف ہر ممکن طاقت انفرادی اور اجتماعی، غلبہ کے لیے ختم کر دیتا ہے۔ بالخصوص جبکہ اس کو اشتعال انگیز بات بھی کہہ دی جائے، عار دلائی جائے، چنانچہ بیانگ دہل کہا گیا۔

قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ	کہہ دو اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں سے
وَالْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ	کہ اگر تمام انسان و جن جمع ہو جائیں اس بات پر
هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ	کہ قرآن کے مانند لے آئیں تو نہیں لا سکتے

بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا ۝	اس لانے میں ایک دوسرے کا مددگار رہے۔

اور فرمایا کہ مانند قرآن کے تو کیا، ایک سورت ہی کے مثل لے آؤ۔

اور ارشاد فرمایا۔

وَاِنْ كُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ۔	یہ کلام جو ہم نے اپنے بندے پر نازل کیا ہے اگر تم کو کچھ شک وشبہ ہے تو ایک سورت ہی اس کے مثل لے آؤ اگر تم سچے ہو۔

آخر کار وہ عاجز ہوئے اور باوجود انتہا درجہ فصیح وبلیغ ہونے کے وہ ایک آیت بھی نہ لا سکے۔ پس یہ اعجاز صاف دلیل ہے کہ یہ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی بھیجی ہوئی کتاب ہے۔

دوسری دلیل

انسانی کلام کو دو ایک بار پڑھنے سے جی اتر جاتا ہے دلچسپی نہیں رہتی۔ مگر قرآن شریف بلا سمجھے ہوئے بھی جس قدر بار بار پڑھا جاتا ہے ایک نیا لطف آتا ہے۔

تیسری دلیل

کلام انسانی اس طرح لفظ بہ لفظ حرف بہ حرف حفظ نہیں ہوا کرتا اور نہ

اس قدر حفاظ کی کوشش ہوا کرتی ہے۔ آج بھی کروڑوں مسلمان اس کلام الٰہی کے حافظ دنیا میں موجود ہیں۔

چوتھی دلیل

جس طرح یہ قرآن شریف نازل ہوا تھا۔ بعینہٖ اسی طرح حرف بحرف موجود ہے۔ ذرا بھی تغیر نہیں ہوا۔ زیر، زبر، حرکت، سکون، تشدید، مد وغیرہ اسی طرح باقی ہیں۔

پانچویں دلیل

تواتر کے ساتھ اسی طرح نقل ہوتا چلا آرہا ہے جس طرح کہ جن حروف و آیات کے ساتھ نازل ہوا تھا۔ اور تواتر دلائل قطعیہ میں سے ایک مسلّم دلیل قطعی ہے۔

چھٹی دلیل

عرب میں فصاحت کلام کی قدر صدیوں سے چلی آرہی تھی یہاں تک کہ جو قصیدہ یا اشعار مرغوب تر ہوتے وہ خانہ کعبہ کی دیوار پر بحسب مراتب اوپر نیچے لگا دیئے جاتے۔ زمانہ سعادت نبوت تک سات قصیدے اسی طرح آویزاں تھے۔ جن کو سبعہ معلقہ کہتے ہیں۔ ان میں امراء القیس کا قصیدہ سب سے

اُتر گیا۔ جب یہ آیت نازل ہوئی۔

وَقِيلَ يَا أَرْضُ ابْلَعِي مَاءَكِ وَيَا سَمَاءُ أَقْلِعِي وَغِيضَ الْمَاءُ وَقُضِيَ الْأَمْرُ وَاسْتَوَتْ عَلَى الْجُودِيِّ وَقِيلَ بُعْدًا لِلْقَوْمِ الظَّالِمِينَ	حکم ہوگیا کہ اے زمین اپنا پانی نگل جا اور اے آسمان تھم جا۔ بس پانی گھٹ گیا اور قصہ ختم ہوا اور کشتی (کوہ) جودی پر آٹھہری اور کہہ دیا گیا کہ کافر لوگ رحمت سے دور۔

تو اس وقت شاعر امراءالقیس وفات پا چکا تھا۔ اس کی بہن زندہ تھی۔ اس نے اس کو سُن کر کہا کہ اب کسی کلام کرنے کی گنجائش نہیں رہی اور میرے بھائی کے قصیدہ کا بھی افتخار جاتا رہا۔ یہ کہہ کر اس نے کعبہ کی دیوار سے وہ قصیدہ نوچ ڈالا۔ پس جب سب سے اونچا قصیدہ نہ رہا تو باقی بھی اتار دیئے گئے۔

تاریخ و سیر کے ملاحظہ سے بھی معلوم ہوا کہ نزول قرآن کے وقت جمیع فصحاء بلغا باوجود کثرت مہارت اور جوش و تعصب و مخالفت کے جو کر مقابلہ پر آمادہ کرتا ہے اس کے مقابلے سے عاجز و قاصر ہو گئے۔

لہٰذا یہ قوی روشن دلائل ہیں کہ یہ کلام پاک اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے نازل کیا ہوا ہے۔

نزولِ قرآن کا آغاز

س: قرآن شریف ابتداءً کہاں نازل ہوا؟

ج : بمقام غار حرا میں نازل ہوا۔ جب کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس غار میں خدا تعالیٰ کی عبادت کے لیے تشریف لے جایا کرتے تھے اور کئی کئی روز وہاں رہتے تھے۔ اس مقام پر قرآن شریف کا نزول ابتداءً اس طرح ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ اس غار میں تشریف رکھتے تھے کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے اور فرمایا اِقْرَأْ یعنی پڑھو۔ آپ نے فرمایا کہ میں پڑھا ہوا نہیں۔ اسی طرح تین بار فرمایا۔ پھر چوتھی مرتبہ جبرئیل علیہ السلام نے کہا

اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ ۞ خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۞ اِقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ ۞ الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۞ عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ

اے پیغمبر! آپ قرآن اپنے رب کا نام لے کر پڑھا کیجیے جس نے انسان کو خون کے لوتھڑے سے پیدا کیا۔ آپ قرآن پڑھا کیجیے اور آپ کا رب بڑا کریم ہے جس نے قلم سے تعلیم دی۔ انسان کو ان چیزوں کی تعلیم دی جن کو وہ نہ جانتا تھا۔

یہ سن کر آپ نے سب آیتیں پڑھیں۔

س ۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ سب سے پہلے آیتیں نازل ہوئیں جو سورۂ علق کی ہیں۔ مگر قرآن شریف میں اس طرح سے ابتداء نہیں۔ اس کی کیا وجہ ہے؟

ج : عزیز من! قرآن شریف کا نزول تو موقع اور ضرورت کے لحاظ سے ہوتا تھا، مگر جب آیات نازل ہوتی تھیں تو آپ بامر الٰہی بواسطہ جبرئیل علیہ السلام فرما دیا کرتے تھے کہ فلاں جگہ فلاں آیت اور فلاں جگہ فلاں سورت

لکھ دی جائے۔ لہٰذا ترتیب نزول موقع وضرورت سے ہوئی اور قرآن کی موجودہ ترتیب دوسری ہے اور چونکہ ربط وجوڑ آیات وسورتوں کا جن آیات اور سورتوں سے ہوتا تھا۔ اسی جگہ پر ان آیات اور سورتوں کو رکھنے کا حکم ہوتا تھا۔ اس لیے ترتیب نزول اور ترتیب نظم میں اختلاف ہوگیا کہ ترتیب نزول اور ہے اور ترتیب نظم بحکم الٰہی دوسری ہے۔

ایک اعتراض کا جواب

س: ایک فرقہ کہتا ہے کہ دس پارہ قرآن شریف میں سے سنیوں نے نکال دیئے۔ اس کا کیا جواب ہے

بعزیزمن! اس کا جواب نہایت سہل ہے۔

اوّل: یہ کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ ہی میں بہت حفاظ تھے۔ کیونکہ وارومدار قرآن مجید کا حفظ پر تھا۔ مثلاً ابی ابن کعبؓ۔ معاذ ابن جبلؓ زید ابن ثابتؓ۔ ابودرداءؓ وغیرہم۔

دوسرے تمام اُمت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتحیہ کا اس امر پر اتفاق ہے کہ جو قرآن مجید اس وقت موجود ہے۔ یہ بعینہٖ وہی ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا اور اس میں کوئی کمی بیشی نہیں ہوئی۔ حضرات اہل سنت والجماعت کے علاوہ علمائے محققین شیعہ کا بھی یہی مذہب وقول ہے چنانچہ محمد ابن علی ابن بابویہ شیعی اپنے رسالہ اعتقادیہ میں لکھتے ہیں کہ جو قرآن حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا ہے وہ یہی ہے جو اب موجود ہے۔

تیسرے یہ کہ تفسیر مجمع البیان جو اہلِ تشیع میں بہت معتبر تفسیر ہے اس تفسیر میں سید مرتضیٰ بھی یہی کہتے ہیں۔

چوتھے یہ کہ ملا صادق شرح کافی کلینی شیعوں کی مشہور کتاب میں لکھتے ہیں کہ یہ قرآن جس طرح نازل ہوا تھا اسی طرح امام مہدی تک صحیح سالم رہے گا۔ اس کے علاوہ تمام علماء شیعہ اسی خیال کی بڑے شد و مد کے ساتھ تصدیق کرتے ہیں لہٰذا کسی غیر محقق کا ایسا قول ہرگز قابلِ التفات نہیں۔

س : آپ نے کہا ہے کہ یہ قرآن شریف تیئیس سال میں تھوڑا تھوڑا نازل ہوا۔ اور ہم نے یہ بھی سُنا ہے کہ رمضان شریف میں آترا۔ اور پھر یہ بھی سُنا ہے کہ شب قدر میں نازل ہوا۔ یہ اختلاف کیسا؟

ج : جی ہاں پورا علم نہ ہونے کی وجہ سے ایسے بیانات کو اختلافات پر محمول کر بیٹھتے ہیں۔

سُنیے! ان تینوں باتوں میں کوئی اختلاف نہیں۔ یہ سب باتیں صحیح ہیں۔ اس طرح سے کہ اوّل قرآن شریف لوحِ محفوظ سے ایک ساتھ آسمانِ دُنیا پر نازل ہوا۔ جس کو شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ میں بیان کیا گیا ہے۔ یعنی یہ رمضان کا مہینہ وُہ ہے جس میں قرآن شریف کو اُتارا گیا اور یہ نزول رمضان شریف کی شب قدر میں ہوا جیسا کہ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِیْ لَیْلَةِ الْقَدْرِ میں بیان فرمایا گیا۔ پھر تھوڑا تھوڑا حسبِ موقع و ضرورت تیئیس سال تک نازل ہوتا رہا۔ لہٰذا تینوں باتوں میں کچھ اختلاف نہیں تینوں صحیح ہیں۔

عصمتِ انبیاءؑ

قیقت عصمت

کیا نبی کا معصوم ہونا ضروری ہے؟ اس پر کیا دلیل ہے اور
معصوم ہونے کا کیا مطلب ہے؟

ج: جب یہ معلوم ہو گیا کہ نبوت ایک خاص الخاص منصب و عہدہ
نسان کے سنورنے اور رشد و ہدایت کے لیے ہے، تو لازم ہے کہ نبی ہر
ے کامیاب اور معصوم ہستی ہو، اس لیے وہ ہر اعتبار سے سب پر
الب ہوتا ہے، اور اپنی ذات و صفات میں معصوم ہوتا ہے، تو نبی کے
معصوم ہونے کا مطلب یہ ہوا کہ چونکہ نبوت کا عہدہ ایک منتخب عہدہ
ن جانب اللہ ہے، لہٰذا نبی میں کسی قسم کا نقص نہ ہونا چاہیے، جیسا کہ
بادشاہ کسی کو خاص عہدہ و افسرانے کا دے کر بھیجے تو وہ دو باتوں پر نظر
رے گا۔ ایک تو یہ کہ اس کو انتظام ملکی کا سلیقہ اعلیٰ درجہ کا ہو، دوسرے یہ

کہ اس میں گورنمنٹ کی پوری پوری اطاعت ہو، کامل وفادار ہو۔ یہی وجہ ہے کہ اگر کوئی شخص وائسرائے میں قابلیتِ انتظام کے سلسلہ میں عیب نکالے اس کی وفاداری و طاعت پر اعتراض کرے، تو وہ عیب نکالنا اور اعتراض کرنا درحقیقت بادشاہ پر اعتراض اور اس پر عیب لگانا ہوگا۔ اسی لیے وہ توہینِ شاہی کا مجرم قرار دے کر مستحقِ سزا ہوتا ہے۔ حالانکہ شاہانِ دنیا کا علم محیط نہیں، انتخاب میں غلطی ہو جانا بعید نہیں۔ اسی طرح عہدہ نبوت کو خیال کیا جائے کہ یہ انتخاب ایسی ذات کی طرف سے ہے جس کا علم محیط ہے، غلطی کا ذرا احتمال نہیں۔ لازماً یہ عہدہ اسی شخص کو عطا ہوگا جس میں اس عہدہ کی پوری قابلیت ہوگی۔ خالق برتر کا پورا پورا تابع فرمان اور وفادار ہو۔ جو کچھ کرتا اور کہتا ہو اسی ذاتِ واحد کی مرضی اور اشارہ پر کرتا اور کہتا ہو۔ مخالفتِ حق کا ذرہ برابر بھی شائبہ نہ ہو یہی معنی نبی کی عصمت اور معصوم ہونے کے۔ پس ثابت ہوا کہ نبی کا معصوم ہونا ضروری ہے۔

دوسری دلیل اگر نبی کو معصوم نہ مانا جائے گا تو اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں کو نبی کے قول و فعل پر اِمتثال، اور نبی کے قول و فعل کی متابعت کا کلیۃً کس طرح حکم کرنا درست ہو سکتا تھا۔ کیونکہ جب نبی معصوم نہ ہوگا تو صدور فعل معصیت کا اس سے مانا جائے گا۔ اور جب فعل معصیت کا صدور ہوا۔ اور ادھر اس کے فعل کی تابعداری کا اُمت کو حکم بھی ہے حتیٰ کہ نبی کی طاعت کو اللہ تعالیٰ نے اپنی اطاعت فرمایا چنانچہ ارشاد ہے۔ مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ۔ یعنی جو رسول کی اطاعت کرے گا

اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرے گا۔ اور فرمایا۔ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ
اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ یعنی کہدو اے محمد صلی اللہ علیہ
وسلم اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میرا اتباع کرو اللہ تعالیٰ تم کو دوست
رکھے گا۔ اور فرمایا۔ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ تمہارے
لیے اے لوگو! اللہ کے رسول میں اچھے نمونے ہیں، ایسے بننا۔ اور فرمایا۔
وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِیُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ۔ کہ جو کوئی بھی رسول بھیجا گیا
وہ اسی لیے بھیجا گیا کہ بحکم الٰہی اس کی اطاعت کی جاوے، تو جب نبی کا آنا
اسی کی اطاعت اور اس کی پیروی کے لیے ہے اور پھر اس کو معصوم نہ
مانا جائے، بلکہ اس سے العیاذ باللہ معصیت کا صدور بھی مانا جائے تو لازم
آتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے اپنے بندوں کو باتباع نبی معصیت کی بھی اجازت
دے دی۔ اور حالانکہ یہ ذات حق سے ممکن نہیں۔

پس ضروری ہوا کہ نبی معصیت و نافرمانی سے بالکلیہ پاک و صاف ہو۔
نبی کا ہر قول و فعل ذات حق کی مرضی کے موافق ہو۔ یہی معنیٰ ہیں عصمت
کے۔ پس اس سے بھی ثابت ہوا کہ نبی معصوم ہوتا ہے۔

تیسری دلیل اگر نبی معصوم نہ ہو تو پھر لازم آتا ہے کہ نبی کو بھی ہدایت طلب
کرنے میں مثل دیگر انسانوں کے دوسرے نبی کی طرف حاجت ہو۔ اور اگر
وہ بھی معصوم نہ ہو تو پھر اس کو کسی تیسرے نبی کی طرف احتیاج ہوگی۔ اپنی ہدایت
میں۔ اسی طرح اگر یہ سلسلہ چلتا رہے گا تو تسلسل لازم آئے گا جو کہ محال
ہے، تو لامحالہ انسان کی ہدایت کے لیے ایک با کمال شخص ایسا ہونا چاہیے

جو عمداً سہواً چھوٹے بڑے گناہوں سے پاک ہو اور جو تمام صفات میں افضل ہو، اور جلال و جمال اور مکارم اخلاق کا جامع ہو اگر ایسا نہ ہو تو اللہ تعالیٰ کے مقصد کے خلاف لازم آئے گا اور یہ جائز نہیں، پس نبی کا ہر اعتبار سے معصوم ہونا ضروری ہے اور ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خصوصیت کے ساتھ تمام خلائق حتیٰ کہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام سے بھی افضل ہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معصوم ہونا بدرجہ اتم ثابت ہوا۔

معجزات

حقیقتِ معجزہ

س: معجزہ کسے کہتے ہیں؟

ج: معجزہ اس کو کہتے ہیں کہ بدوں کسی سبب مادی، روحی اور قوت خیالیہ کے نبی سے کسی ایسی عجیب بات کا ظہور ہو جو خلاف عادت ہو، اور اگر کسی متشرع متبع نبی سے کوئی ایسی بات صادر ہو جو خلاف عادت ہو تو اس کو کرامت کہتے ہیں۔ اور کرامت حق ہے اور وفات کے بعد بھی کرامت کا امکان ہے۔

ثبوتِ معجزہ

س: معجزہ کا ثبوت بہ دلائل عقلیہ بیان کیجیے۔

• ج: معجزہ بھی کسی چیز کے ثبوت کے لیے عقلی امکان کافی ہوتا ہے اور خبر متواتر سے وقوع کی قطعیت ثابت ہوتی ہے۔ کیونکہ کسی چیز کے علم قطعی کے لیے تین ہی ذریعے ہیں عقل۔ حواس خمسہ ظاہرہ یعنی سننا، چھونا، سونگھنا، دیکھنا، چکھنا اور تیسرے خبر متواتر یعنی جہاں استحالۂ عقلی نہ ہو وہاں عقلی امکان کے ساتھ

ثبوت قطعی کے لیے نقلی دلیل جو کہ منصوص اور خبر متواتر کے طریقے سے ہو وہ قطعی طور پہ ماننے کے لیے مثبت ہوتی ہے۔

لہٰذا اب غور کیجیے۔ کہ کسی کام کا کرنا اس کے فاعل کی قوت پر موقوف ہے۔ جس قدر فاعل کی قوت ہوگی اسی قدر اس سے فعل قوی صادر ہوگا، یہ بات بدیہی ہے۔ اس پر کسی دلیل کے قائم کرنے کی حاجت نہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ اجسام اور جواہر مجردہ میں اصل مبدأ قوت کی لطافت و کثافت کے لحاظ سے قوی اور ضعیف ہوتا رہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آگ کی قوت سے پانی کی قوت، اور پانی کی قوت سے ہوا کی قوت زیادہ ہوتی ہے اور آگ کی قوت اس کی لطافت کی وجہ سے سب سے زیادہ ہے۔

اس لیے جس کے قوام بدن میں لطیف اور ہلکا جز جس قدر زیادہ ہوگا اسی قدر ان کے افعال بہت قوی ہوں گے، چنانچہ فرشتوں کا مادہ نہایت لطیف ہوتا ہے تو ان کے افعال جنات سے بھی زیادہ قوی ہوں گے، یہی حال روح کا ہے کہ اپنی لطافت کی وجہ سے بشرطیکہ جسمانی کثافت اس پر غالب نہ ہو نہایت عجیب وغریب کام کر گزرتی ہے، روحانی قوت ہی کے تو یہ کرشمے ہیں کہ بہت سے اولیاء اللہ کے ایسے واقعات ہیں کہ ابھی بیت اللہ شریف میں ہیں اور فوراً ہی اس کے بعد دوسری جگہ نظر آتے ہیں۔ مسافت بعیدہ کو چند سیکنڈوں میں طے کر لیتے ہیں۔ یہ سب کس چیز کے کرشمے ہیں؟ یہ سب روحانیت ہی کے تو کرشمے ہیں جن کو کرامت کہا جاتا ہے اور انبیاء کرام کی روحانیت کا کیا کہنا، وہ تو سب سے لطیف کیا بلکہ الطف ہوتی ہے، یہی وجہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ مبارک کے اشارہ سے چاند

کے دو ٹکڑے ہو گئے، شجر و حجر آپ کو سلام کرتے، کنکریوں کی تسبیحات کو آپ سنتے، یہ سب معجزات کی قبیل سے ہے۔

یہ ایسی چیزیں ہیں کہ جو کسی حکمت اور خواص اشیاء سے نہیں ہو سکتیں چاند کا شق ہو جانا، دریا کا کھڑا ہو جانا۔ ایک دن کے بچہ کا باتیں کرنا، مردوں کا زندہ کرنا۔ پہاڑ کا سر پہ آ جانا، لکڑی کا چیخ چیخ کر رونا۔ انگلیوں سے پانی جاری ہو جانا۔ ایسی باتیں نہیں جو حکمت یا خواص اشیاء سے ظاہر ہو جا۔

عقل جائز رکھتی ہے کہ ایسی چیزیں کہ جن کا سبب نہ خواص اشیاء ہوں اور نہ حکمت ہو، وہ کسی دوسری ہی قوت کا اثر ہے۔ اسی کو معجزہ کہا جاتا ہے۔ پس دلیل مذکور سے معجزہ کا امکان ثابت ہو گیا۔ خلاف عقل نہ ہوا۔ لیکن معجزہ نبی ہی سے صادر ہوتا ہے۔ اگر نبی کے متبع سے کوئی ایسی بات ظہور میں آوے تو وہ کرامت کہلاتی ہے۔ اور اگر کافر سے ظاہر ہو تو وہ استدراج یعنی شیطانی وضلال ہے۔

ضرورت معجزہ

س: نبی کے لیے کیا معجزہ ضروری ہے؟ اگر ہے تو کیوں؟

ج: جی ہاں نبی کے لیے معجزہ کا ہونا ضروری ہے۔ کیونکہ نبی ایک خاص منصب رکھتا ہے، شاہی آدمی ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ کوئی دلیل اور علامت شاہی آدمی ہونے کی رکھتا ہو۔ اسی وجہ سے جس زمانہ میں جس فن میں لوگ مہارت و کمال رکھتے تھے، اسی قسم کا معجزہ شاہی آدمی یعنی نبی کو عطا کیا جاتا رہا

تاکہ اہل فن بالخصوص جان سکیں کہ یہ چیز فن سے بالاتر ہے اور ان کی تصدیق سے دوسرے عامۃ الناس کو ہدایت میں سہولت ہو کیونکہ اس قسم کے فن کے ماہرین کا باتفاق اقرار کرنا کہ یہ فن سے بالاتر ہے بہت بڑی تصدیق ہے۔ اور یہی معجزہ ہے تو ان اہل فن کے اقرار و تسلیم سے غیر اہل فن کو اس کا معجزہ ہونا معلوم ہوگا اس لیے کہ اس بات کو عقل تسلیم نہیں کرتی کہ ایک بہت بڑا گروہ ایک جھوٹی بات پر اتفاق کرے۔ پس جب اس قدر اہل فن جن کا خطا پر متفق ہو جانے کا احتمال ہو متفق ہو کر جب ایک ہی بات کہیں، اور اقرار کریں، کہ یہ کام فن طب وغیرہ کا نہیں بلکہ معجزہ ہے تو اس صورت میں ناواقفوں کو ان خوارق عادات کے معجزہ ہونے کا علم ہو جائے گا اور اس سے یہ بات بھی معلوم ہو جائے گی کہ معجزہ کا فاعل نبی ہے اور جو کام مدعی نبوت نے کیا ہے وہ معجزہ ہے۔ صنعت و حرفت یا شعبدہ سے نہیں ہے۔ اس طرح سے جب اس نبی کا زمانہ گذر جاتا ہے اور اس زمانہ کے آدمیوں میں سے جنہوں نے اپنی مہارت اور علم کے سبب اس معجزہ کا معجزہ ہونا جان لیا ہو، تو پچھلوں کو ان اگلوں سے یہ علم اور تصدیق حاصل ہوتی ہے جس سے نبی پر ایمان لاتے ہیں چنانچہ اسی وجہ سے ہدایت کا طریقہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہمیشہ ایسا جاری رہا کہ ہر پیغمبر اور نبی کے زمانہ میں جس علم و فن کی وجہ سے امت کو ضلالت ہوتی تھی وہی معجزہ اس نبی کو خاص کر عطا ہوا۔ جیسے موسیٰ علیہ السلام کی قوم میں سحر کا زیادہ زور تھا تو انہیں ابطال سحر کا معجزہ ملا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قوم میں فن طب کا چرچا تھا تو انہیں شفاءِ امراض لاعلاج مثل برص، حقیقی اور اندھا مادرزاد کا معجزہ ملا۔ حضرت داؤد

علیہ السلام کی قوم میں موسیقی کا کمال تھا، تو انہیں ایسی خوش الحان آواز کا معجزہ دیا
گیا کہ تلاوت زبور کے وقت وحوش و طیور، چرپائے، درندے ان کے پاس
جمع ہو جاتے تھے اور ہمارے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قوم کو فصاحت و
بلاغت کا بڑا فخر تھا تو آپ کو معجزہ فصاحت و بلاغت دیگر معجزات کے علاوہ خصوصیت سے عطا ہوا۔
پس ثابت ہوا کہ نبی کے لیے معجزہ کا ہونا ضروری ہے اور ہر زمانہ
کے اعتبار سے ویسا ہی معجزہ نبی کو عطا کیا جاتا ہے، جس کی اس وقت
ضرورت ہوتی ہے۔

معجزہ اور غیر معجزہ میں فرق

س: جب غیر نبی بلکہ کافر وغیرہ سے بھی ایسی باتیں خلاف عادت
ظاہر ہو سکتی ہیں تو پھر معجزہ اور غیر معجزہ میں کیا فرق ہے؟

ج: روحانی قوت کے دو طریقے ہیں۔ ایک بواسطہ اسباب، دوسرا
بلاواسطہ اسباب، اسباب کے واسطے سے، جیسے کھانا، پینا، چلنا، پھرنا،
طرح طرح کی صنعتیں ایجاد کرنا جو عالم اسباب میں انسان سے واقع ہوتی ہوں،
پس یہ طریق تو کسی شرط تجرد وغیرہ پر موقوف نہیں، بلکہ بعض کام تو عالم کے
جسمانی کثافت ہی کی وجہ سے صادر ہوتے ہیں، کیونکہ جسم ان کے لیے شرط
ہوتا ہے مگر پھر بھی یہ سب افعال روح کے واسطے سے ہوتے ہیں۔ جب
روح جسم سے تعلق اٹھا لیتی ہے جس کو موت کہتے ہیں تب کوئی کام نہیں ہوتا۔
دوسرا طریق یہ ہے کہ جب روح کثافت جسمانی اور حیوانی ظلمت

سے نجات ہوتی ہے اور آثار تجرّد اس پر غالب آجاتے ہیں، تو اس کی قوت نہایت گہری ہو جاتی ہے۔ پھر ان سے وہ افعال سرزد ہوتے ہیں، جو ظاہری اسباب اور قانون قدرت کے خلاف ہوتے ہیں۔ پھر اس کی دو صورتیں ہیں۔ ایک صورت یہ ہے کہ ریاضت و مجاہدات شدیدہ سے بدن کے مادی اور کثافت کے حالات مضمحل و پژمردہ ہو گئے۔ اور روح یعنی نفس ناطقہ کے تازہ ہو گئے۔ اس میں مومن کافر سب شریک ہیں کہ کافر سے بھی ریاضت و مجاہدہ کے ایسے کارنامے سرزد ہو جاتے ہیں جو عام لوگوں سے نہیں ہو سکتے۔ مگر ایسے خوارق نبی کے برابر تو کیا حضرت انبیاء کرام علیہم السلام کے متبعین جو ریاضات و مجاہدات کرنے والے ہیں ان کے برابر بھی نہیں ہو سکتے۔ جیسے اجمیر شریف میں ایک جوگی (فقیر) کا ہوا میں اڑنا اور حضرت شیخ فرید الدین شکر گنج کی کھڑاؤں کا ہوا میں اڑ کر اس جوگی سے بلند پرواز کر جانا اور جوگی کے سر پر کھڑاؤں کا لگنا اور جوگی کا نیچے اتر کر حضرت شیخ فرید الدین شکر گنجؒ سے بیعت ہو جانا۔ اسی طریقے سے قصبہ گنگوہ (ضلع سہارنپور) میں ایک جوگی کا اپنی کوٹھری میں پانی ہو جانا۔ اور حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ کا بھی پانی ہو جانا پھر ہر ایک کے بھیگے ہوئے کپڑوں کا سونگھنا، جوگی کے کپڑے سے بدبو آنا اور حضرت شیخ عبدالقدوسؒ کے بھیگے ہوئے کپڑوں سے خوشبو آنا، یہ دیکھ کر جوگی کا مسلمان ہو جانا، تو جو شخص متبع نبی اور صاحب ریاضت بھی ہو تو اس کے خوارق کے برابر یا مشابہ ہو سکیں، اصلاً اس کا تو ذکر ہی کیا۔

دوسری صورت یہ ہے کہ روح ہمہ تن عالم قدس ذات باری کی طرف

ہو جاتے۔ پھر اس پر وہاں کے انوار ایسے فائض ہوں کہ جس طرح آئینہ میں
اب کے انوار چمکتے ہیں۔ تب اس کو خالق پروردگار رب العزت سے ایسی خاص
بت پیدا ہو جاتی ہے کہ جیسے آگ کی صحبت اور مقاربت سے لوہا سرخ
مثل انگارہ کے ہو جاتا ہے اور پھول کی صحبت سے مٹی دماغ کو معطر کرنے
والی ہو جاتی ہے۔ پھر ایسے نفس سے متعجب نہ ہونا چاہیئے جو انوار الٰہی سے
اور چمک گیا ہو۔ سو یہ مرتبہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کو اور ان کے بعد
کے متبعین اولیاء کو نصیب ہوتا ہے۔ پس پھر اس عارف کا ہاتھ خدا کا ہاتھ،
کی زبان خدا کی زبان۔ اس کی آنکھ خدا کی آنکھ ہو جاتی ہے۔ عارف جب حق تعالیٰ
یا پر تو پڑتا ہے کہ اس کے آثار اس میں ظہور کرنے لگتے ہیں۔ اور فلاسفہ بھی
کو تسلیم کرتے ہیں کہ جب کسی آدمی کا بدن اس کا مطیع ہو جاتا ہے تو اس کی
عت پر تمام عناصر کا ہیولیٰ بھی اس کے تصرف میں آجاتا ہے اور وہ ہو جاتا
اس سے کام لے سکتا ہے۔ بطور نظیر سمجھو کہ نفس انسانی بدن کا مطیع نہیں
بلکہ اس کے برعکس جو کچھ نفس تصور کر رہا ہے اس کے مطابق بدن میں اثر ظاہر
نے لگتا ہے۔ چنانچہ خیالات وخوف اور غصہ کے وقت بدن فوراً سرخ زرد اور
ہو جاتا ہے۔ اور دیکھو انسان دیوار پر چلنے سے گر پڑتا ہے کیونکہ اس کو خیال آتا
کہ میں اتنی سی پتلی اور بلند دیوار پر چلوں گا تو گر جاؤں گا۔ حالانکہ زمین پر اس سے
کم چوڑی جگہ پر چل سکتا ہے بلکہ دوڑ لیتا ہے تو جب کہ نفس بدن کا مطیع نہیں ہے
کے باوجود اس کے خیالات کے ساتھ بدن متاثر ہو سکتا ہے تو کسی طرح بعید نہیں
نفس ہی کو ایسی قوت حاصل ہو جائے کہ ہیولات عناصر عالم اس کے ارادہ کے تابع

ہو جائیں اور اس سے معجزہ کا صدور ہو جائے، مگر چونکہ نبی کا ارادہ اور خیال ذاتِ حق کی مرضی کے ساتھ ہے اس لیے ذاتِ احدیت کی مرضی نہ پانے پر اپنے ارادہ کو کام میں نہیں لاتا اور معجزہ سے رک جاتا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی مرضی اور حکم کے ماتحت ہی معجزہ کا صدور نبی سے ہوتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض معجزات

س: کیا آپ سے کچھ معجزے بھی ظاہر ہوئے ہیں؟

ج: ہر پیغمبر کو معجزے دیے جاتے ہیں تا کہ لوگوں پر ان کا پیغمبر ہونا خوب ظاہر ہو جائے چنانچہ آپ سے بھی بے شمار معجزے ظاہر ہوئے ہیں۔

اول، شق قمر: جب آپ سے کفارِ مکہ نے چاند کے دو ٹکڑے کرنے کے لیے کہا تو آپ نے چاند کی طرف انگلی مبارک سے اشارہ کیا، چاند کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ اس کی شہادت تواریخ میں موجود ہے۔ راجہ جے سنگھ نے اپنے بالاخانہ سے چاند کے دو ٹکڑے ہوتے ہوئے دیکھے اور نجومیوں سے معلوم کیا، تو انہوں نے کہا کہ معلوم ہوتا ہے عرب میں نبی آخر الزماں پیدا ہو گئے ہیں۔ اس سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے۔ چنانچہ تصدیق کے لیے دن، تاریخ لے کر ایک شخص کو مکہ معظمہ پہنچا، اور تصدیق کر کے واپس آیا۔

ےمزید تحقیق کے لیے حکیم الامت حضرت تھانویؒ کی کتاب حقانیتِ اسلام ملاحظہ فرمائیں۔

دوسرا معجزہ یہ ہے کہ ایک شکاری نے بچوں والی ہرنی کو پکڑ لیا تھا
سول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اُدھر سے گذر ہوا۔ ہرنی نے کہا یا رسول اللہ
ے جال سے نکال دیجئے۔ میں اپنے بچوں کو دودھ پلا آؤں، پھر لوٹ کر آجاؤں
یا آپ نے چھوڑ دی۔ اتنے میں شکاری آگیا، دیکھا تو ہرنی نہیں، عرض کیا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری ہرنی کہاں گئی۔ فرمایا ابھی آتی ہے بچوں
و دودھ پلانے گئی ہے، چنانچہ تھوڑی دیر میں ہرنی دودھ پلا کر آگئی۔

تیسرا معجزہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ آپ کو قضاء حاجت کی ضرورت پیش
ائی، آڑ کی کوئی چیز موجود نہ تھی۔ آپ نے ایک درخت کی شاخ پکڑ کر فرمایا۔
باذنِ اللہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے یعنی میری اطاعت کر، چنانچہ وہ تابع ہو گیا
سی طرح دوسرے درخت سے فرمایا وہ بھی تابع ہو کر ساتھ ہو لیا، اور اس
رخت سے مل گیا، آپ نے اپنی حاجت پوری کی، پھر وہ دونوں درخت جدا
ہو کر اپنی اپنی جگہ پہنچ گئے۔

چوتھا معجزہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ زورا میں تین سو آدمی تھے۔ وضو کے
یے پانی بالکل نہ تھا۔ آپ نے ایک برتن منگا کر اپنی انگلیاں اس میں ڈال دیں
بس پانی آپ کی انگلیوں سے جاری ہو گیا، تمام حاضرین نے وضو کیا۔

پانچواں معجزہ ان واقعات کے متعلق جو آپ نے بے دیکھے بیان فرمائے
جیسے بخاری نے ابن مالکؓ سے روایت کی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے (غزوہ موتہ کے قصہ میں) زیدؓ، جعفرؓ، اور عبداللہ ابن رواحہؓ کی شہادت
کی خبر لوگوں کو سنا دی، قبل اس کے کہ خبر آتے اور آپ نے فرمایا کہ علم لیا

زید نے۔ پس شہید ہوا اور آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ اور پھر فرمایا کہ آخر کو ایک خدا کی تلوار (یعنی حضرت خالدؓ) نے علم لیا اور فتح حاصل ہوئی (پھر اسی کے مطابق خبر آئی)

چھٹا معجزہ ظہورِ برکت کے متعلق ہے جیسے بیہقی اور طبرانی اور ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے کہ حبیب بن فدیک کے باپ کے آنکھوں میں پھلی پڑ گئی اور بالکل اندھے ہو گئے۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی آنکھوں پر دم کیا، اسی وقت ان کی آنکھیں اچھی ہو گئیں۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے انہیں اسّی برس کی عمر میں سوئی میں ڈورا ڈالتے ہوئے دیکھا ہے۔

ساتواں معجزہ ایک جنیہ کے متعلق ہے جس کو ترمذی نے حضرت ابو ایوب انصاریؓ سے روایت کیا ہے کہ ان کی ایک بخاری تھی جس میں خرمے بھرے تھے۔ سو ایک جنیہ آ کر اس میں سے نکال لے جاتی۔ انہوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں اس کی شکایت کی آپ نے فرمایا جاؤ، اور اب جب اس کو دیکھو تو یوں کہنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بلانے پر چل۔ سو انہوں نے اس کو پکڑ لیا۔ پھر اس کے قسم کھانے پر کہ اب نہ آوے گی چھوڑ دیا تھا۔ الی آخر الحدیث۔

یہ آپ کا معجزہ ہے کہ باوجود اس کے مومن نہ ہونے کے محض آپ کے نام کی برکت سے گرفتار ہو گئی۔

آٹھواں معجزہ خاک کے متعلق ہے، جس کو صحیحین میں حضرت ابو بکرؓ سے روایت کیا ہے کہ ہمارا پیچھا کیا (یعنی سفرِ ہجرت میں) سراقہ بن مالک نے،

نے انہیں دیکھ کر کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہمیں ایک شخص
۔ آپ نے فرمایا کہ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا یعنی غم مت کر، اللہ تعالیٰ
ساتھ ہے۔ پھر آپ نے سراقہ کے لیے بددعا کی۔ سو اس کا گھوڑا پیٹ
ت زمین میں گھس گیا۔ اس نے کہا کہ مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تم دونوں
ں نے میرے لیے بددعا کی ہے۔ اب دعا کرو کہ میں نجات پاؤں اور
ھاتا ہوں کہ تمہارے طلب کرنے والوں کو میں پھیر دوں گا۔ آنحضرت صلی اللہ
نے اس کی نجات کے لیے دعا کی۔ سو اس نے نجات پائی اور پھر
جو کوئی اسے ملتا تھا اسے پھیر دیتا تھا اور کہہ دیتا تھا کہ ادھر کوئی نہیں ہے۔

نواں معجزہ ترمذی نے حضرت علیؓ سے روایت کی ہے کہ میں آنحضرت
علیہ وسلم کے ساتھ مکہ میں تھا، سو آپ بعض اطراف مکہ کی طرف نکلے
بھی آپ کے ساتھ تھا۔ سو جو پہاڑ یا درخت سامنے آتا وہ یہ کہتا تھا
علیک یا رسول اللہ۔

دسواں معجزہ امام بیہقی نے سفینہ سے روایت کی ہے کہ میں دریائے شور
جہاز ٹوٹ گیا، میں ایک تختہ پر بیٹھ گیا، بہتے بہتے ایک نیستان میں
وہاں مجھے ایک شیر ملا۔ اور میری طرف آیا، میں نے کہا کہ میں جناب
ل اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام آزاد ہوں۔ وہ شیر میری طرف جھک آیا۔ اور
ندھا میرے بدن میں مارا۔ پھر میرے ساتھ چلا، یہاں تک کہ مجھے راہ پر کھڑا
اور تھوڑی دیر ٹھہر کر ایک بار کچھ آواز کرتا رہا اور میرے
نے اپنی دم ہلا دی، میں سمجھا کہ اب یہ مجھے رخصت کرتا ہے۔

اور سب سے بڑا معجزہ تو قرآن مجید ہے کہ جس طرح نازل ہوا اُسی طرح موجود ہے۔ ذرا برابر بھی فرق نہیں آیا اور نہ آئندہ آئے گا کیونکہ ہزاروں حافظ موجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ۔ کہ ہم ہی نے اس کو نازل کیا اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں بخلاف دوسری کتابوں کے جیسے توریت، انجیل، زبور، کہ ان میں ہزاروں تغیر وتبدل کر دئے اور بہت سے معجزے ہیں جن سے آپ کی رسالت کی کھلی تائید ہوتی ہے۔

قیامت

قیامت کی تعریف

س : قیامت کیا چیز ہے ؟

ج : جب دنیا میں کوئی ایک بھی اللہ اللہ کرنے والا نہ رہے گا گناہوں کی کثرت اور کفر و شرک پھیل جائے گا، تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے ایک فرشتہ جن کا نام اسرافیل علیہ السلام ہے صور پھونکیں گے، جس کی ہیبت ناک اور سخت کڑی آواز سے تمام چرند و پرند وحوش وطیور انسان و جن مرجائیں گے اور پہاڑ روئی کے گالوں کی طرح اُڑیں گے۔ زمین ریزہ ریزہ ہو جائے گی تارے تمام ٹوٹ ٹوٹ کر گر پڑیں گے۔ غرض ہر چیز فنا ہو جائے گی، اور پھر دوبارہ صور پھونکیں گے سب زندہ ہو جائیں گے۔ بس اسی کا نام قیامت ہے۔

س : قیامت کا ماننا کیوں ضروری ہوا ؟

ج : جناب ! قیامت یعنی حشر و نشر کا ہونا اس لیے ضروری ہے کہ ہم پوچھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو کیوں پیدا کیا ؟ نفع حاصل کرنے کے یا ضرر کے لئے ؛ یا کسی کے لئے بھی نہیں، اگر ضرر کے لئے پیدا کیا تو یہ شانِ رحیمی کے خلاف ہے، اور اگر کسی کے لئے بھی نہیں تو

بہ فعل اس خالق کا عبث ٹھہرے گا۔ اس لیے کہ یہ بات تو انسان کے معدوم ہونے کی حالت میں بھی تھی لہٰذا معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے نفع کے لیے پیدا کیا ہے، مگر ہم دیکھتے ہیں کہ دنیا میں نفع کم، نقصان وضرر زیادہ ہے پس ثابت ہوا کہ دنیا کا نفع تو مقصود ہے نہیں بلکہ ضروری ہے کہ دوسری زندگی ہو تاکہ انسان کامل نفع حاصل کرلے اسی کا نام قیامت، حشر ونشر ہے۔ اور اس کے تعلق ہونے پر قرآن کریم سے ثبوت ہے جو کہ آگے آئے گا۔ رہا ریزہ ریزہ ہونے کے بعد روح کا جسم سے متعلق ہو جانا۔ سو اس پہ بے شمار دلائل ہیں ہم یہاں پر صرف چند دلیلوں سے ثابت کرتے ہیں۔

<u>پہلی دلیل</u> یہ ہے کہ ظاہر بات ہے کہ جب اوّل معدوم[1] محض ہونے کی حالت میں روح کا تعلق ہو گیا تو دوبارہ بھی روح کا تعلق بدن سے جائز ہو سکتا ہے اور اجزائے بدن نے جب اوّل بار ایک خاص شکل اختیار کرلی تو دوبارہ شکل اختیار کرنے میں کیا استحالہ ہے لہٰذا دوبارہ شکل اختیار کرلینا بھی ممکن ہے۔

<u>دوسری دلیل</u> یہ ہے کہ خالق عالم قادر مطلق بھی ہے اور یہ قدرت تمام ممکنات پر حاصل ہے۔ نیز اس خالق عالم کو تمام جزئیات کا بھی علم ہے اور اشیاء کے تمام اجزاء کا بھی علم ہے۔ لہٰذا بالضرور ریزہ ریزہ کے اجزاء چاہے کہ خواہ وہ مٹی میں ملے ہوئے ہوں، یا آگ میں جلے ہوئے، یا پانی میں

---

[1] جو پہلے بالکل نہیں تھا نہ شئ، اسی کو کہا جاتا ہے کہ جس کا ذہن اور خارج میں وجود نہ ہو یا موہوم ہو۔

ملے ہوتے ہوں، سب کو تمیز کر سکتا ہے اور ترکیب دے کر مثل اول بحشر کے قائم کر سکتا ہے۔ لہٰذا یقین کر لینا چاہیے کہ حشر و نشر ممکن ہے اور ثبوت[1] قطعی بلسان انبیاء و کتب سماویہ اور قرآن کریم سے ثابت ہے جیسا کہ آگے آئیگا۔

تیسری دلیل یہ ہے کہ جب روح نے بدن انسانی سے متعلق ہو کر اخلاق حسنہ عبادات صادقہ، معارف حقہ حاصل کرنے کے لیے اس کو آلہ بنایا تو پھر جس وقت اس بدن سے روح جدا ہوئی اور اسے اپنی خدمت کا ثمرہ جیسا چاہا ویسا نہ ملا، اور جس غرض سے محنت کی تھی وہ غرض و مطلب نہ ہوا، تو نہایت ہی حسرت کا موجب ہوگا اور اگر روح نے آلۂ بدن کے ذریعہ سے لذّت دنیوی حاصل کیں، جاہ و مال حاصل کرنے میں مصروف رہا۔ اپنے آقا اور مالک حقیقی کے حقوق کو بھلا دیا اور اپنے ہم جنسوں کے حقوق تلف کیے، اور پھر اسے کوئی تکلیف نہ پہنچے تو کیا یہ کوئی عدل و انصاف ہوگا کہ دونوں برابر ہیں، یہ تو ظلم ہے اور ظلم سے اللہ تعالیٰ منزہ و پاک و صاف ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَظْلِمُ النَّاسَ شَیْئًا بے شک اللہ تعالیٰ کسی پر ذرہ برابر بھی ظلم نہیں کرتے، اس لیے قیامت، حشر نشر کا قائم ہونا جزا و سزا کے لیے ضروری ہوا۔

چوتھی دلیل۔ اس عالم ناسوت میں روح و جسم دونوں طاعت و

---

[1] ثبوت قطعی۔ اسی کو کہتے ہیں کہ جس میں کسی قسم کا شبہ نہ ہو

معصیت میں شریک ہیں۔ امر و نہی وعدہ اور وعید دونوں کے حق میں ہیں، اس لیے دونوں کو ثواب و عذاب پہنچانا ضروری ہوا، لیکن جس جسم کو پہنچانا آئے گی وہ یہی جسم ہوگا کہ جو دنیا میں تھا۔ لہٰذا روح کا مع اس جسم عنصری[1] کو نشر کے لیے موجود ہونا ضروری ہوا اور رہا اس عالم ناسوت میں تقدم اس عالم اس عالم آخرت پر، سو وہ اس مصلحت کی وجہ سے ہے کہ کمالات انسانی کی تحصیل کر کے اس عالم میں ثمرہ پا سکے اور وہ اس عالم کے تقدم پر موقوف تھا، اس لیے اس عالم دنیا میں انسان کو بھیجا گیا اور بعد حصول کمالات اس عالم میں رکنا فساد کا سبب اور خوبیوں سے محرومی کا باعث تھا، اس لیے اوّل اس عالم میں بھیجا۔ پھر اس عالم آخرت کی طرف جو اس عالم سے کہیں زیادہ اچھا ہے اٹھایا جائے گا۔

پانچویں دلیل۔ حشر و نشر اور قیامت نہ ہو تو مطیع و عاصی دونوں کا حال یکساں ہوتا بلکہ مطیع نقصان میں ہوتا، اور یہ خلاف حکمت ہے پس حشر و نشر قیامت کا انکار حکمت حق کا انکار ہے اور حکمت حق کا انکار جائز نہیں۔ پس قیامت کا انکار بھی جائز نہیں، لہٰذا قیامت کا ماننا ضروری ہوا۔

چھٹی دلیل۔ حق تعالیٰ اپنے کمال علم و قدرت کے ساتھ حکیم مطلق بھی ہیں، اس کی حکمت چاہتی ہے کہ ہر شخص کو جزا و سزا پہنچانے کے لیے قیامت کا انتظار کیا جائے، وجہ اس کی یہ ہے کہ آدمی کے تین حال ہیں۔ پہلا حال دنیا کا ہے کہ اس دنیا میں طرح طرح کی حاجتوں میں گرفتار ہے اور قسم قسم کے علاقہ قرابت و رشتہ داری اور دوستی و ہمسائگی کے تعلق

---

[1] جسم عنصری اس جسم کو کہتے ہیں جو عناصر اربعہ آگ، پانی، مٹی سے مرکب ہے

سے رکھتا ہے اور مکلف طاعت و بندگی کا ہے اور آخرت کا توشہ حاصل کرنے اور اپنے اصل سرمایہ کو نفعوں سے بڑھانے میں مشغول ہے۔

دوسرا حال برزخ[1] کا ہے، کہ مرنے کے بعد وہاں رہتا ہے، اور اس قسم کے شغلوں سے فارغ ہوتا ہے، لیکن جو کچھ رشتہ دار، بھائی بند، دوست اور مرید و شاگرد اپنی طرف سے یا اس کے کہے جانے سے اس کے وا دنیا میں کرتے ہیں۔ اس کا اثر یعنی ثواب اس کو وہاں ملتا ہے، اور اس کے نامۂ اعمال میں لکھا جاتا ہے، تو گویا کہ وہ ابھی دار العمل یعنی دنیا میں ہے اور یہی ہے کہ برزخ میں حقداروں کا جمع ہونا کہ دنیا میں ان سے طرح طرح کے معاملے، نیکی اور بدی کے کیے تھے، ممکن نہیں چونکہ ہر شخص کی موت اپنے وقت مقررہ پر ہے، لہٰذا ان معاملات کا فیصلہ کرنا بغیر ان حقداروں کے حاضر ہوئے خلاف عدل و عدالت ہے۔

تیسرا حال آخرت کا ہے کہ پھر کسی طرح کا عمل اور کسی طرح کا شغل وہاں نہ ہوگا اور بنی نوع انسان اور اس کے رشتہ دار، دوست و تابع دار، اور اہل حقوق سب وہاں موجود و حاضر ہوں گے، اور جو کچھ اس نے خود کیا تھا یا دوسروں نے اس کے واسطے اس کے کہنے سے یا از خود کیا تھا وہ سب اس کو پہنچ چکا، اور جمع ہو گیا، اب آئندہ کو کسی اور چیز کے آنے کی امید نہیں کیونکہ نوع انسانی منقطع ہو چکی ہے، پس حکمت الٰہی ہرگز اس بات کا تقاضا

---

[1] برزخ موت سے لے کر قیامت تک کے زمانہ کو کہتے ہیں۔

نہیں کرتی کہ اس کو دنیا کے حال میں جزا یا سزا دی جائے، جیسا کہ ایک گروہ کا خیال ہے کہ جب کوئی شخص مرتا ہے تو وہی روح دوسرے جسم میں منتقل ہو کر یہاں آتی ہے اور یہی عالم جزا و سزا کی جگہ ہے، جیسا کہ مشرکین مکہ نے نے یہی کہا تھا۔

وَقَالُوْا مَا هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَنَحْيَا وَمَا يُهْلِكُنَا اِلَّا الدَّهْرُ۔

اور یہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ بجز ہماری اس دنیوی حیات کے اور کوئی حیات نہیں ہے، ہم مرتے ہیں اور جیتے ہیں اور ہم کو صرف زمانے سے موت آجاتی ہے۔

اس پر جواب کہا گیا

قُلِ اللّٰهُ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يَجْمَعُكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ط

آپ یوں کہہ دیجیے کہ اللہ تعالیٰ تم کو زندہ رکھتا ہے پھر تم کو موت دے گا۔ پھر قیامت کے دن جس میں ذرا شک نہیں تم کو جمع کرے گا۔

• اس فرقے کا یہ کہنا اور دنیا ہی میں جزا و سزا کا قائم ہونا کیونکر جائز اور صحیح ہو سکتا ہے، کیونکہ وہ ابھی یہاں کام میں مشغول ہے اور اس کی عمر کی مدت جو کہ سرمایہ کے قائم مقام ہے، ابھی بالکل پوری طرح اس کے ہاتھ میں نہیں آئی اور گذری ہوئی عمر کا جمع خرچ برابر نہیں کیا، اگر اسی حالت میں جزا و سزا

ے اندر دنیا میں گرفتار کیا گیا تو وہ ضرور یہ کہے گا کہ ابھی مجھ کو مہلت دینی چاہیے
یں اپنی عمر کو پورا کر لوں، اور جو جو کوتاہی و قصور مجھ سے ہوا ہے، نا تجربہ کاری
یں اور ابتدائے جوانی میں اس کا عوض و بدلہ آخر میں ادا کر دوں۔ جیسا کہ
جروں کا معمول ہے کہ جب کسی گماشتے یا غلام کو تجارت کے لیے کہیں بھیجتے ہیں
اس کو مہلت دیتے ہیں کہ اگر کسی معاملہ میں اپنی رائے سے اور خود رائی
ے کچھ کھو بیٹھا اور نقصان کیا ہو تو ابھی کچھ نہیں کہتے کہ شاید دوسرے سودے
یں کمائے گا، اور تلافی اس پچھلے کی کر گزرے گا، اسی طرح اس دنیا میں بھی
جزا و سزا حقیقی دینا خلاف حکمت ہے۔ کیونکہ سرمایہ عمر کا باقی ہے، بالکلیہ ختم
نہیں ہوا تلافی ممکن ہے۔ اور اسی طرح عالم برزخ میں بھی جزا و سزا دینا
کمت کے خلاف ہے۔ اس لیے کہ ابھی نیکی اور نتیجے ہر آدمی کے عملوں کے
ی نوع انسان کے باقی رہنے کے سبب سے اس کے لیے چلے آتے ہیں
یں گویا کہ ابھی جمع خرچ اس کا برابر نہیں ہوا اور حق کے لینے دینے والے
ی ابھی جمع نہیں ہوئے تا کہ معلوم ہو کہ اس کا حق کس پر ہے، اور اس پر
س کا حق ہے، اور کون سا حقدار اپنا حق معاف کرتا ہے، اور کون سا طلب
تا ہے، پس اگرچہ حق تعالیٰ بندوں کے سب بھلے اور برے کاموں سے
بردار ہے، اور جزا و سزا دینے پر قادر بھی ہے، مگر چونکہ وہ علیم و خبیر قادر و
قدیر ہونے کے ساتھ حکیم بھی ہے اس لیے اس حکمت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ
نے بدلہ دینے کے واسطے آخرت کا قائم کرنا ضروری قرار دیا۔

قیامت کی نشانیاں

س : قیامت کی کچھ نشانیوں کا بیان کیجیے ؟

ج : گناہوں کی کثرت، ماں باپ کی نافرمانی کرنا، امانت میں خیانت گانے بجانے، ناچ رنگ کی زیادتی بے علم و کم علم پیشوا بننے لگیں، کم درجہ کے لوگ جیسے چرواہے وغیرہ اونچے اونچے مکان بنوانے لگیں۔ نا قابل لوگوں کو بڑے بڑے عہدے ملنے لگیں۔ خدا تعالیٰ کے مال کو اپنی ملک سمجھنے لگیں، اور زکوٰۃ کو ڈنڈ کی طرح بھاری سمجھنے لگیں، دین کا علم دنیا کمانے کو حاصل کریں۔ شراب کی کثرت ہونے لگے۔ بعد کے لوگ پہلے بزرگوں کو برا کہنے لگیں۔

س : جب یہ نشانیاں ہوں گی، تو اس وقت حکومتوں کا کیا حال ہوگا اور قیامت کے آنے کے لیے کیا کیا صورتیں ہوں گی؟

ج : اس وقت سب ملکوں میں نصاریٰ (انگریزوں) کی حکومت ہوگی اس زمانے میں ملک شام میں ابوسفیان کی اولاد میں سے ایک شخص ایسا ہوگا جو بہت سے سیدوں کا خون کرے گا، شام اور مصر میں اس کا حکم جاری ہوگا، پھر اسی زمانہ میں رومی مسلمان بادشاہ اور نصاریٰ کی ایک جماعت سے جنگ ہوگی، اور ایک جماعت نصاریٰ سے صلح ہوگی۔ یہاں تک کہ موافقین نصاریٰ اور مسلمانوں سے ذرا سی بات کے بڑھ جانے سے جنگ ہو جائے

اسلام کا بادشاہ شہید ہو جائے گا اور ملک شام بھی نصاریٰ کے قبضہ
چلا جائے گا اور بچے کھچے مسلمان مدینہ طیبہ چلے جائیں گے، اور خیبر جو مدینہ
کے پاس ایک مقام ہے، وہاں تک نصاریٰ کی عملداری ہو جائے گی
وقت مسلمانوں کو امام مہدی علیہ السلام کی تلاش ہوگی۔ امام مہدی علیہ السلام
وقت مدینہ منورہ میں تشریف فرما ہوں گے۔ اور اس خیال سے کہ حکومت
لیے مسلمان میرے پیچھے نہ پڑیں، مکہ معظمہ چلے جائیں گے، مگر لوگ تلاش
تے کرتے مکہ معظمہ پہنچیں گے اور امام مہدی علیہ السلام کو خانہ کعبہ کا طواف
تے ہوئے حجر اسود اور مقام ابراہیم کے درمیان پالیں گے اور زبردستی
سے حاکم بنانے کی بیعت کریں گے۔ آسمان سے آواز آئے گی کہ یہ خلیفہ
حاکم بنائے ہوئے امام مہدی ہیں، بیعت کی شہرت کے بعد مدینہ منورہ
مسلمان فوجیں مکہ معظمہ چلی جائیں گی، اور ملک شام و عراق اور یمن کے اولیاء
ابدال سب آپ کی خدمت میں حاضر ہوں گے، اور عرب کی فوجیں
جمع ہو جائیں گی، اور خراسان کا ایک شخص حضرت امام مہدی کی مدد کے واسطے
ایک بڑی فوج لے کر آئے گا، اب ایک اور شخص جو ابوسفیان کی اولاد سے ہوگا
اور سیدوں کا دشمن ہوگا وہ امام مہدی علیہ السلام کے سید ہونے کی وجہ سے
لڑنے کو فوج بھیجے گا، مگر یہ فوج ابھی مکہ معظمہ اور مدینہ طیبہ کے درمیان ایک
پہاڑی کے نیچے ٹھہری ہوئی ہوگی کہ سب کے سب زمین میں دھنس جائیں گے
مگر دو شخص ان میں سے بچیں گے، ایک ان میں سے حضرت امام مہدی علیہ السلام
کو جا کر خبر دے گا اور دوسرا اس سفیانی شخص کو جا کر خبر کرے گا، نصاریٰ سب

طرف سے فوجیں جمع کر کے مسلمانوں سے لڑنے کی تیاری کریں گے، اس لشکر میں ۹ لاکھ ساٹھ ہزار فوجی ہوں گے۔ اُدھر امام مہدی علیہ السّلام مکہ معظمہ سے چل کر مدینہ منورہ روضہ مبارک حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کر کے ملک شام کو روانہ ہوں گے، ابھی شہر دمشق تک پہنچیں گے کہ دوسری طرف سے نصاریٰ کی فوج مقابلہ میں آ جائے گی۔ حضرت امام مہدیؑ کی فوج تین حصوں میں بٹ جائے گی، ایک حصہ تو بھاگ جائے گا، ایک حصہ شہید ہو جائے گا اور ایک حصہ کو فتح ہوگی، امام مہدیؑ ملک کا انتظام شروع کر دیں گے اور ہر طرف فوجیں روانہ کر دیں گے، پھر قسطنطنیہ فتح کرنے کیلیے جائیں گے اور ستر ہزار آدمی اس شہر کو فتح کرنے کے لیے کشتیوں پر سوار ہو کر روانہ ہوں گے، جس وقت اُس شہر کی فصیل کے مقابل میں پہنچیں گے۔ نعرہ تکبیر بلند کریں گے پس اللہ اکبر اللہ اکبر کی آواز کی برکت سے شہر پناہ کی سامنے کی دیوار ٹوٹ جاوے گی، اور مسلمان فتحیاب ہوں گے، اور انصاف کے ساتھ ملک کا انتظام کریں گے، یہ زمانہ بیعت سے لے کر اب تک کا ۶، ۷ سال کا ہوگا۔ اسی دوران میں ایک جھوٹی خبر مشہور ہوگی کہ شام میں دجال آگیا امام مہدی علیہ السّلام وہاں کا سفر شروع فرمادیں گے، مگر راستہ میں ہی تحقیق ہو جائے گا کہ یہ خبر غلط ہے، تو پھر اطمینان سے آپ شہروں کا انتظام کرتے ہوئے ملک شام پہنچ جائیں گے، مگر وہاں ابھی کچھ ہی عرصہ گذرے گا کہ دجال بھی نکل آئے گا جو کہ یہودیوں کی قوم سے ہوگا اور دعویٰ نبوت کا کرے گا، پھر ستر ہزار یہودی اس کے ساتھ ہو جائیں گے۔ پھر وہ دعویٰ خدائی کا شروع

رے گا، اور بہت سے ملکوں سے گذرتا ہوا یمن کی سرحد تک پہنچ جائے گا
ستے میں بہت سے بددین اس کے ساتھ ہو جائیں گے، یہاں تک کہ مکہ معظمہ کے
یب آکر ٹھہرے گا، مگر شہر کے اندر حفاظت ملائکہ کی وجہ سے نہ جا سکے گا، پھر
ں سے مدینہ منورہ جائے گا۔ وہاں بھی فرشتوں کا پہرہ ہوگا، اور اندر داخل نہ
سکے گا، البتہ مدینہ منورہ میں تین مرتبہ زلزلہ آئے گا جس کی وجہ سے سست
ان والے مدینہ منورہ سے باہر نکل جائیں گے، اور دجال کے پھندے میں
س جائیں گے، اس وقت مدینہ میں ایک بزرگ ہوں گے جو دجال سے
ب بحث کریں گے۔ آخر کار دجال غصہ میں آکر ان بزرگ کو قتل کر دے گا،
ر پھر وہاں سے ملک شام کو روانہ ہوگا۔ جب دمشق کے قریب پہنچے گا، تو
ضرت امام مہدیؑ وہاں پہلے سے پہنچ چکے ہوں گے اور جنگ کے انتظام
ں مشغول ہوں گے کہ عصر کا وقت آجائے گا۔ موذن اذان کہے گا اور لوگ
ماز کی تیاری میں ہوں گے، کہ اچانک حضرت عیسیٰ علیہ السلام دو فرشتوں کے
ندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے آسمان سے اترتے ہوئے نظر آئیں گے اور جامع
سجد کے مشرق کی طرف کے منارہ پر آکر ٹھہر جائیں گے، وہاں سے سیڑھی لگا کر
یچے تشریف لائیں گے۔ حضرت امام مہدیؑ لڑائی کا سب سامان سپرد کرنا چاہیں
گے۔ آپ فرمائیں گے کہ یہ سب انتظام آپ ہی رکھیں، میں تو خاص دجال کے
قتل کرنے کو آیا ہوں۔ رات گذر کر جب صبح ہوگی تو حضرت امام مہدیؑ لشکر کو
رتیب دیں گے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک گھوڑا ایک نیزہ منگا کر دجال
ی طرف بڑھیں گے اور مسلمان دجال کے لشکر پر حملہ کریں گے۔ بہت شدت کی

کی روانی ہوگی، اس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا سانس جہاں تک پہنچے گا وہاں تک کے دشمن فوراً ہلاک ہو جائیں گے۔ دجال کی نظر جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر پہنچے گی تو وہ آپ کو دیکھ کر بھاگنے لگے گا اور آپ اس کا پیچھا کریں گے۔ یہاں تک کہ ایک مقام تک پہنچ کر تیر سے اس کو قتل کریں گے اور مسلمان دجال کے لشکر کو قتل کرنا شروع کر دیں گے، پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام شہر در شہر تشریف لے جا کر مظلومین دجال کو تسلی دیں گے، اس وقت کوئی کافر نہ رہے گا۔ پھر حضرت امام مہدیؓ کا انتقال ہو جائے گا، اور تمام انتظام حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ میں آ جائے گا۔ اس کے بعد یاجوج و ماجوج نکلیں گے جن کے رہنے کی جگہ شمال جانب ختم آبادی سے بھی آگے سات ولایت باہر ہے جہاں سمندر شدت سردی کی وجہ سے اس قدر جما ہوا ہے کہ جہاز بھی نہیں چل سکتا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا تعالیٰ کے حکم سے کوہ طور پر تشریف لے جائیں گے۔ یاجوج ماجوج بڑا فتنہ پھیلائیں گے۔ آخر کو اللہ تعالیٰ ان کو ہلاک کر دیں گے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پہاڑ سے اتر آئیں گے۔ چالیس برس کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات پا جائیں گے اور ہمارے پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روضہ میں دفن ہوں گے، آپ کے بعد ایک شخص یمن کے رہنے والے آپ کی جگہ بیٹھیں گے اور نہایت عدل و انصاف سے حکومت کریں گے اور ان کے بعد اور بھی کئی بادشاہ آگے پیچھے ہوں گے، اس کے بعد نیک باتیں کم ہوتی جائیں گی اور بُری باتیں بڑھتی جائیں گی۔ اس وقت آسمان پر ایک دھواں چھا جائے گا اور زمین پر برسے گا جس سے مسلمانوں کو زکام ہو گا اور کافروں کو بے ہوشی ہوگی۔ چالیس

ز کے بعد آسمان صاف ہو جائے گا، قریب ہی بقرعید کا مہینہ آ جائے گا
وں تاریخ کے بعد اچانک ایک رات ایسی لمبی ہوگی کہ مسافروں کا دل گھبرا
ئے گا، بچے سوتے سوتے اکتا جائیں گے، چوپائے جنگل میں جانے کو چلائیں
یں گے، تمام لوگ ڈر اور گھبراہٹ سے بیقرار ہوں گے۔ جب تین رات کے برابر
ایک رات ہو چکے گی جس وقت سورج تھوڑی روشنی کے ساتھ مغرب
طرف سے نکلے گا، اب اس وقت کسی کا ایمان یا توبہ قبول نہ ہوگی، اور
جب سورج اتنا اونچا ہو جائے گا جتنا کہ دوپہر سے پہلے ہوتا ہے تو اس
وقت خدا تعالیٰ کے حکم سے پھر مغرب ہی کی طرف لوٹ آئے گا۔ اس کے
بعد اپنی عادت کے مطابق اسی طرح نکلتا رہے گا۔ ابھی تھوڑے ہی دن گزریں
گے کہ کوہ صفا جو مکہ میں ہے زلزلہ سے پھٹ جائے گا اور اس جگہ سے
ایک جانور عجیب ہی شکل کا نکل کر لوگوں سے باتیں کرے گا اور بڑی تیز رفتاری
سے زمین پر پھر جائے گا، اور ایمان والوں کی پیشانی پر حضرت موسیٰ علیہ السلام
کی لاٹھی سے نورانی لکیر کھینچ دے گا جس سے چہرہ روشن ہو جائے گا اور بے
ایمان والوں کی ناک یا گردن پر حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی سے سیاہ
مہر لگا دے گا جس سے تمام چہرہ میلا ہو جائے گا پھر یہ کام کر کے غائب ہو جائے
گا۔ اس کے بعد جنوب کی طرف سے ایک ہوا نہایت فرحت بخش چلے گی جس سے
سب ایمانداروں کی بغل سے کچھ نکل آئے گا جس سے وہ مر جائیں گے۔ اس
کے بعد کافر حبشیوں کا ساری دنیا میں دخل ہو جائے گا اور وہ لوگ خانہ کعبہ کو
شہید کریں گے، حج بند ہو جائے گا، قرآن شریف دلوں اور کاغذوں سے نکل

جائے گا، خدا تعالیٰ کا خوف۔ مخلوق کی شرم دلوں سے نکل جائے گی، کوئی اللہ اللہ کرنے والا نہ رہے گا، اس وقت ملک شام میں بہت ارزانی ہوگی لوگ سواریوں پر اور پیدل اُدھر پہنچ جائیں گے اور جو رہ بھی جائیں گے ایک آگ پیدا ہوگی، وہ سب کو ہانکتی ہوئی شام میں پہنچا دے گی۔ یہ اس لیے کہ قیامت کے روز سب مخلوق اُسی ملک میں جمع ہوگی۔ اس لیے ایسا ہوگا، پھر وہ آگ غائب ہو جائے گی۔ اس وقت دنیا کو بہت ترقی ہوگی۔ تین چار سال اسی حال میں گذریں گے کہ دفعتہً جمعہ کے دن محرم کے مہینہ میں دسویں تاریخ کو صبح کے وقت سب لوگ اپنے اپنے کام پر ہوں گے کہ صور پھونک دیا جائے گا، جس کی آواز سے سب ہلاک ہو جائیں گے، پہاڑ، زمین، آسمان، سب پھٹ جائیں گے۔ ریزہ ریزہ ہو جائیں گے، جب آفتاب مغرب کی جانب سے نکلا تھا۔ اس وقت سے صور پھونکنے تک ایک سو بیس برس کا زمانہ ہوگا۔ اس کے بعد قیامت کا دن شروع ہو جائے گی۔

آخرت کا بیان

آخرت کی تعریف

س: آخرت کسے کہتے ہیں؟

ج: اس عالم کے علاوہ ایک اور عالم ہے کہ جس کے متعلق ہم نے
ان کیا ہے کہ جہاں مرنے کے بعد قبروں سے اٹھا کر حساب و کتاب ہوگا۔
مال تولے جائیں گے۔ ہر نیک و بد سے سوال ہوگا۔ نیکوں کے اعمال نامے
تھ میں، اور بدوں کے نامۂ اعمال بائیں ہاتھ میں دے دیئے جائیں گے۔
پھر ایک پل جس کو پل صراط کہا جاتا ہے جو بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے
تیز ہوگی۔ دوزخ کے اُوپر رکھا جائے گی، اس پر سے سب کو گزرنے کا حکم
جو نیک لوگ ہوں گے وہ اس پر سے گزر کر جنت میں داخل ہوجائیں گے
بد ہوں گے وہ اس پر سے گزر کر دوزخ میں داخل ہوجائیں گے

جنت کی تعریف

س: جنت کیا چیز ہے؟

ج: جنت ایک ایسے محل کا نام ہے کہ جس میں اُوپر نیچے سو درجے
ں، ایک درجہ سے دوسرے درجہ تک اتنا فاصلہ ہے کہ جتنا زمین و آسمان کے

درمیان ہے۔ یعنی پانچسو برس کی مسافت کا۔ اس کی عمارت میں ایک اینٹ چاندی کی ہے۔ اور ایک اینٹ سونے کی، اور گارا مشک کا ہے اور جنت کی کنکریاں موتی اور یاقوت ہیں۔ اور مٹی زعفران ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جنت میں دو باغ ایسے ہیں کہ جن کے برتن اور سب سامان سونے کا ہے۔

جنت کے سو درجوں میں سب سے بڑا درجہ فردوس کا ہے کہ اسی سے جنت کی چار نہریں نکلی ہیں اور وہ دودھ شراب، شہد اور پانی کی نہریں ہیں اسی جنت الفردوس کے اوپر عرش ہے۔

• رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اے لوگو! تم جنت الفردوس کی مانگو۔ جنت کے درختوں کا تنا سونے کا ہو گا۔ اور جنتیوں کا چہرہ بغیر ڈاڑھی مونچھ کے ہو گا اور تیز روشنی والے تارے اور چودھویں رات کے چاند کی طرح ان کا چہرہ چمکتا ہو گا اور خدمت کے لیے حور و غلمان دیئے جائیں گے۔ حوریں اس قدر خوبصورت ہوں گی کہ اگر دنیا میں ان کے دوپٹہ کا پلو ذرا بھی ظاہر ہو تو سورج بھی ماند پڑ جائے گا۔ جس قسم کا کھانا چاہے گا فوراً مل جائے گا۔ قسم قسم کے میوے ہوں۔ وہاں نہ پیشاب کی ضرورت ہوگی، نہ پاخانہ کی۔ بلکہ ایک ڈکار آئے گی جس میں مشک کی خوشبو ہوگی کہاں تک جنت کی خوبیاں بیان کی جائیں۔

حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جنت میں ایسی ایسی نعمتیں تیار کر رکھی ہیں کہ نہ کسی آنکھ نے دیکھیں، نہ کسی کان نے سنیں، نہ کسی کے دل میں کبھی ان کا خیال

آیا۔ سب سے بڑی نعمت اللہ تعالیٰ کا دیدار ہوگا جس میں ایسا مزہ آئے گا کہ کسی چیز میں نہ آئے گا۔

حوضِ کوثر کی تعریف

س : حوضِ کوثر کسے کہتے ہیں؟

ج : حوضِ کوثر ایک حوض ہے جس کی لمبائی چوڑائی ایک مہینے کی راہ کے برابر ہے۔ اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید، شہد سے زیادہ میٹھا، اور مشک سے زیادہ خوشبودار ہے۔ اس کے اندر تاروں سے زیادہ چمکدار آبخورے ہیں۔ جو شخص ایک دفعہ اس کا پانی پی لے گا۔ پھر کبھی پیاس نہ لگے گی۔ یہ حوضِ کوثر خاص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قیامت کے دن عطا ہوگا۔ آپ اپنی اُمت کو اس کا پانی عطا فرمائیں گے۔

دوزخ کی تعریف

س : دوزخ کیا چیز ہے؟

ج : دوزخ ایک ایسی جگہ کا نام ہے کہ جہاں آگ ہی آگ ہے۔ جو دُنیا کی آگ سے ستر حصہ زیادہ تیز ہے۔ اور وہ اس قدر زیادہ گہری ہے کہ اگر ایک بھاری پتھر اس کے اوپر سے چھوڑا جائے تو ستر برس میں بھی تہ تک نہ پہنچے۔ اس کی آگ کو تین ہزار برس تک دھونکا گیا، بالکل سیاہ رنگ کی ہے۔ اس میں اس قدر جوش ہوگا کہ ستر ہزار فرشتے ستر ہزار زنجیروں میں دوزخ کو جکڑے ہوئے

ہوں گے۔ اس کے اندر اونٹ کے برابر سانپ اور کالی کے برابر بچھو ہوں گے ایک دفعہ کاٹ لیں تو چالیس برس تک زہر چڑھا رہے۔ کسی نے کو بیپ، خون تھوہر کا کانٹوں دار درخت ملے گا۔ جب گلے میں تھوہر کا درخت پھنس جائے گا تو پینے کو ایسا کھولتا ہوا پانی ملے گا کہ ہونٹوں کو جلا کر اس قدر لٹکا دے گا کہ اس کی سوجن سے سینہ تک ڈھک جائے گا اور جو بوند پیٹ میں اس پانی کی پہنچ جائے گی وہ تمام آنتوں کو کاٹ ڈالے گی۔ غرضیکہ تکلیف ہی تکلیف ہے۔ ایسی تکلیف کسی چیز میں نہیں۔ اَللّٰھُمَّ احْفَظْنَا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اور ہم کو دوزخ سے محفوظ رکھیں۔

جزا و سزا کا بیان

قبر کا عذاب

س: مردہ مرنے کے بعد سے لے کر قیامت تک کس حال میں رہتا ہے؟

ج: مرنے کے بعد مردہ کے پاس دو فرشتے آتے ہیں، ایک کا نام منکر اور دوسرے کا نام نکیر ہے، یہ فرشتے مردہ سے آکر تین سوال کرتے ہیں۔

تیرا رب کون ہے؟ رسول تیرا کون ہے؟ دین تیرا کیا ہے؟

اگر اس نے ٹھیک ٹھیک جواب دیا، تو وہ فرشتے اس کو ہر طرح کا آرام پہنچاتے ہیں، جنت کی طرف کی کھڑکی کھول دیتے ہیں، جس سے ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں اور خوشبوئیں آتی رہتی ہیں اور وہ مزہ میں پڑ کر سو رہتا ہے۔ اور اگر وہ

مردہ ٹھیک ٹھیک جواب نہ دے اور ایماندار نہ ہو تو اس پر بڑی سختی اور عذاب قیامت تک ہوتا ہے۔ قبر اس کے لیے تنگ ہو جاتی ہے اور دوزخ کی طرف کی کھڑکیاں کھول دی جاتی ہیں جس سے اس کو تکلیف پہنچتی رہتی ہے۔

س: مردہ تو بے جان ہوتا ہے۔ اس سے یہ سوال جواب۔ اور آرام و راحت اور تکلیف کا احساس کیسے ہوتا ہے؟

ج: مردہ بظاہر بے جان معلوم ہوتا ہے، مگر حقیقت میں وہ جاندار ہوتا ہے، جو روح موت کے وقت نکال لی جاتی ہے، وہی روح دوبارہ سوال جواب کے وقت اس کے جسم میں لوٹا دی جاتی ہے، پھر وہ جاندار ہو کر جواب دیتا ہے۔

س: ہم دیکھتے ہیں کہ مردہ چند دنوں کے اندر قبر میں ریزہ ریزہ ہو جاتا ہے نشان تک باقی نہیں رہتا۔ پھر اس کو وہاں آرام تکلیف کیا معلوم ہوگی۔

ج: اس دنیا اور آخرت کے درمیان ایک اور عالم بھی ہے، جہاں پر ان دنیا کی سب چیزوں کے اجسام موجود ہیں۔ اس عالم کو عالم مثال اور برزخ بھی کہتے ہیں۔ فرشتے جس وقت روح نکال کرلے جاتے ہیں تو پھر اس جسم میں واپس ڈال دیتے ہیں اور اسی جسم سے سوالات کرتے ہیں اور اس جسم کے قبر میں موجود رہنے تک تکلیف و آرام پہنچتا رہتا ہے۔

اور اگر مردہ کو دفن نہ کیا جائے بلکہ جلا دیا جائے، یا کوئی درندہ یا بھیڑیا کھا جائے تو پھر سوال و جواب اس عالم مثال کے جسم سے کیا جاتا ہے، اور اسی کو تکلیف و آرام پہنچتا ہے۔ اسی طرح جب مردہ قبر میں ریزہ ریزہ ہو جاتا ہے، تو پھر اسے عالم مثال میں روح کو تکلیف و آرام ملتا ہے۔ اور قیامت تک اسی کو راحت

و تکلیف ہوتی رہے گی۔ پھر قیامت کے بعد اس دنیاوی جسم کو اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے حسب سابق تشکیل عطا فرمائیں گے اور پھر ہمیشہ کے لیے یہی جسم جنت میں یا دوزخ میں رہے گا۔

دفن میں کیا حکمت ہے

س: مردہ کو کیوں دفن کیا جاتا ہے، ہندوؤں کی طرح جلایا کیوں نہیں جاتا؟

ج: انسان کی اصل مٹی ہے، کیونکہ مٹی ہی سے انسان پیدا ہوا تو مٹی انسان کی ماں ہوئی۔ اور انسان دو چیزوں سے مرکب ہے، ایک جسم اور دوسرے روح سے، اور روح ہی سے انسان بڑھتا اور پرورش پاتا ہے، تو گویا روح انسان کے لیے مربی اور پرورش کرنے والی ہوئی، اور جس طرح کہ باپ بچے کی تربیت کرتا ہے، اسی طرح روح بھی انسان کی پرورش کرتی ہے، تو روح مثل باپ کے اور مٹی مثل ماں کے ہوئی، اور قاعدہ ہے کہ جب باپ سفر کرتا ہے تو بچے کو ماں کے سپرد کر کے جاتا ہے نہ کہ باورچن کے، یعنی آگ کے جو کہ انسان کے لیے مثل باورچن کے ہے کہ آگ کا کام تو پکانے کا ہے نہ کہ پرورش کا، لہٰذا جب روح نے سفر کیا تو جسم کو اس کی ماں یعنی مٹی کے سپرد کیا، نہ کہ باورچن (آگ) کے۔ یہ وجہ ہے دفن کرنے کی، اور جلانا تو سخت بے رحمی کی بات ہے، کیونکہ اس میں تو اپنے ہاتھوں اپنے بھائی کو ایذا پہنچائی جاتی ہے، نیز جلانا بے حیائی کی بات بھی ہے کہ جس چیز کو وہ زندگی میں چھپاتا تھا اب جس وقت وہ جلایا جائے گا تو پہلے کفن جل جائے گا اور مردہ ننگا رہ جائے گا، جس پر سب کی نظریں پڑیں گی اور اگر

عورت ہوتی تو پھر کس قدر بے عزتی ہوگی، حیادار قوم تو اس کو کبھی بھی پسند نہیں کرسکتی کہ اپنے ماں، باپ، بھائی، بہن اور دیگر اعزہ کی چیزوں کو مرنے کے بعد ننگے توان وجوہات کی بناء پر جلانا سخت عیب اور بے حیائی کی بات ہے اور نیز اس لیے بھی جلانا بری بات ہے کہ جلانے سے بدبو ہوا میں پھیل کر غلاظت بیماریاں پھیلاتی ہے اور دفن کرنے سے تو اندر ہی اندر پھول پھٹ کر مٹی میں مل جاتا ہے، اور مٹی اندر ہی اندر سب کو جذب کرلیتی ہے، تو ان وجوہات کی بناء پر جلانا سخت عیب اور بے حیائی کی بات ہے، لہٰذا عقلاً بھی دفن کرنا ضروری ہوا۔

س : آپ نے کہا جلانے سے تکلیف ہوگی، تو جب اس میں روح ہی نہیں تو تکلیف کس طرح ہوگی؟

ج : جب ایک عرصے تک کسی سے متعلق رہتا ہے، تو اس کو تکلیف و آرام میں دیکھ کر رنج و خوشی ہوتی ہے، چنانچہ ایک دوست کو تکلیف میں دیکھ کر رنج اور آرام میں دیکھ کر خوشی ہوتی ہے۔ اگر کسی کا کپڑا لے کر جلا دیا جائے تو اس کے مالک کو تکلیف ہوتی ہے حالانکہ وہ کپڑا اس کے جسم سے علیحدہ ہے جسم پر نہیں ہے، مگر چونکہ آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ ایک عرصے تک تعلق رہ چکا ہے اس لیے اس کے جلنے سے اس کو تکلیف ہوتی ہے، اسی طرح چونکہ روح ایک عرصے تک جسم میں رہی ہے تو جسم کو روح سے تعلق ہے اور عالم ارواح میں وہ روح موجود ہے، تو جس وقت جسم کو جلایا جائے گا تو روح کو تکلیف ہوگی، اور یہ تکلیف اس کو ہم نے دی، تو یہ کس قدر ظلم کی بات ہے۔ بس علاوہ بو کر جلانے سے روح کو بھی تکلیف ہوتی ہے۔

س : آپ نے پہلے بیان کیا ہے کہ اگر مردہ منکر نکیر کے سوالوں کا جواب ٹھیک ٹھیک دے گا تو نجات ہو جائے گی، ورنہ پھر وہ عذاب دائمی میں مبتلا ہوگا اب سوال یہ ہے کہ وہ ٹھیک ٹھیک جوابات کیا ہیں جن سے مردہ ہمیشہ ہمیشہ آرام میں رہیگا۔

ج : سنئے اور یاد رکھنے کی کوشش کیجئے۔

پہلا سوال تو یہ کرتے ہیں کہ تیرا رب کون ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ میرا رب خدا ہے، اور دوسرا سوال یہ کرتے ہیں کہ تیرا دین کیا ہے یعنی تو نے زندگی کس مذہب پر گزاری ہے؟۔ اس کا جواب یہ ہے کہ میرا دین اسلام ہے۔ اور پھر تیسرا سوال یہ کرتے ہیں کہ تیرا رسول اور پیغمبر کون ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ میرا رسول اور پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

پس اس طرح کے جوابات دینے سے عذاب قبر دائمی سے نجات حاصل ہو جاتی ہے — اور اگر خدانخواستہ وہ جواب سے عاجز ہو گیا اور ہر سوال کے جواب میں لَا اَدْرِیْ (میں نہیں جانتا) کہا تو پھر اس کے لیے عذاب دائمی ہے اور وہ ہمیشہ ہمیشہ دوزخ کے عذاب میں مبتلا رہے گا کیونکہ یہ بات سوائے کافر کے اور کوئی نہیں کہہ سکتا، اور جس کا کہ ایمان پر خاتمہ ہوا ہے۔ وہ انشاءاللہ ٹھیک ٹھیک جوابات دے گا۔

دوبارہ زندہ ہونے کی کیفیت

س : انسان مرنے کے بعد دوبارہ کیسے زندہ ہوگا؟

ج : مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے کا نام قیامت ہے۔ اور محرم کی دسویں

تاریخ، جمعہ کا دن، صبح کے وقت: زندہ لوگ اپنے اپنے کاموں میں مشغول ہوں گے کہ اچانک صور پھونک دیا جائے گا اور اس کی آواز ایسی ہیبت ناک ہوگی کہ سب مر جائیں گے، اور زمین و آسمان پھٹ جائیں گے، دنیا فنا ہو جائے گی، تقریباً چالیس سال اسی سنسانی کی حالت میں گذر جائیں گے، پھر جب حق تعالیٰ کو منظور ہوگا کہ تمام دنیا پھر پیدا ہو جائے، تو دوسری بار صور پھونکا جائے گا، اس سے پھر سارا عالم پیدا ہو جائے گا۔ مردے زندہ ہو جائیں گے اور قیامت کے دن ملک شام میں سب جمع ہوں گے، اور اس دوبارہ صور پھونکنے کے بعد لوگ اس طرح زندہ ہوں گے جیسے بارش ہوتے ہی مینڈک ندی نالوں میں سے اور کیڑے زمین پر چلتے پھرتے نظر آتے ہیں کہ وہ ذرات جو مٹی میں ملے ہوئے تھے۔ صور پھونکتے ہی پہلے کی طرح جسم ہو کر جاگنے لگیں گے۔

دوبارہ زندہ ہونے کے بعد کی کیفیت

س: پھر دوبارہ زندہ ہونے کے بعد کیا ہوگا؟

ج: زندہ ہونے کے بعد یہ ہوگا کہ سب لوگ میدانِ قیامت میں جمع ہوں گے، آفتاب بہت نزدیک ہو جائے گا، جس کی گرمی سے لوگوں کے دماغ پکنے لگیں گے، اور جس کے جس قدر زیادہ گناہ ہوں گے، اسی قدر زیادہ پسینہ آئے گا۔ بھوک و پیاس کی شدت سے پریشان ہو جائیں گے، اور جن نیک لوگوں نے دنیا میں لذت والی چیزوں سے اجتناب کیا ہوگا۔ ان کے لیے حق تعالیٰ زمین کی مٹی کو میدہ بنا کر لذیذ روٹی تیار کرا دیں گے۔ اور وہ نیک بندے

کر کھلائی جائے گی اور اس روٹی کے اندر دنیا کی تمام قسم کی لذت موجود ہوگی اس روٹی کے کھانے کے بعد ان کی بھوک دور ہو جائے گی، اور حوض کوثر کا پانی پی کر پیاس بجھائیں گے۔ حساب و کتاب کے انتظار میں جب کافی مدت گزر جائے گی، تو پریشان ہو جائیں گے، اور گھبرا کر سب پیغمبروں کے پاس سفارش کے لیے حاضر ہوں گے۔ تمام انبیاء علیہم السلام سفارش سے معذوری ظاہر فرمائیں گے، پھر آخر میں ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سفارش کے لیے حاضر ہوں گے، آپ سفارش فرمائیں گے، آپ کی سفارش کے بعد حق تعالیٰ کا عرش زمین پر اترے گا اس پر حق تعالیٰ کی تجلی ہوگی، پھر حساب و کتاب شروع ہو جائے گا اور اعمال نامے وزن کیے جائیں گے۔ بعض بندے بے حساب جنت میں جائیں گے۔ نیکوں کا نامہ اعمال داہنے ہاتھ میں اور بدوں کا بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا، پھر جہنم پر ایک پل صراط رکھی جائے گی۔ اس پر چلنے کا حکم ہوگا، جو نیک ہوں گے وہ اس سے پار ہو کر بہشت میں پہنچ جائیں گے اور جو بد ہوں گے وہ اس پر سے دوزخ میں گر پڑیں گے، اور جن کی نیکی اور بدی دونوں برابر ہوں گی۔ ان کو جنت اور دوزخ کے درمیان ایک مقام پر جس کا نام اعراف ہے رکھا جائے گا۔

س: اور جو گنہگار مسلمان دوزخ میں جائیں گے کیا وہ پھر دوزخ سے نکلیں گے۔؟

ج: جی ہاں ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام، علماء، اولیاء، شہداء، حفاظ اور دوسرے نیک

بندے ان گنہگاروں کی بخشش کے لیے حق تعالیٰ سے سفارش فرمائیں گے اللہ تعالیٰ ان کی سفارش قبول کریں گے اور جس کے دل میں رائی کے برابر بھی ایمان ہوگا اس کو بھی دوزخ سے نکال کر جنت میں داخل کریں گے۔

س: کیا کافر اور مشرک کی بخشش نہ ہوگی. قرآن پاک کی اس آیت سے تو معلوم ہوتا ہے کہ سوائے مشرک کے اور سب کی بخشش ہو جائے گی. وہ آیت یہ ہے۔

إِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ

بے شک اللہ تعالیٰ اس بات کو نہ بخشیں گے کہ ان کے ساتھ کسی کو شریک کرایا جاوے اور اس کے سوا جتنے گناہ ہیں جس کے لیے منظور ہوگا وہ گناہ بخش دیں گے۔

ج: جیسے مشرک کی بخشش نہ ہوگی ایسے ہی کافر کی بھی نہ ہوگی. چنانچہ دوسری جگہ کافروں کے لیے ارشاد ہے۔

إِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ أَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا

بے شک وہ لوگ جو کافر ہیں اہلِ کتاب اور مشرکین میں سے وہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔

اور تیسری جگہ ارشاد ہے۔

وَعَدَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْكُفَّارَ

وعدہ کیا اللہ تعالیٰ نے منافق مرد اور منافق عورتوں اور کفار

خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ۚ	کے لیے ہمیشہ ہمیشہ دوزخ

میں رکھے گا۔

اور چوتھی جگہ ارشاد ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَ صَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ثُمَّ مَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ یَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ۝	بے شک وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا اور اللہ تعالیٰ کے راستے سے اور دوسروں کو بھی روکا پھر وہ کفر ہی کی حالت میں مر گئے

تو اللہ تعالیٰ ان کافروں کو ہرگز نہ بخشیں گے۔

ان تمام آیات سے معلوم ہوا کہ جیسے مشرکین کی بخشش نہیں ہوگی ایسے ہی کافروں کی بھی بخشش نہیں ہوگی۔ حالانکہ مشرک تو خدا تعالیٰ کو مانتا ہے مگر اس کے ساتھ دوسروں کو بھی ذات اور صفات میں شریک ٹھہراتا ہے۔ اور جو خدا تعالیٰ کو سرے ہی سے نہ تسلیم کرے اور اس کی ذات و صفات کا انکار کرے اس کی بخشش تو بطریق اولیٰ نہ ہونا چاہیے۔

س: کیا جنتی جنت میں اور دوزخی دوزخ میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ کبھی خروج نہ ہوگا؟

ج: جی ہاں! جب تمام لوگوں کا فیصلہ ہو جائے گا تو جنتی جنت میں اور دوزخی دوزخ میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اور ان کو کبھی موت نہ آئے گی۔ موت کو مینڈھے کی شکل میں لا کر دوزخیوں اور جنتیوں کے سامنے ذبح کرا دیں گے۔ اور فرمایا جائے گا کہ اب نہ دوزخیوں کو موت ہے اور نہ جنتیوں کو۔

س : اس کی کیا دلیل ہے کہ یہ لوگ اپنی اپنی جگہ پر ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے

ج : قرآن پاک میں ارشاد ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا۔	تحقیق جو لوگ ایمان لائے اور اچھے کام کیے۔ پس ان کے لیے باغات ہیں جن کے نیچے نہریں چلتی ہوں گی جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔

اور دوسری جگہ ارشاد ہے۔

وَعَدَ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا۔	اللہ تعالیٰ نے مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں سے ایسے باغوں کا وعدہ کر رکھا ہے جن کے نیچے نہریں چلتی ہوں گی جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔

ان آیات سے تو مسلمانوں کے بارے میں معلوم ہوا کہ یہ لوگ جنت میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے

اور کفار کے بارے میں ارشاد ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ اُولٰٓئِكَ عَلَیْهِمْ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ	البتہ جو لوگ اسلام نہ لاویں اور اسی حالت غیر اسلام پر مر جائیں۔ ایسے لوگوں پر

وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ خٰلِدِيْنَ	اللہ تعالیٰ کی اور فرشتوں
فِيْهَا لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ	کی لعنت برسا کرے گی (اور)
الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ	وہ ہمیشہ ہمیشہ کو اسی میں رہیں گے

ان سے عذاب کبھی ہلکا نہ ہونے پائے گا اور نہ ان کو مہلت ہی دی جائیگی۔

اور ارشاد ہے کہ

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا	اور جن لوگوں نے کفر کیا ہوگا اور
وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ	ہماری آیتوں کو جھٹلایا ہوگا
اَصْحٰبُ النَّارِ خٰلِدِيْنَ	ہوگا، یہ لوگ دوزخی ہیں اس
فِيْهَا وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ	میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اور

وہ برا ٹھکانہ ہے۔

س: کافر اور مشرک میں کیا فرق ہے؟

ج: کافر اسے کہتے ہیں، جو خدا تعالیٰ کو، پیغمبروں، آسمانی کتابوں، قرآن شریف، فرشتے، جنت دوزخ، حساب وکتاب اور مرنے کے بعد زندہ ہونے کو نہ مانے۔

اور مشرک اسے کہتے ہیں کہ جو خدا کی ذات اور اس کی صفات میں دوسرے کو شریک کرے، دوسرے کو پوجے جیسے ہندو بتوں کو پوجتے ہیں، سجدہ کرتے ہیں، سورج، پیپل، آگ کی پرستش کرتے ہیں۔

س: آپ کے جواب سے معلوم ہوا کہ جو لوگ قبروں کو سجدہ کرتے ہیں وہ مشرک ہیں (تو) کیا جو بعض مسلمان مرد اور عورتیں، بزرگوں، اور شہیدوں کے

زاروں کو سجدہ کرتے ہیں یہ بھی شرک ہے؟

ج : اگر تعظیم اور عبادت کے خیال سے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ کو سجدہ کیا یا جاتا ہے۔ ایسے ہی ان کے مزاروں کو بھی سجدہ کرتے ہیں تو وہ بھی مشرک ہیں، اسکو یاد ہے کہ کسی کو محض سجدہ کرتے ہوئے دیکھ کر مشرک کا حکم نہ لگایا جائے جب تک ر اس کا اس ارادہ سے سجدہ کرنا معلوم نہ ہو یا اس کی نیت کا حال معلوم نہ ہو

اسی طرح اگر یہ پھول، مٹھائی وغیرہ اس لیے چڑھاتے ہیں کہ یہ بزرگ ہم سے خوش ہوں گے، اور خوش ہو کر ہمارا کام بنا دیں گے تو یہ بھی خلاف شریعت اور شرک ہے، اور اگر بطور تحفہ اور سلام ایسا کرتے ہیں تو وہ شرک نہیں اگر بدعت ضرور ہے ہر مسلمان کو اس سے توبہ کرنا ضروری ہے کہ کسی بزرگ کے مزار پر نہ سجدہ کریں، اور نہ چراغ جلائیں، اور نہ پھول چڑھائیں کیونکہ یہ بھی ہندوؤں کا فعل ہے کہ وہ اپنے بتوں کو سجدہ کرتے ہیں۔ اور چڑھاوے چڑھاتے ہیں۔ دیکھئے میں دونوں کام ایک ہیں، مگر دونوں میں زمین آسمان کا فرق ہے، اور سجدہ کے بارے میں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا صاف ارشاد ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے، کہ

"سجدہ صرف اللہ کے لیے ہے، کسی کو سجدہ نہ کرو، اگر غیر اللہ کے لیے سجدہ جائز ہوتا، تو عورت کو حکم ہوتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔"

تقدیر

تقدیر کی حقیقت

س۔ تقدیر کسے کہتے ہیں؟

ج : اللہ تعالیٰ نے اپنے علم سے مخلوق کے تمام اچھے اور برے

کام بندوں کے پیدا ہونے سے پہلے ایک جگہ لکھ دیئے ہیں۔ اس کو تقدیر کہتے ہیں۔ اس لکھے ہوئے کے موافق بندوں سے جو کام ہوتا ہے وہ تقدیر کے موافق ہوتا ہے، اس کے خلاف نہیں ہوتا۔

س: کیا تقدیر پر ایمان لانا ضروری ہے؟ اگر ضروری ہے تو مہربانی کر کے شریعت سے اس کو ثابت کیجئے۔

ج: جی ہاں تقدیر پر ایمان لانا ایسا ہی ضروری ہے جیسا کہ نماز روزہ زکوٰۃ حج وغیرہ چیزوں پر ایمان لانا ضروری ہے۔ مومن اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک تقدیر پر ایمان نہ لائے؛ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ

۱: تم میں کوئی شخص مومن نہ ہوگا جب تک تقدیر پر ایمان نہ لائے[1] اس کی بھلائی پر بھی اور اس کی برائی پر بھی، ایمان یہاں تک کہ یقین کرے کہ جو بات واقع ہونے والی تھی وہ اس سے ہٹنے والی نہ تھی، اور جو بات اس سے ہٹنے والی تھی وہ اس پر واقع ہونے والی نہ تھی۔

غرض خدا تعالیٰ نے ہر چیز کے لیے ایک تقدیر مقرر کر دی ہے۔ رزق، عزت، دولت، راحت، مصیبت، موت و حیات سب اس تقدیر کے مطابق ہیں اس میں کمی بیشی ممکن نہیں۔

تقدیر کے فوائد

س: تقدیر کے ماننے میں کیا کیا فائدے ہیں۔

---

[1] ترمذی شریف جیونی دلی

ج: یوں تو بہت فائدے ہیں جن کے بیان کے لیے یہ مختصر کتاب
کافی نہیں، مگر ہم کچھ فوائد شمار کراتے ہیں۔
الف: کیسی ہی مصیبت یا پریشانی کا واقعہ ہو اس سے دل مضبوط
و ہموار رہے گا، یہ سمجھے گا کہ اللہ تعالیٰ کو یہی منظور تھا اس کے خلاف ہو
نہیں سکتا تھا۔ اور وہ جب چاہے گا اس کو رفع کر دے گا
(ب) جب یہ سمجھ گیا تو اگر اس مصیبت کے دفع ہونے میں دیر
لگے گی تو پریشان اور مایوس اور دل کمزور نہ ہوگا۔
ج: نیز جب یہ سمجھ گیا تو کوئی تدبیر اس مصیبت کے رفع ہونے کی
ایسی نہ کرے گا جس سے حق تعالیٰ ناراض ہو، یوں سمجھے گا کہ مصیبت تو
بدون خدا تعالیٰ کے چاہے ہوئے رفع ہوگی نہیں پھر خدا کو کیوں ناراض کیا۔
(د) نیز اس سمجھنے کے بعد اب تدبیروں کے ساتھ یہ شخص دعا میں
بھی مشغول ہوگا، کیونکہ یہ سمجھے گا کہ جب اسی کے چاہنے سے یہ مصیبت
ٹل سکتی ہے تو اس سے عرض کرنے میں نفع کی زیادہ امید ہے۔ پھر دعا
میں لگ جانے سے اللہ تعالیٰ سے علاقہ بھی بڑھ جائے گا جو تمام راحتوں
کی جڑ ہے۔
(ہ) نیز جب ہر کام میں یہ یقین ہوگا کہ اللہ تعالیٰ ہی کے کرنے سے
ہوتا ہے تو کسی کامیابی میں اپنی کسی تدبیر یا سمجھ پر اس کو ناز اور فخر اور دعویٰ
نہ ہوگا۔
حاصل ان سب فائدوں کا یہ ہوا کہ ایسا شخص کامیابی میں شکر
کرے گا اور ناکامی میں صبر کرے گا۔

تعلیماتِ اسلام

(حِصّہ پنجم)

مؤلف
مسیح الامت حضرت مولانا شاہ محمد مسیح اللہ خان صاحبؒ
خلیفۂ مجاز
حکیم الامت حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی

ناشر
واحدی کتب خانہ
بلاک ۳-۳۶، جی لانڈھی کراچی ۳۰

گناہوں کا بیان

گناہ کی حقیقت

س: گناہ کسے کہتے ہیں؟

ج: گناہ کے معنی نافرمانی کرنا اور حکم نہ ماننا ہے جس کام میں اللہ تعالیٰ
ے احکام کی نافرمانی ہوتی ہو اُسے گناہ کہا جاتا ہے۔ گناہ کرنا بہت سخت بات ہے
للہ تعالیٰ کا غضب اور عذاب گناہ کی وجہ سے ہوتا ہے، ہر قسم کے گناہ سے بچنا
اہیے خواہ چھوٹا گناہ ہو یا بڑا۔

گناہوں کی قسمیں

س: کیا گناہوں کی بھی قسمیں ہیں؟

ج: جب آپ کو گناہ کی حقیقت معلوم ہو گئی کہ ہر گناہ میں اللہ تعالیٰ اور
ں کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی مخالفت ہے اور یہ مخالفت
ی ہی کم ہو وہ بھی سخت اور بڑا گناہ ہے اس لیے اس کو صغیرہ نہیں کہہ سکتے
ے آگ کی چنگاری، خواہ وہ بڑی ہو یا چھوٹی، چھپر کے جلانے کے لیے دونوں
یں، ایسے ہی انسان کو اُخروی نقصان پہنچانے کے لیے دونوں برابر ہیں۔

پھر جو یہ مشہور ہے کہ گناہ کی دو قسمیں ہیں کہ بعض صغیرہ اور بعض کبیرہ وہ بعض
ی ہے کہ بعض گناہ بمقابلہ دوسرے گناہ کے صغیرہ یعنی چھوٹا ہوتا ہے۔ بعض

علماء کا یہی قول ہے، اور جمہور علماء کا مذہب یہ ہے کہ گناہ بعض صغیرہ ہیں اور بعض کبیرہ، کیونکہ اس پر سب کا اتفاق ہے کہ بعض گناہ تو ایسے ہیں کہ ان کے کرنے والے کو فاسق، مردود الشہادت سمجھا جاتا ہے، اور بعض ایسے ہیں کہ ان کے کرنے والے کو فاسق نہیں سمجھا جاتا اور نہ اس کی شہادت رد کی جاتی ہے۔ پہلی قسم کو کبیرہ اور دوسری قسم کو صغیرہ کہا جاتا ہے، مگر ان سب میں بہتر تعریف جو زیادہ جامع اور سلف صالحین سے منقول ہے وہ یہ ہے کہ جس گناہ پر قرآن یا حدیث میں آگ اور جہنم کی وعید بصراحت آئی ہو، یا اس کام کے کرنے پر کافر کے فعل کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہو، جیسے تارک نماز کو جس نے جان بوجھ کر نماز چھوڑی ہے کافر کے ساتھ تشبیہ دی ہے، حدیث شریف میں ارشاد ہے۔

مَنْ تَرَكَ الصَّلٰوةَ مُتَعَمِّدًا فَقَدْ كَفَرَ۔	جس نے جان بوجھ کر نماز چھوڑی پس وہ کافر ہو گیا، یعنی اس نے کافروں جیسا کام کیا۔

اس قسم کے گناہوں کو کبیرہ کہتے ہیں اور جن گناہوں پر اس قسم کی تصریح وارد نہ ہوئی ہو وہ صغیرہ ہے۔

گناہ کی چند مثالیں

س: مہربانی فرما کر گناہوں کی چند مثالیں بھی شمار کرا دیں۔

ج: سنیے اور حفظ کیجیے، اور بچنے کی کوشش کیجیے۔

داڑھی منڈوانا، نماز کا ترک کرنا، قبروں پر سجدہ کرنا، بزرگوں کے مزارات

یہ جا کر نذر و منت ماننا، روزہ نہ رکھنا، زکوٰۃ کے قابل ہو کر زکوٰۃ نہ دینا، حج کے قابل
ہو کر حج نہ کرنا، حضرات صحابہ کو برا کہنا، والدین اور اپنے اساتذہ کی جائز کام میں
نافرمانی کرنا، اہل وعیال کے حقوق نہ ادا کرنا، شراب پینا، جوا کھیلنا، چوری کرنا،
جیب کاٹنا، قرض لے کر پھر ادا نہ کرنا، کسی کی زمین یا مکان غصب کرنا، سود لینا،
رشوت لینا، یا کسی ناجائز کام کو رشوت دے کرانا، غلہ کی گرانی سے خوش ہونا،
جھوٹی قسم کھانا، جھوٹی گواہی دینا، ناچ دیکھنا، گانا سننا، لڑکیوں کو میراث کا حصہ نہ
دینا، خودکشی کرنا، تقریبات میں ناموری کے لیے فضول خرچ کرنا یا قرض لے کر
خرچ کرنا، ہولی دیوالی پر گھر کا لیپا پوتنا، مرد کے لیے پاجامہ یا لنگی کا ٹخنوں سے
نیچے پہننا، ناجائز امور میں چندہ دینا، میدان جہاد سے بھاگنا، امانت میں خیانت
کرنا، جاندار کی تصویر بنانا، یا کسی جاندار کی تصویر گھر یا دکان میں رکھنا، جادو کرنا،
سیکھنا، پڑوسی، مہمان اور رشتہ داروں کے حقوق ادا نہ کرنا، بری نیت سے کسی لڑکے
لڑکی کو دیکھنا، یا اس سے باتیں کرنا، یا عورت کا نامحرم مرد کو تاکنا، گالی دینا، فحش
کرنا، عورتوں کا ٹخنے کھولنا، بلا ضرورت خاص نامحرم مرد سے بات چیت کرنا،
ی کی توہین کرنا، تکبر کرنا، حسد کرنا، بخل کرنا، اسراف کرنا، حرص کرنا، ناشکری
رنا، بے صبری کرنا، لمبی لمبی آرزوئیں باندھنا، چغلی کھانا، غیبت کرنا، غصہ کرنا،
ود پسندی میں مبتلا ہونا، مسلمانوں کو حقارت کی نظر سے دیکھنا، پتنگ اڑانا،
ونوں طرف سے سہرا باندھنا، بدعت کے کام کرنا، پختہ قبریں بنانا، قبروں پر
گنبد بنانا، عرس کرنا، قبروں پر چراغ جلانا، چادریں چڑھانا، غلاف ڈالنا، تیجہ و
چالیسویں کے لیے میت کے مکان پر کھانا کھانے کے لیے جمع ہونا، جائز اور مستحب

کام میں ایسی شرطیں لگانا جو شریعت سے ثابت نہ ہوں۔ مثلاً ایصالِ ثواب کے لیے کوئی دن مقرر کرنا یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت اور سیرت کے بیان کے لیے ربیع الاوّل کے مہینہ کو خاص کرنا وغیرہ کو نا اس پر اصرار کرنا، داڑھی مونڈھنا، کسی کی زمین پر بحیثیت مورثی کے قبضہ کرنا۔

اسی قسم کے اور بہت سے گناہ ہیں جن کی تفصیل کے لیے مستقل رسالہ کی ضرورت ہے۔

گناہوں سے دنیا کے نقصانات

س: کیا گناہ کرنے سے دنیا میں بھی نقصان پہنچتا ہے؟

ج: جی ہاں دنیا میں بھی نقصان پہنچتا ہے۔ مثلاً علم سے محروم رہنا، رزق کم ہو جانا، خدا تعالیٰ سے وحشت ہونا، اکثر کاموں میں دشواری کا پیش آنا، قلب میں ظلمت معلوم ہونا، دل میں اور بعض اوقات جسم میں کمزوری ہونا، طاعت سے محروم رہنا، عمر میں برکت نہ ہونا، گناہوں کا سلسلہ چلنا، توبہ کا ارادہ کمزور ہو جانا، گناہ کرتے رہنے سے اس کی برائی دل سے نکل جانا، وشمنان خدا اور نا اہلوں کا حاکم، خدا تعالیٰ کی نظر میں ذلیل ہونا، دوسری مخلوق کو اس کی معصیت کا ضرر پہنچنا، عقل میں کمی آنا، خدا تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور فرشتوں کی اس پر لعنت ہونا، بارش کا رکنا، پیداوار کم ہونا، عزت و منزلت کا کم ہو جانا، خدا تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کا دل سے جاتا رہنا، نعمتوں کا سلب ہونا، بلاؤں کا ہجوم ہونا، مرتے وقت منہ سے کلمہ نہ نکلنا، خدا تعالیٰ کی رحمت سے نا امید ہو جانا، وغیرہ وغیرہ۔

بدعات کا بیان

بدعت کی حیثیت

س: بدعت کسے کہتے ہیں؟

ج: بدعت ان چیزوں کو کہتے ہیں جن کی اصل شریعت ثابت نہ ہو، یعنی اس کام کو نہ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہو، نہ صحابہ کرام نے، نہ تابعین نے، اور تبع تابعین نے، نہ ائمہ اور فقہاء کرام نے، اور نہ اس کا ثبوت قرآن و حدیث سے ملے، اور اس کو دین سمجھ کر کیا جائے، اور نہ کرنے والے کو ملامت کی جائے ایسے کام کرنے والے کو بدعتی کہتے ہیں۔ بدعت بہت بُری چیز ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بدعت کو مردود فرمایا ہے، اور فرمایا کہ بدعت گمراہی ہے، اور ہر گمراہی دوزخ میں لے جانے والی ہے۔

کفر و شرک کے بعد بدعت بہت بڑا گناہ ہے کہ گناہ کرتا ہے اور اس کو گناہ نہیں سمجھتا، مثلاً قبروں پر گنبد بنانا، دھوم دھام سے عرس کرنا، قبروں پر چراغ جلانا، شادی میں سہرا باندھنا وغیرہ وغیرہ۔

عرس کی شرعی حیثیت

س: عرس کیا چیز ہے ذرا اس کی حقیقت بیان کر دیجئے۔

ج: عزیز من آپ نے خوب وقت پر موقع کا سوال کیا مگر دیکھئے سوال سے مقصود جہاں علمی تشنگی سے نکلنا ہوتا ہے وہیں خالی الذہن ہو کر دلیل پر نظر کرکے عمل قدم اٹھانا اس سے زیادہ اہم ہوتا ہے مقصود معلومات سے عقائد و اعمال کی تعمیر ہے کہ مطلق علم آپ اس کو ذہن

ہیں رکھتے ہوئے عرس کی حقیقت سنیئے ۔ عربی میں عرس کے معنی ہیں خوشی کے عرس اسی سے ہے ۔ کہتے ہیں شب عروس تو چونکہ بزرگوں کی موت کا دن بزرگ کیلئے خوشی کا دن ہوتا ہے کہ وصال الی اللہ کا دن ہوتا ہے جیسا کہ حضرت معین الدین چشتیؒ وغیرہ حضرات قدس سرہم ہیں کہ اگر موت نہ ہوتی تو دنیا میں آنا بیکار رہتا کہ الموت جسر یوصل الحبیب الی الحبیب ۔ موت پل ہے جو کہ دوست کو دوست تک پہنچاتا ہے اس لیے وصال الی اللہ کے لیے موت کی تمنا علامت ولایت کی ہے تو وہ دن موت کا بزرگوں کے لیے چونکہ خوشی کا دن ہوتا ہے اس لیے اس یوم کو یوم عرس کہا جاتا ہے ۔ سابق اولیاء کرام بعض مصلحتوں سے بزرگوں کے مزارات پر جمع ہو جایا کرتے تھے اور وہ مصلحتیں یہ تھیں کہ جہاں ان صاحب مزار کو قرآن شریف پڑھ کر بخشا ہوگا وہیں یہ نفع بھی ہے کہ ایک بزرگ دوسرے بزرگ سے آپس نے باطنی مقامات میں اشکال حل کریں گے اور ایک دوسرے سے فیضیاب ہوں گے توجہ سے باطنی ترقی ہوگی ۔ تیسرے یہ کہ عوام مسلمانوں کو اپنے لیے شیخ کا منتخب کرنا آسان ہوگا کہ مختلف مشائخ سے ملیں گے ۔ صحبت میں بیٹھ کر ان کے طرز و طریق اور حالات سے دیکھ کر اپنی مناسبت کا اندازہ کر کے شیخ کا انتخاب کرلیں گے یہ تھا مقصود اس اجتماع سے اور وہ بھی ہمیشہ خاص اسی ماہ میں نہیں سال بھر میں کسی ماہ میں ہو جائے نہ قوالی تھی نہ میلے کی شکل تھی اور نہ کوئی تقریری اور تجارتی صورت تھی اور ہو بھی کیسے سکتی تھی ان کو معلوم تھا کہ ایسے

...تے ہے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے کیونکہ آپ کا
...رہے کہ لا تجعلوا قبری عیداً کہ میری قبر کو عید نہ بنانا یعنی
...طرح عید کے لیے دن مقرر ہوتا ہے اور عمدہ عمدہ کپڑے پہنکر خوشی
...ساتھ لوگ جمع ہوکر ایک مقام پر اکٹھے ہو جاتے ہیں اس طرح میری قبر
...نہ ہونا تو بھلا جبکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے روضہ پر اس طرح جمع
...منع فرما رہے ہیں۔ تو پھر دوسرے کے مزار پر تعین ماہ و تاریخ اور
...لباس زینت کو پہنکر خوشی کے ساتھ مثل بیاہ شادی و عید و بقر عید
...ہوکر جانا اور جمع ہونا کیونکر درست ہو سکتا ہے حالانکہ اپنے روضہ مبارک
...رت کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ترغیب عجیب عنوان سے
...کر فرمایا مَنْ زَارَنِی قَبْرِی مِنْ بَعْدِی۔ فقد زارنی جس نے
...قبر کی زیارت کی اس نے گویا میری زیارت کی اور فرمایا مَنْ
...قَبْرِی وَجَبَتْ لَهُ شَفَاعَتِی کہ جس نے میری قبر کی
...کی اس کے لیے میری شفاعت واجب ہوگئی تو باوجود اتنی ترغیبات
...تعظیم کے آپ اپنے روضہ مبارک پر اجتماع کو منع فرما رہے ہیں اس
...سمجھنا چاہیئے کہ دوسرے کے مزار پر اجتماع تعین ماہ و یوم کے ساتھ
...عمدہ کپڑے پہنکر عطر وغیرہ لگا کر سنگار کے ساتھ سامان و نشاط
...نے کے ساتھ کیونکر جائز ہو سکتا ہے آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ
...اصل سے ہی درست نہیں اور بزرگوں کا جو حوالہ دیا جاتا ہے
...بھی درست نہیں کہ آجکل کے اجتماع اعراس کے جمع ہونے

کے مقاصد میں اور طرز و ہیئت میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

عزیز من کسی چیز پر حکم اس کی حقیقت پر لگا کرتا ہے نام پر نہیں لگتا تو جب اس زمانہ میں عرس کی حقیقت نہیں ہے جو کہ جو اولیاء کرام کے نزدیک تھی جیسا کہ معلوم ہو گیا ——— تو صرف عرس کے نام سے عرس موجودہ کے جائز ہونے کا حکم کیونکر لگایا جا سکتا ہے آج کل عرسوں میں وہ تمام باتیں جو ایک میلہ کی ہو سکتی ہیں وہ سب موجود ہوتی ہیں بلکہ اس سے زائد جیسے عورتیں سنگار کر کر کے بے پردہ وہاں جاتی ہیں۔ جیسے سارنگی ڈھول باجے وہاں ہوتے ہیں بازاری عورتوں کے گانے وہاں ہوتے ہیں دیگر تماشے اور کھیل کود اور کھلونے وہاں ہوتے ہیں اب تم خود سوچو کہ کیا یہ باتیں اسلام میں حرام نہیں ہیں اور کیا اولیاء اللہ نے کبھی یہ چیزیں جمع کی تھیں یا جمع ہونے دی تھیں۔ پھر یہ عرس کیا وہی عرس ہے اور جیسے کیا وہاں سجدے نہیں ہوتے جو کہ شرک کے صاف مشابہ ہے اسی بناء پر ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض وفات میں فرمایا لعن اللّٰہ الیہود والنصاریٰ اتخذوا قبور انبیائھم مساجد کہ۔ لعنت کرے اللہ تعالیٰ یہود و نصاریٰ پر کہ انہوں نے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہیں بنا لیا اس ارشاد میں آپ کا صاف اعلان تھا اپنی امت کو کہ تم اے مسلمانوں ایسی لعنت کا کام نہ کرنا کہ اپنے بزرگوں کی قبروں کو سجدہ کرنے لگو۔ اب تم خود ٹھنڈے دل سے سوچو کہ جس جگہ اس قدر گناہوں کے جمع ہونے کی ہو وہاں جانا بھی درست نہیں ہے چہ جائیکہ ایسے کام کی بناء اور اس میں کوشش یہ کس قدر مذموم و

قبیح اور سخت ترین نافرمانی اللہ اور اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہوگی

لہذا معلوم ہوا کہ موجودہ صورت عرس کی قطعاً جائز نہیں البتہ مزارات پر جانے

اور فاتحہ پڑھنا درست ہے اس کو کوئی منع نہیں کرتا اور منع کیونکر کیا جا سکتا

ہے حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ

الْقُبُورِ فَزُورُوهَا فَإِنَّهَا تُزَهِّدُ فِي الدُّنْيَا وَتُذَكِّرُ الْآخِرَةَ

یعنی میں تم کو پہلے قبروں کی زیارت سے منع کرتا تھا اب زیارت کیا کرو اس

لیے کہ قبروں کی زیارت آدمی کو دنیا سے بے رغبتی پیدا کرتی ہے اور آخرت

کو یاد دلاتی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم قبرستان تشریف لیجایا کرتے تھے

چنانچہ حضرت عباسؓ فرماتے ہیں مَرَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

بِقُبُورِ الْمَدِينَةِ فَاَقْبَلَ عَلَيْهِمْ بِوَجْهِهٖ فَقَالَ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ

يَا اَهْلَ الْقُبُورِ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَنَا وَلَكُمْ وَاَنْتُمْ سَلَفُنَا

وَنَحْنُ بِالْاَثَرِ کہ آپ مدینہ منورہ کے قبرستان سے گئے اور آپ

نے قبروں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا اے قبر والو خدا تعالیٰ ہماری

تمہاری بخشش فرمائے تم ہم سے پہلے چلے آئے ہم بعد میں آنے والے ہیں

اس ارشاد و عمل اور فعل حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے قبرستان جانا

اور فاتحہ پڑھنا دعا مغفرت کرنا معلوم ہوا نیز معلوم ہوا کہ مقصود۔ قبرستان

جانے سے اور زیارت کرنے سے عبرت حاصل کرنا ان کے لیے دعا کرنا

آخرت کو یاد کرنا اور دنیا سے بے رغبت ہونا ہے۔ ان فائدوں کے لیے

زیارت کا حکم فرمایا سو اس قسم کی زیارت سب کی درست ہے۔

ولی ہو یا غیر ولی بادشاہ ہو یا فقیر بلکہ بنسبت دوسروں کے بادشاہ ودنیوں کی قبر پر جانے سے زیادہ عبرت ہے اور بنسبت ولی کے گنہگاروں کی قبر پر جانا زیادہ مناسب ہے کیونکہ ان کو دُعا کی حاجت زیادہ ہے۔ اب آخر یہ خیال فرمالیں کہ کون ایسا مولوی ہے جو زیارت قبور کو منع کر سکتا ہے۔ زیارت کو اور قبرستان جانے سے کوئی منع نہیں کرتا بلکہ عرس کو منع کیا جاتا ہے جس میں ستار اور ساز رنگیاں وغیرہ بجائی جاتی ہیں خوشیاں کی جاتی ہیں بناؤ سنگار کے ساتھ جایا جاتا ہے۔ غرضیکہ گانے بجانے ناچ طبلے ڈھول تمام نشاط کی چیزیں وہاں جمع ہوتی ہیں کہ نہ عبرت ہے نہ دنیا سے نفرت و بے رغبتی ہے نہ آخرت کا یاد کرنا ہے جو مقصود تھا زیارت سے پھر یہ زیارت کیسی ہے کہ تمام باتیں زیارت مزار کے مقصود کے خلاف جمع ہیں یعنی ہنسنا قہقہہ لگانا گانا۔ دنیا کی فضول ولغو باتیں کرنا کھانا پینا وغیرہ پس ثابت ہوا کہ موجودہ صورت عرس کی کسی طرح جائز نہیں لہذا عرس کرنا تو کیا شریک ہونا اور دیکھنا بھی جائز نہیں۔

س : آپ نے بیان عرس میں ماشاء اللہ تعالیٰ خوب روشنی ڈالی جزاکم اللہ تعالیٰ جزاءً خیرا۔ اب ایک اور شبہ باقی ہے وہ یہ کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال کے شروع میں شہداء کی قبروں پر تشریف لیجاتے تھے اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ سالانہ اگر قبرستان میں مسلمان جمع ہو جائیں تو جائز ہے الفاظ حدیث شریف کے یہ ہیں کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یاتی قبور الشہداء

علی راس کل حول فیقول سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار۔

ج: عزیزمن اس حدیث شریف میں عرس سے کوئی علاقہ نہیں اوّل تو یہ بات ہے کہ یہ حدیث شریف کتب صحاح میں نہیں دوسرے اس حدیث کے راوی محمد ابن ابراہیم ہیں یہ حدیث مرفوع متصل نہیں، لہذا کسی بات کے ثابت کرنے کے لیے جو اصول ہیں کہ حدیث صحیح کا ہونا ضروری ہے یہ بات اس روایت میں نہیں تیسرے یہ کہ اگر یہ حدیث صحیح بھی مان لیں تو یہ حدیث مجمل ہے کیونکہ سال کے شروع میں آپ کے تشریف لے جانے کے دو معنی ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ سال ہجری کے شروع ماہ محرم میں تشریف لے جاتے تھے دوسرے معنی یہ ہیں کہ شہدا کے سال شروع یوم شہادت میں تشریف لاتے تھے لہذا میت کے وفات کے خاص دن سالانہ جانے پر کوئی دلیل نہیں بلکہ بہت سے بہت اس قدر ثابت ہوا کہ جہاں ہفتہ وار اور سالانہ قبرستان جانا ہوتا ہے وہیں سال بھر بعد قبرستان جانا ہو جائے تو درست ہے اور اس طرح جانے کو کوئی عرس نہیں کہتا اور پھر یہ حدیث شریف معارض ہے لا تجعلوا قبری عیدا کے لہذا اجتماعی طور پر بطور عید و خوشی اور سامان شادمانی کے ساتھ تشریف لے جانا تو بالکل ہی محال ہے پس اس حدیث شریف سے عرس کے جائز ہونے کو ذرہ برابر بھی مس نہیں اور سالانہ قبروں اور مزارات پر بالکل خاص اہتمام و اجتماع کے جانا جائز ہے پس لا تجعلوا قبری عیدا کی صحیح

حدیث شریف سے عرس کا ناجائز ہونا ثابت ہوا اور اس حدیث شریف سے بشرطیکہ یہ حدیث شریف صحیح ہو تو سالانہ بغیر کسی خاص اہتمام اور اجتماع کے جائز معلوم ہوا امید کہ اب تمام شبہات کافور ہو گئے ہوں گے۔

س: بیشک اب کوئی شبہ نہیں مگر ایک سوال باقی ہے وہ یہ کہ گانا بجانا قوالی سننا درست نہیں حالانکہ ہم نے سنا ہے کہ اولیاء کرام قوالی سنتے تھے۔

ج: آپ سے تعجب ہے کہ یہ سوال آپ کے دل میں کھٹکا کون نہیں جانتا کہ خلاف پیغمبر کسے راہ گزید۔ کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید۔ یا تو آپ ان حضرات کو اولیاء میں سے جانتے ہیں یا نہیں اگر نہیں جانتے تو سوال ہی لغو ہے اور اگر ان کو اولیاء میں سے سمجھتے ہیں تو کیا ولی خلاف سنت طریقہ اختیار کرے اور ترک سنت پر اصرار کرکے ولی ہو سکتا ہے؟ جو ولی ہوگا وہ سنت کا تارک نہیں ہوگا اور جو سنت کا تارک ہوگا وہ ولی نہ ہوگا کیا حق تعالیٰ کا ارشاد نہیں پڑھا قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم فرما دیجئے اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ تعالیٰ تم کو دوست بنا لیں گے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے لایومن احدکم حتی اکون احب الیہ من ولدہ ومالہ ونفسہ کہ جب تک مجھے اپنے مال باپ مال و اولاد اور اپنی جان سے زیادہ محبت نہ ہوگی اس وقت تک کوئی مومن کامل نہیں ہو سکتی اور کمال ایمان اور

مومن کامل ہی کا نام ولی ہے تو اب غور کیجئے کہ یہ گانا اور بجانا ان اولیاء کرام نے بھلا کیونکر گوارا کیا ہوگا۔ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ومن الناس من یشتری لھو الحدیث یعنی بعض ایسے ہیں جو لغو باتوں گانوں کو خریدتے ہیں اور بموجب ارشاد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم استماع الملاھی معصیۃ والجلوس فیھا فسق والتلذذ بھا کفر کہ مزامیر سننا گناہ ہے اور اس کو سننے کو بیٹھنا فسق ہے اور اس سے لذت حاصل کرنا کفر ہے اور فرمایا ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نھی النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن المزامیر والمعازف کرتیح یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منہ سے بجانیوالے اور ہاتھ سے بجانیوالے باجوں سے منع فرمایا قاضیخان جس پر فتویٰ کا بڑا مدار ہے اپنی کتاب میں فرماتے ہیں کہ ان القرءۃ بالقصب والتغنی حرام استماع القرآن بالالحان معصیۃ والتالی والسامع آثمان یعنی مشائخ نے فرمایا کہ گانے کے طریقہ پر قرآن شریف پڑھنا اور سننا گناہ ہے اب سوچئے کہ بھلا شعر گانے کے طرز پر پڑھنا اور سننا کب جائز ہو سکتا ہے پھر جبکہ ارشاد خداوندی اور فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور اقوال مشائخ و فقہاء سے گانا اور بجانا حرام ثابت ہے تو اولیاء کرام نے اس کو کیونکر روا رکھا ہوگا۔ معلوم ہو کہ جو سماع ان حضرات سے سننا ثابت ہے وہ ہے جو کہ مباح اور حد جواز میں تھا اور وہ یہ کہ اشعار خوش آوازی کے ساتھ بلا مزامیر و معازف حد شرعی میں محبت حق اور توحید کے ذکر میں ہو خواہ استعارہ اور کنایہ

یں ہوں یا صاحب وجد ہیں جیسا کہ ان حضرات کے شرائط سماع سے بھی یہ ہی ثابت ہوتا ہے اور وہ شرائط یہ ہیں اوّل یہ کہ سننے والے صاحب حال ہوں دوئم سنانے والے صاحب دل ہوں سوئم جو چیز سنائی جائے وہ حدود شرعیہ میں ہوں چہارم مزامیر نہ ہوں پانچویں امرد نہ ہوں چھٹے عورت نہ ہوں۔ اب آپ نظر انصاف سے کہئے کہ ان حضرات کی جب یہ شرائط ہیں تو ان حضرات کو بزرگ و ولی جانتے ہوئے ان کی طرف گانے بجانے سننے کو منسوب کرنا ان پر تہمت نہیں تو اور کیا ہے اگر کہیں کھنجری یا دف پر کسی بزرگ کا سننا ثابت بھی ہو تو وہ ان کا غلبۂ حال ہے معذوری ہے اور ممکن ہے علاجاً سننا گوارا کر لیا تو ان کا یہ فعل دلیل حجت نہیں ہو سکتا بالخصوص جبکہ ان ہی حضرات کے اقوال اس کے خلاف ہیں پس ہر طرح سے یہ معلوم ہو گیا کہ شکل عرس موجودہ کے آجکل کا موجودہ سماع سماع نہیں کاش کہ مسلمان بالعموم اور مدعیان محبت رسول بالخصوص اس کو سمجھیں اور طریق سنت اختیار کریں۔

س: جزاک اللہ تعالیٰ خیرالجزاء یہ سب سمجھ میں آ گیا۔ اب آپ یہ بتا دیجئے کہ قبرستان اور مزارات پر مسنون طریقہ جانے کا کس طرح ہے؟

ج: سنئے جب عرس کا زمانہ نہ ہو اس وقت مزار پر حاضر ہوں اور کہیں السلام علیکم یا اہل القبور انتم سلفنا ونحن بالاثر انشاء اللہ تعالیٰ اور ذرا فاصلہ سے بزرگ کے چہرہ کی طرف اپنا چہرہ کر کے کھڑے ہوں اور بلا ہاتھ اٹھائے ہوئے تین بار یا گیارہ بار سورۂ اخلاص اور تین تین بار سورۂ کافرون سورہ فلق سورہ ناس سورہ تکاثر

(س)ورۂ فاتحہ اور تین بار درود شریف اور سورۂ یٰسین شریف یاد ہو تو وہ ایک
(با)ر پڑھ کر اوّل حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم کو بخشیں پھر تمام انبیاء علیہم السلام
اور صحابہ کرام کو پھر جن کے مزار پر یا قبر پر کھڑے ہوں ان کو بخش دیں
(پ)ھر اگر اپنے لیے دعا کریں تو اس طرح کہیں کہ اے اللہ ان بزرگ کے
(و)سیلے سے میرا فلاں کام پورا فرما دیجئے پھر اسلام علیکم کہہ کر واپس چلا آئے
اگر وہ قبر بزرگ کی نہیں ہے تو جانا اور فاتحہ پڑھنا اور واپسی پر اسلام علیکم
(ی)ہ سب اسی طرح ہے البتہ کھڑا ہونا قریب ہو تو کوئی حرج نہیں اور دعا
(کر)نے کرے نہ کرے اختیار ہے۔ اور جب تک قبرستان میں رہے کھائے
(ن)ہیں نہ دنیا کی باتیں کریں نہ ہنسیں نہ قہقہے لگائیں بلکہ اپنی موت کو یاد کریں
(ع)برت حاصل کریں دنیا سے بے رغبت ہوں اور آخرت کی طرف
(را)غب ہوں۔

س: آپ نے فرمایا ہے کہ قبرستان میں بلا ہاتھ اٹھائے ہوئے
(فا)تحہ پڑھیں دعائے مغفرت مردوں کے لیے کریں حالانکہ ہم
(د)یکھتے چلے آئے ہیں کہ لوگ ہاتھ اٹھا کر قبرستان میں فاتحہ پڑھتے ہیں
(ا)س میں کیا حرج ہے۔

ج: جی ہاں بظاہر تو کچھ حرج نہیں معلوم ہوتا مگر ہمارا دین
(اس)لام کے اندر اس کا بڑا اہتمام ہے کہ کسی طرز و ہیئت سے شرک کا شائبہ
(بھی پی)دا ہونے پائے بلکہ جس طرح عقیدہ میں توحید خالص ہے اسی طرح ہر
(ہیئت) و وضع سے بھی توحید ہی ٹپکے سو چونکہ قبرستان میں ہاتھ اٹھا کر فاتحہ

پڑھیں گے تو مشرکین وکفار کو یہ وہم و شبہ ہو سکتا ہے کہ ہماری طرح مسلمان بھی اپنے مُردوں سے کچھ مانگ رہے ہیں اس لیے ہاتھ اٹھا کر فاتحہ پڑھنا قبرستان میں ٹھیک نہیں چنانچہ آپ حضرات علماء کرام کو قبرستان میں ہاتھ اٹھا کر فاتحہ پڑھتے کو انشاء اللہ نہ دیکھیں گے۔ عزیزمن توحید خالص عقیدہ اور عمل وحال تینوں میں رچی ہوئی ہونا چاہیئے اور کبھی کوئی ایسا طریق اختیار نہیں کرنا چاہیئے جس سے مشرکین کی نظروں میں ذرہ برابر بھی ہمارے طرز عمل سے شرک کا شائبہ بھی ہو۔ ہر حال وعمل سے توحید خالص ثابت وظاہر ہونا چاہیئے امید ہے اس کو بھی خوب سمجھ گئے ہو گے۔

اسلامی مہینوں کے احکام

س : ہر ماہ میں کچھ رسومات کا رواج ہے اس کا مختصر بیان کر دیں تو بہتر ہے۔
ج : بہت اچھا مختصر صورت سے کچھ کچھ ان کا حال بیان کیا جاتا
ہے ذرا ذہن کو خالی رکھ کر غور فرمائیے اور عمل صحیح کی کوشش کیجئے۔

محرم کا بیان

س : محرم کے مہینہ میں تعزیہ بناتے ہیں، شربت پلاتے ہیں، کھچڑا
پکاتے ہیں۔ شریعت میں اس کی کیا اصل ہے۔

ج : شریعت میں ان تینوں میں سے کسی ایک کی بھی کچھ اصل نہیں، ہر ایک
ذرا تفصیل سے سنیئے۔ تعزیہ اصل میں تعزیت سے ہے، اور تعزیت کے
نی ہیں ماتم پرسی کرنا۔ تو جو لوگ تعزیہ بناتے ہیں وہ حضرت امام حسینؓ
ماتم پرسی کرتے ہیں۔ سالانہ ماتم مناتے ہیں کہ محرم کے مہینہ میں دسویں تاریخ
حضرت امام حسینؓ شہید ہوئے تھے۔ ان کی شہادت کا حال صورت سے
عمل سے ظاہر کرتے ہیں۔ اور کلام سے بھی بطور مرثیہ اظہار تعزیت کرتے
ں۔ سو اب ذرا سوچنے کی بات ہے کہ ایسی باتیں کس طرح درست
ی ہیں کیونکہ کسی کی تعزیت ماتم پرسی کا مطلب یہ ہے کہ اس کے عزیز
شتہ دار کو سکون تسلی، صبر دلایا جاوے، نہ کہ اس کا غم بڑھایا جائے۔
ر پھر اس طریقہ سے کہ مرنے والے کی پوری تکلیف کا منظر کسی
ت میں لا کر رکھا جائے کہ بجائے صبر کے انتہائی درجہ کا صدمہ ہو۔
جب اس مرنے والے کی تصویر بھی قائم کی جائے اس میں شبہ نہیں

ہے کہ قرابت والے حضرات کے علاوہ ہم سب ہی حضرت امام حسینؓ سے
گہرا قرابت داری ہیں اور ہم اہل سنت والجماعت کو بھی حضرت امام حسینؓ
کی شہادت پر حسرت الم وجانکاہ صدمہ ہے ہم اس کو ہلکا کرنے
کی صورت اختیار کرنی چاہیئے۔ نہ کہ بڑھانے کی شکل اختیار کی جائے کیونکہ
ارشاد خداوندی ہے: "وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالُوْٓا
اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ: خوشخبری سنا دیجئے ان لوگوں کو کہ جب ان
کو کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو وہ بجائے واویلا کرنے کے انا للہ وانا الیہ
راجعون پڑھتے ہیں۔ اور تصویری نقل اختیار کرنا کسی طرح بھی روا نہیں کیونکہ
اول تو شریعت نے اس کو حرام فرمایا، دوسرے اسراف کا وبال کاغذ و بانسوں
کا خرچ اور آٹے کا خرچہ الگ ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔
اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ "اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ
کو فضول خرچ کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں کہ اللہ تعالیٰ اسراف کرنے
والوں کو پسند نہیں کرتے۔ تیسرے رزق آٹے کی بے حرمتی، چوتھے پھر اس
اپنے ہاتھوں کی بنائی ہوئی چیز کو توڑ پھوڑ کر ضائع کرنا، نیز اس کاغذی چیز کے
ساتھ وہ دفن وغیرہ کا کرنا جو انسان کی میت کے ساتھ کیا جاتا ہے۔
مزید برآں اس کو باعث برکت خیال کرکے چڑھاوے چڑھانا منت
ماننا جو کہ شرک ہے۔ غور کا مقام ہے کہ ہندو کافر لوگ یہ دیکھ کر کیا
کہتے ہوں گے کہ ہم میں اور ان مسلمانوں میں فرق ہی کیا ہے۔ ہم پتھر کو پوجتے
ہیں یہ کاغذ کو پوجتے ہیں۔ چنانچہ ایک ہندو نے ایک عربی کے طالب علم

سے کہا ہی تھا کہ ہمارے اور تمہارے مذہب میں فرق ہی کیا ہے ہم پتھر کو پوجتے ہیں اور تم مٹی کے ڈھیر قبر کو ہائے افسوس جس مذہب میں توحید کی نہایت پاک صاف تعلیم تھی اس کو مسلمانوں نے اپنے طرز سے دوسروں کی نظر میں مخلوط کردی۔ بہرحال صورت یکساں ہونے کی وجہ سے ہندوؤں کو موقع اعتراض کا ہوا تب ہی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اِتَّقُوا مَوَاضِعَ التُّھَمِ" "مسلمانوں کو ایسے امور سے جن میں دور کا بھی اشتباہ اور ذرا بھی شائبہ توحید میں فرق ونقص آنے کا ہو تو گریز اور احتیاط لازم ہے۔ تعزیہ داری ہر اعتبار سے قابل ترک ہے اور توبہ فوری واجب فرض ہے۔

یا شربت کو لازم قرار دینا یہ بھی درست نہیں اور جس عقیدہ سے شربت بناتے اور پلاتے ہیں وہ عقیدہ تو بالکل ہی غلط ہے۔ وہ یہ کہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالے عنہ پیاسے شہید ہوئے تھے لہٰذا شربت پلایا جائے تاکہ وہ عالم برزخ میں پیکر پیاس کو بجھائیں۔ سوچ کس قدر بے ادبی ہے۔ کہ اب تک کیا وہ پیاسے ہی ہیں۔ ارے انہوں نے شہید ہوتے ہی وہ پانی حوض کوثر کا پیا کہ کبھی پیاس ہی نہ لگے۔ اور دوسرے یہ کہ اس وقت سے اب تک اس قدر شربت پیتے پلاتے ہیں کہ کوئی حد ہی نہیں کیا۔ اب تک پیاس ہی نہ بجھی۔ استغفراللہ۔ ایسی باتیں مسلمان منہ سے نکالتے ہیں جن کا سر نہ پیر۔

اسی طرح کھچڑا اس کی بھی کوئی اصل نہیں۔ البتہ شریعت سے اتنا

ثابت ہے کہ دسویں محرم کا روزہ رکھا جائے اور نویں کو بھی رکھ لیں تو بہتر ہے یا گیارہویں کو غرضیکہ دسویں محرم کے ساتھ ایک روزہ اور ملا لیں بہتر ہے کیونکہ صرف دسویں کا ایک روزہ مکروہ ہے۔ اور دسویں کو اپنے اہل و عیال پر کھلانے میں وسعت کریں اچھا بھی پکائیں اور زائد بھی۔ اور جب زائد پکائیں تو اس میں فقراء مساکین کو صدقہ خیرات بھی کر دیں حضرت امام حسینؓ کو ثواب پہنچانے کی نیت سے اور دوسرے افراد کو ایصال ثواب کے مقصد سے یہ بہت بہتر ہے۔ کھچڑا ممکن ہے اس خیال سے نکالا ہو کہ سب چیزیں ملالیں اور پکالیں وسعت ہو گی تقسیم بھی کر دیں گے مگر اب چونکہ یہ رسم ہو گیا اور بعض لوگ ضروری سمجھتے ہیں۔ اس لیے قابل ترک ہوا ورنہ کوئی حرج نہیں۔ عزیزم بعض چیزوں کا کرنا اپنی ذات سے ممنوع نہیں بلکہ مباح ہے لیکن مسلمانوں نے اپنی خراب نیت اور فاسد عقیدہ سے اس کو ممنوع کرا لیا جب مولوی صاحبان منع کرتے ہیں تو بجائے خود اپنے کو مجرم سمجھنے کے علماء حضرات پہ الزام دھرتے ہیں کہ یہ مولوی صاحبان ثواب بخشنے سے بھی منع کرتے ہیں۔ ارے ثواب ملا ہی کب تھا جو مولوی صاحبان بخشنے سے منع کرتے ہیں۔ ایصال ثواب سے منع کرنا کیا بلکہ اس کی ترغیب دیتے ہیں البتہ جو طریق غلط ایصال ثواب کا تجویز کر رکھا ہے کہ جس سے ثواب حاصل ہی نہیں ہوتا کہ اس طریق کو منع کرتے ہیں۔

ببیں تفاوت راز کجا است تا بکجا

صفر کا بیان

س: صفر کے مہینہ میں گھونگھنیاں تقسیم کی جاتی ہیں، یہ کیا ہے؟

ج: صفر کے مہینہ کو تیرہ تیزی کا مہینہ کہا جاتا ہے اور یہ زیادہ تر عورتیں کہتی ہیں اور اس مہینہ کو اکثر عورتیں مبارک نہیں سمجھتیں اور گھونگھنیاں وغیرہ پکا کر تقسیم کرتی ہیں تاکہ اس مہینہ کی نحوست سے حفاظت رہے۔

یہ سب فساد عقیدہ کی بات ہے توبہ کرنی چاہیے۔

ربیع الاول کا بیان

س: ربیع الاول میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت شریف کا ذکر کیا جاتا ہے جس کو میلاد شریف کہتے ہیں اس کے متعلق کیا ارشاد ہے ہماری طرف تو بڑا اہتمام ہوتا ہے مجلس سجائی جاتی ہے اور دور دور سے میلاد شریف پڑھنے والے خوب روپیہ دے کر بلائے جاتے ہیں۔ کبھی تو گانے سے کبھی ل ل کر پڑھتے ہیں۔ مٹھائی کی تقسیم کا بڑا اہتمام ہوتا ہے۔ ولادت شریف کے ذکر کے وقت قیام کیا جاتا ہے جو نہ کھڑا ہو اس کو گستاخ بے ادب کہتے ہیں اور یوں کہتے ہیں کہ ایک معمولی امیر کی سواری آجائے تو کھڑے ہو جائیں۔ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائیں اور نہ کھڑے ہوں کس قدر گستاخ ہیں اور جو میلاد شریف نہ کرے اس کو طعنہ

دیتے ہیں ملامت کرتے ہیں۔ اس کی کیا اصل ہے؟

ج : میلاد شریف سبحان اللہ ذکر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام ہے جو کہ مستحسن اور باعث برکت ہے مگر اس کا خیال ضرور رکھا جائے کہ ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کوئی ایسی چیز جمع نہ کی جائے جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مرضی و خوشی کے خلاف ہو مثلاً حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جھوٹ بولنے کے لیے اور مجھ پر بہتان باندھنے کے لیے اتنا کافی ہے کہ میری طرف ایسی روایت کو منسوب کرے کہ جس کو میں نے بیان نہیں کیا یا یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ عورتوں کے مجمع میں گا گا کر نہ پڑھا جائے کہ عورتوں کا دل مثل شیشے کے ہے کہیں ٹوٹ نہ جائے یا مثلاً حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو بات دین کا جز نہیں اسے دین میں داخل نہ کرو۔ حرام کو حرام جانو۔ حلال کو حلال۔ نیز فرمایا کہ فضول خرچی نہ کرو۔ اور آپ نے فرمایا کہ جب میں تم میں اے صحابہ آیا کروں تو تم میرے لیے کھڑے نہ ہوا کرو۔ سو آپ سوچیں اور سچے دل سے سوچیں۔ بلاکسی کا پاس لحاظ کئے ہوئے سوچیں۔ خالی الذہن ہو کر سوچیں کہ کیا آج کل جو میلاد شریف کا طرز ہے وہ مکروہ باتوں سے پاک ہوتا ہے اور عقیدوں کی درستی کے ساتھ ہوتا ہے ہر چیز پر غور کریں تو آپ کو اچھی طرح معلوم ہو جائے گا کہ کوئی جز آج کل میلاد شریف میں پیارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مرضی کے موافق نہیں مثلاً اول پڑھنے والے دیکھئے کہ اکثر میلاد خوان صاحبان کی وضع قطع ڈاڑھی وغیرہ محبوب صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم کی جیسی اور مرضی کے موافق نہیں. کوئی منڈوائے ہوئے ہے کوئی کتروائے ہوئے ہے اور میلاد ختم کرکے جو سوتے ہیں تو صبح کی نماز قضا اور اکثر جماعت تو ترک ہوتی ہی ہے۔ اور دوسرا جز پڑھنا سورہ روایتیں ہوتی ہیں کہ جو غلط اور بیہودہ اشعار کا مل کر پڑھنا۔ اور خوش الحانی کے ساتھ جس میں عورتیں سننے والی ہوتی ہیں جو کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مرضی کے خلاف ہے اور اس قدر زور سے پڑھنا کہ سونے والوں کی نیند خراب ہوتی ہے حالانکہ خود حضور صلعم جب شب کو تہجد کے لیے بیدار ہوتے تھے تو ایسے طریقے سے کہ کسی بیوی صاحبہ کی آنکھ نہ کھل جائے کہ تکلیف ہوگی آپ کو خبر نہیں کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شب کو باہر تشریف لے گئے اور اس طرف گذر ہوا جدھر حضرات شیخین ابوبکر صدیق و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مکانات تھے یہ دونوں حضرات تہجد میں قرآن شریف پڑھ رہے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ تو کسی قدر آہستہ آہستہ پڑھ رہے تھے اور حضرت عمرؓ زور زور سے پڑھ رہے تھے جب صبح کو ہر دو اصحاب حاضر خدمت مجلس شریف آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہوئے تو آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ ابوبکر تم رات قرآن شریف آہستہ آہستہ کیوں پڑھ رہے تھے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ! اس وجہ سے تاکہ کسی کی آنکھ نہ کھل جائے۔ حضرت عمرؓ سے آپ نے فرمایا اے عمر تم اتنے زور سے کیوں قرآن شریف پڑھ رہے تھے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ! اس وجہ سے تاکہ دوسرے جاگ جائیں اور وہ بھی

تہجد پڑھ لیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابوبکر تم تو آواز کسی قدر بڑھا دو اور عمر تم آواز کو کسی قدر ہلکی کر دو۔ اب آپ غور فرمائیں کہ جب سونے والوں کی اس قدر رعایت کی گئی کہ تہجد فرض واجب تو ہے ہی نہیں جو دوسروں کے بیدار کرنے کی تدبیر کی جائے اور حصول جہری آواز سے بیدار ہو نہیں سکتا تو آپ نے دونوں صاحبوں کو اعتدال و میانہ روی کی تعلیم فرمائی کہ ان کے شوق کو بھی باقی رکھا اور سونے والوں کی نیند خراب ہونے اور تکلیف ہونے کا خیال فرمایا۔ تو پھر میلاد خواں صاحبان کو کیا حق ہے کہ ایسی آواز سے پڑھیں۔ لاؤڈ سپیکر سے گذر کر سارے محلہ والے بلکہ سارے قصبہ والے چونکنے ہو جائیں جو لوگ مجلس میں حاضر ہو گئے۔ سنانا ان کو ہے بس ان کے موافق آواز کافی ہے تو اتنے زور سے پڑھنا یہ بھی مرضی موافق حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نہ ہوا۔

اب رہا قیام کا سوال جو غلبہ وجد و غلبہ بیخودی و حال کے غلبہ سے ہو تب تو معذوری ہے اور اگر غلبہ حال و بیخودی کچھ بھی نہیں تو محض ایک رسم ہے جو کہ لائق اقتدار نہیں اور اگر یہ قیام کسی عقیدے سے ہے مثلاً یہ کہ آپ نے فرمایا کہ بوقت ذکر ولادت شریف حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے ہیں اس لیے تعظیماً کھڑے ہوتے ہیں تو معاذ اللہ اس عقیدے سے کھڑا ہونا تو درست نہیں۔ کس نے دیکھا کہ تشریف لاتے ہیں کس حدیث اور آیت سے معلوم ہوا کہ تشریف لاتے ہیں اور جب نہ

مجلس والوں کا دیکھنا ثابت اور نہ آیت و حدیث سے ثابت تو یہ کذب بیانی کیسی ؟ اور حاضر و ناظر ذات بجز ذات باری تعالیٰ کسی کی ذات نہیں یہ عقیدہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حاضر و ناظر ہیں یہ تو فاسد عقیدہ ہے لائق توبہ ہے۔ اگر کسی زمانے کے کسی بزرگ کی تقلید میں کھڑے ہو گئے کہ وہ کھڑے ہوئے تھے یہ تقلید صحیح نہیں۔ ان بزرگ کو تو مشاہدہ ہوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انوار وغیرہ کا کشف کے طور پر یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پُر نور کا بطور خرق عادت۔ اور وہ اپنے اس کشف پر کھڑے ہو گئے سو اس وقت اس مجلس میں بلحاظ آداب مجلس کہ ایک کھڑا ہو سب کھڑے ہو جائیں ورنہ صاحب وجد پر منقبض طاری ہو جائے گا اور اندیشہ ہلاکت کا ہو جاتا ہے اس لیے دوسرے بھی کھڑے ہو گئے سو ان بزرگ کے ایسے حال پر تقلید درست نہیں اور التزام جائز نہیں۔ کسی بات کا اتفاقاً کسی سے ظہور ہونا یہ دوام کو مستلزم نہیں اور اس کو معمول بنا لینا جائز نہیں اور چونکہ ہم کو تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشی مطلوب ہے اس لیے میلاد شریف کیا جاتا ہے۔ سو میں سناتا ہوں اس سے آپ سمجھ جائیں گے کہ قیام کرنے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشی زیادہ ہے یا قیام نہ کرنے میں۔ بیٹھئے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجلس شریف میں تشریف فرما ہوتے تھے تو صحابہ کرام تعظیم کے لیے کھڑے ہوتے تھے۔ آپ نے نرمی سے دو تین بار منع فرمایا صحابہ نے کچھ زیادہ اس پر توجہ نہ کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غصہ سے سختی کے ساتھ منع فرمایا تب صحابہ کرام کا یہ معمول ہو گیا کہ

جب مجلس شریف میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے تو صحابہ کرام کھڑے نہ ہوتے اب ذرا غور کرنے کی بات ہے کہ آپ کی مرضی تو یہ اور ہم اس کے خلاف اپنے شوق کی باتیں کریں اور وہ بھی اسے عزیز رسم کے طور پر تو اب قیام کب رہا؟ اور قیام ذکر نے والوں کو برا کہنا کب جائز ہو سکتا ہے! اصل چیز شوق پورا کرنا نہیں بلکہ اصل چیز اتباع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ اب رہا میلاد شریف ذکر نے والوں پر طعن کرنا سو یہ عجیب بات ہے کیونکہ طعن و ملامت تو گناہ کے کام پر کی جاتی ہے اور میلاد شریف ذکرنا یا شریک نہ ہونا یہ معصیت نہیں کیونکہ ایک مستحب عمل ہے کہ اگر بالکل شرع کے موافق ہو اور حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی کے موافق ہو تو ثواب ہوگا۔ اور باعث برکت ہوگا۔ مگر چونکہ فرض واجب نہیں کہ جس کے ترک سے معصیت گناہ لازم آئے۔ اس لیے میلاد شریف شرع کے موافق بھی اور کوئی نہ کرے کرائے اور نہ شریک ہو تو بالکل گناہ نہیں پھر ملامت کرنا کیسا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو لوگ میلاد کرتے کراتے ہیں وہ میلاد شریف کو واجب سمجھتے ہیں تب ہی تو اس کے تارک کو ملامت کرتے ہیں "استغفراللہ" ان کو توبہ کرنا چاہئے کہ غیر واجب کو واجب سمجھیں اور بھائی شریک نہ ہونے میں گناہ نہ ہونا تو اس وقت ہے کہ جب شرع کے موافق میلاد شریف ہو مگر جب کہ اس مجلس میں کم و بیش اکثر باتیں خلاف شرع بھی ہوتی ہیں جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا تب تو شریک نہ ہونا ہی ضروری ہے اور مٹھائی تقسیم کرنے کو ضروری سمجھتے ہیں یہ

بھی ٹھیک نہیں تقسیم کی کی ، نہ کی۔ مگر مٹھائی تقسیم نہ ہو تو اس کو میلاد شریف اور ذکر رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی نہیں سمجھتے استغفراللہ ، اور جناب جس کو نہ ملے وہی خفا۔ بس معلوم ہوا کہ شیرینی کے لیے آئے تھے تب ہی تو بیچارے میلاد شریف کرانے والے پر مٹھائی نہ ملنے پر اعتراض بھی ہے اور غصہ بھی ہے اب آپ ذرا انصاف کی نظر سے دیکھئے کہ جو مجلس اس قدر مکروہات اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایسی ناپسند باتوں کی مجموعہ ہو وہاں شریک ہونا کیونکر درست ہو سکتا ہے اور کیا خیر و برکت ہوگی۔ امید ہے کہ آپ کی سب باتوں کا جواب ہو گیا ہوگا اور سچے دل سے سوچ کر آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ آج کل کی ایسی مجلس کا کیا حکم ہے۔ اللہ کرے کہ مسلمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے سچے دعویدار ہیں۔ اور وہ سچی محبت حقیقی اتباع میں ہے۔ مرضیات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر چلنے میں ہے اور نامرضیات سے بچنے میں ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ (محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہہ دیجئے کہ اگر تم اللہ کو محبوب رکھتے ہو تو میری اتباع کرو کہ اللہ تعالیٰ تم کو محبوب رکھیں گے۔

س : اچھا یہ تو سمجھ میں آگیا مگر یہ تو فرمائیں کہ کوئی شخص صحیح عقائد کے ساتھ موافق شرع کی روایات کے ساتھ بدون قیام و شرینی کے میلاد شریف کرے تب تو اجازت ہے۔

ج : آپ تو ماشاء اللہ سمجھدار ہیں خود ہی فیصلہ فرمائیے کہ جو کام

فرض واجب نہ ہو اور عام لوگ اس کام کو خاص خاص قیدوں و لوازمات کے ساتھ کرنا ثواب جانتے ہیں تو دوسرا شخص اس کام کو صحیح طریقے سے ہی تو کرے مگر سننے والے یہ نہ جانیں گے کہ کس طرح کیا ہے بس وہ تو یہ سنکر کہ فلاں عالم صاحب کے یہاں بھی یہ عمل ہوا میلاد شریف ہوا بس ان کے لیے یہ حجت ہو جائے گا کہ دیکھئے صاحب فلاں صاحب بھی میلاد شریف کرتے ہیں ہمارے کرنے میں کیا حرج ہے اب کس کس سے کہتے پھریں گے کہ میں نے اس طرح کیا ہے اس طرح نہیں کیا کہ جس طرح عموماً عام لوگ ناجائز باتوں کو شامل کر کے اور فاسد عقیدے کے ساتھ کیا کرتے ہیں۔ اس لیے بھائی میرا میلاد شریف کرنا درست ہے اور آپ کا کرنا ٹھیک نہیں لہٰذا جب تک تمام مسلمان صحیح طریقے اور صحیح عقیدے کے ساتھ ذکر نے لگیں اس وقت تک اس کا ترک ہی مصلحت ہے اور یہاں کلمہ شریف کا ورد اور درود شریف کی کثرت یہ بھی میلاد شریف ہی ہے اور میلاد شریف سے کہیں زیادہ ثواب پسندیدہ اور فرمایا ہوا ذات باری تعالیٰ اور باعث خوشنودی حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے جس سے میلاد خوان عموماً محروم ہیں کہ بیچاری نماز کی بھی پوری باجماعت پابندی نہیں کرتے بھلا چلتے پھرتے ہر وقت کلمہ شریف اور درود شریف کا ورد تو کیا کریں گے۔

✣

ربیع الثانی کا بیان

س: اس مہینہ میں گیارہویں شریف بڑے پیر صاحب کی جاتی
ہے یہ کیا ہے۔
ج: گیارہویں شریف کی حقیقت اور اس سے مقصود ایصال
ثواب ہے۔ حضرت بڑے پیر صاحب شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ
کی روح کو۔ اور ایصال ثواب میں دن تاریخ کی تعین کو کوئی دخل نہیں جب
بھی جی چاہے حلال مال سے جو چاہیں اور جس قدر چاہیں ایصال ثواب
ہو سکتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے۔ کہ لوگو مردوں کو ایصال ثواب
کرو جو اپنے زندوں کے صدقات خیرات کرنے کے ایسے منتظر
رہتے ہیں جیسے ڈوبتے کو تنکے کا سہارا۔ لہذا تیسرے دن، ساتویں
دن، تیسویں دن، چالیسویں دن کی کوئی تخصیص نہیں۔ ان ایام میں ثواب
کو زیادہ سمجھنا یہ بدعت اور دین میں نئی بات کا نکالنا ہے پس نقد یا
جنس یا کپڑا یا کھانا چاول وغیرہ پکا کر غریب محتاج، مسکین مسلمان کو
دے دینا اور اس کا ثواب جو اس دینے والے کو ملا ہے وہ مردہ کو
بخش دینا بس ایصال ثواب ہے اسی طرح نفل پڑھ کر قرآن شریف پڑھ
کر کلمہ شریف وغیرہ پڑھ کر میت کو بخشنا ایصال ثواب ہے لہذا نہ دن
کی قید نہ مہینہ کی، نہ کسی خاص قسم کی۔ چیز پکانے کی قید کہ اتنا گھی ہو اتنا
گوشت ہو اتنا بڑا ہو اتنا مسالہ ہو اور نہ خاص خاص لوگوں کو

کھلانے کی قید۔ کہ حقہ پینے والے نہ ہوں تمباکو کھانے والے نہ ہوں، بیاہے نہ ہوں۔ یہ سب باتیں ملا اور ملانیوں کی نکالی ہوئی ہیں کہ دوسروں کو خاص خاص چیزیں زیادہ ہوں گی نہ بٹنے پائیں گے نہ ہر ایک ایسا آدمی ملے گا کہ بلایا جائے گا۔ لہٰذا یہ قیدیں لگا دیں کہ ان کو بلایا جائے اور مزے کا کھانا کھایا جائے۔ بیچارہ غریب چاہتا ہے کہ میں اپنے مردہ کو کچھ بخشوں مگر مجبور ہے نہ اس قدر ایسا پکانے کو اس کے پاس ہے نہ پکا کر بخش سکتا ہے۔ بعض دفعہ ایسا آدمی نہیں ملتا بس بے چارہ محروم ہے ایصال ثواب سے سوچنے کی بات ہے جس کی اس قدر ضرورت ہو کہ مردہ مثل ڈوبتے کے تنکے کے سہارے کی طرح منتظر ایصال ثواب کا رہتا ہے وہاں ایسی قیدیں لگائے کہ فلاں فلاں دن ہو اور ایسا ہو اور ایسے لوگوں کو دیا جائے بھلا کہیں عقل میں آنے والی بات ہے۔ غرض مومن بس جس قدر جلدی اور جیسا کچھ بھی حلال مال سے ہو سکے بس کسی غریب مسلمان کو دے کہ مردہ کو ثواب بخشا جایا کرے یہ ہے سیدھا طریقہ اور شرعی طریقہ ایصال ثواب کا باقی سب من گھڑت ہے۔ اس طرح گیارہویں شریف ہے کہ مقصود ایصال ثواب حضرت بڑے پیر صاحب کو کرنا ہے تو جب ہو سکے ایصال ثواب کیا جائے۔ تاریخ مہینہ کی کوئی قید نہیں۔ اور اگر یہ خیال ہو کہ ہم فلاں مہینہ میں گیارہویں نہ کریں گے تو نقصان پہنچ جائے گا تو یہ تو شرک کی اور عقیدہ کی خرابی کا اثر ہے۔ اللہ توبہ توبہ یہ تو بڑے پیر صاحب کو شرک دینا ہے ایسے عقیدہ سے توبہ کرنا چاہیے۔

رجبؔ کا بیان

س : رجب کے مہینہ میں ستائیسویں تاریخ کا روزہ رکھا جاتا ہے جس کو ہزاری روزہ کہتے ہیں یہ کیسا ہے۔

ج : اس مہینہ کو مریم روزہ کا مہینہ عورتیں کہتی ہیں اور سمجھتی ہیں کہ ستائیسویں تاریخ کو روزہ رکھنے سے ایک ہزار روزوں کا ثواب ملتا ہے اور اس کی کوئی صحیح سند نہیں۔ ہاں روزہ کا ثواب جیسا ہوتا ہے۔ اگر روزہ رکھنے کو دل چاہے رکھیں مگر ثواب کا تعین کرنا کہ ہزار لاکھ روزوں کے برابر مل گیا یہ مناسب نہیں اور اس مہینہ میں خاص قسم کی روٹیاں ستائیس رجب کو پکتی ہیں ان کو تبارک کی روٹیاں کہتے ہیں تبارک الذی کی سورت پڑھی جاتی ہے یہ بھی اپنی طرف سے نکالی ہوئی بات ہے۔

س : اس مہینہ میں کونڈوں کا بھی دستور ہے یہ کیا چیز ہیں۔

ج : اصل اس کی یہ ہے کہ شیعہ حضرات حضرت معاویہؓ کی وفات کی خوشی میں شیرینی وغیرہ تقسیم کرتے ہیں اور کہتے یہ ہیں کہ حضرت امام جعفر صادق کی ولادت کی خوشی میں ایسا کرتے ہیں حالانکہ حضرت امام جعفر کی ولادت رجب میں نہیں ہوئی بلکہ ربیع الاول کی ستائیس تاریخ کو ہوئی، تو اس کے بانی شیعہ ہیں۔

س : رجب کے مہینہ میں لوگ سیرت نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و بیان معراج شریف کرتے ہیں اس کا نام رجبی رکھا ہے یہ کیسا ہے؟

ج : میلاد شریف کے ذکر سے آپ کو تمام ایجادات کی حقیقت

معلوم ہو گئی ہوگی۔ ارے میاں کسی کام کے لیے دن تاریخ مہینہ مقرر کر لینا سہولت کے لیے مباح ہے مگر اس کو لازم قرار دے لینا اور بدون ان ایام کے ثواب یا اتنا ثواب نہ سمجھنا یہ شریعت میں زیادتی کرنا ہے جو کہ غیر دین کو دین سمجھنے کا مصداق ہے لہٰذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت کا ذکر اور معراج کا بیان بہتر ہے مگر اس کو ماہ رجب کے ساتھ مخصوص کرنا۔ یہ سب خلاف شریعت ہے۔ اور عجیب بات یہ ہے کہ اس میں ہنود صاحبان کو بھی دعوت دی جاتی ہے۔ وہ بھی شریک ہوتے ہیں۔ اور نعت اور اوصاف وحامد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیان کرتے ہیں۔ بھلا ان حضرات محرکین رجبی سے کوئی پوچھے کہ ان کو دعوت دینے سے کیا فائدہ۔ اگر کہیں کہ تبلیغ سو یہ صحیح نہیں۔ بھلا اب تک اس طرح کتنے مسلمان ہوئے بلکہ اس سے تو اور مسلمانوں کو دھوکہ ہونے کا سخت اندیشہ ہے کہ مسلمان بھائی سمجھیں گے کہ ان کو ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بہت محبت وعقیدت ہے کہ ایسی ایسی نعت جو محبت سے اس شخص نے کہی یہ بھی محب رسول ہے تو اس طرح اس سے مسلمان کا دل ملنے لگے گا اور اس کے کفر سے نفرت نہ رہے گی اور وہ بھی سمجھے گا کہ اپنے مذہب میں رہ کر بھی جب کہ میرا رنگ ایسا ہے اور مسلمان اس کو اچھی نظر سے دیکھتے ہیں تو پوری سچائی کے ساتھ داخل ہونے کی کیا ضرورت تو بجائے مذہب اسلام سے قریب ہونے کے اور بعید ہوگا۔ نیز کافر سے ایسے میل جول۔ اختلاط ومحبت سے دین میں ضعف آتا ہے۔ قدر دین کی

گشتی ہے۔ ان کی عزت قائم ہوتی ہے اور یہ مسلمانوں کے لیے زبردست ہے۔
اللھم احفظنا۔ اس لیے بچند وجوہ موجودہ صورت زیجی کی درست نہیں۔

شعبان کا بیان

س: شب برات کیا چیز ہے؟
ج: برات کے معنی بری ہونے کے ہیں چونکہ اس رات میں گنہگاروں کی مغفرت ہوتی ہے۔ اس لیے رات کو شب برات کہتے ہیں۔
س: شب برات کون سی رات ہے؟
ج: شعبان کی پندرہویں رات ہے جو چودہویں دن کے بعد سے شروع ہوتی ہے۔
س: اس شب کو کیا ہوتا ہے؟
ج: اس رات بندوں کے نامۂ اعمال داخل دفتر ہوتے ہیں اور ملک الموت کو ایک کاغذ مل جاتا ہے اور حکم ہوتا ہے کہ جس جس کا نام اس کے اندر درج ہے اس سال نکال لینا اور جس جس کے لیے رزق ملنے والا ہے وہ لکھ دیا جاتا ہے نکاح کا ہونا بھی لکھ دیا جاتا ہے غرضیکہ جس کے لیے جو کچھ ہونے والا ہوتا ہے وہ سب لکھ دیا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس شب میں ایک خاص توجہ فرماتے ہیں

اور اس قدر لوگوں کی مغفرت فرماتے ہیں جس قدر بنی کلب کی بکریوں کے بال اور روزی مانگنے والے کو روزی دیتا ہے۔ مصیبت والا مصیبت دور ہونے کی دُعا کرے تو مصیبت دور ہو جاتی ہے۔

س : کیا اس رات سب کی دُعا قبول ہوتی ہے ؟

ج : کافر مشرک کینہ رکھنے والا۔ شطرنج چوسر کھیلنے والا۔ ظالم۔ سود لینے والا۔ ماں باپ کی نافرمانی کرنے والا۔ جادوگر۔ پائجامہ و تہبند ٹخنوں سے نیچے رکھنے والا ان لوگوں کی دُعا قبول نہیں ہوتی۔

س : شب برات میں کیا کرنا چاہیے ؟

ج : حدیث شریف میں صرف تین باتیں کرنا سنت لکھی ہیں۔ قبرستان جا کر مردوں کے لیے فاتحہ پڑھ کر مغفرت کی دُعا کرنا عبادت کرنا۔ توبہ استغفار کرنا۔ خوب دُعائیں مانگنا۔ پندرہویں تاریخ کو روزہ رکھنا ان کاموں کے علاوہ اور کچھ سنت نہیں۔

س : آپ نے کہا ہے اور سنت نہیں ہے ہم تو دیکھتے آرہے ہیں کہ ہمارے گھروں میں حلوا پکاتے ہیں اور خوب کھاتے ہیں۔ اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں کو بھیجتے ہیں اور یوں کہتے ہیں۔ حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس روز شہید ہوئے تھے تو حضور نے حلوہ پکا کر فاتحہ دلائی تھی تو اس لیے حلوے پکا کر ان کی فاتحہ دلا دی جاتی ہیں اور نیز اس لیے بھی کہ اس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دندان مبارک شہید ہوا تھا تو آپ نے حلوا کھایا تھا۔

ج: توبہ توبہ یہ دونوں باتیں غلط ہیں نہ تو امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
کی شہادت شعبان میں ہوئی نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حلوا پکا کر
فاتحہ دلوائی نہ خود حلوا کھایا بلکہ یہ دونوں باتیں تو ماہ شوال میں جنگ احد
کی لڑائی میں ہوئی تھیں آپ ذرا خود سوچیں اور ذرا عقل سے کام لیں
معلوم ہو جائے گا۔ کہ بات کہاں تک صحیح ہو سکتی ہے غور فرمایئے
مردوں کو کچھ بخشنا فرض و واجب نہیں۔ مستحب ہے اور مستحب کے
سے پر ملامت کرنا کون سا گناہ ہے تو کیا ارواح مرنے کے بعد بھی
کرتی ہیں۔ ایسا ہرگز نہیں توبہ توبہ کیسی من گھڑت باتیں ہیں۔ اور یہ
ب طرح کی فاتحہ ہے کہ خود کھائیں اور اپنوں میں اور بڑے بڑے میں
رشتہ داروں میں بھیجیں، بیچارے غریبوں اور مسکینوں کو کوئی نہ
پوچھے حالانکہ ایسے کھانے کے مستحق تو غریب ہیں نہ کہ خود ہی بانٹ
یں یہ سب من گھڑت ہیں۔ حدیث شریف قرآن شریف سے
کا ثبوت نہیں۔ ہاں جو کچھ جس سے ہو سکے پکا کر غریبوں کو کھلا کر
دوں کو ثواب بخشنے تو کچھ حرج نہیں۔ حلوے کی کوئی خصوصیت
تھا دال ہو خواہ چاول ہوں۔ حلوے کا خاص کرنا کیسے معلوم ہوا
ب عقیدے خراب ہیں۔

س: ہماری بڑھیاں کہتی ہیں کہ مردوں کی ارواح اس وقت
یں ہیں اگر ان کو حلوا پکا کر نہ دیں تو روتی ہیں اور ہماری جنگ
جاتی ہیں۔

ج : تو یہ ابھی کیسے معلوم ہوا کہ روح آتی ہیں یا تو ان کو کسی نے دیکھا ہو یا قرآن و حدیث سے معلوم ہوا ہو تو دیکھا تو کسی نے ہے نہیں. رہا قرآن شریف سے ثبوت تو قرآن شریف سے ارواح کا نہ آنا ثابت ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ومن وراءهم برزخ الیٰ یوم یبعثون : سو دنیا و آخرت کے درمیان ایک پردہ ہے کہ وہ پردہ روحوں کو اس طرف نہیں آنے دیتا تو اس عقیدہ سے خواہ مخواہ تو بدعت ہے اور یہ تو دین میں ایک نئی بات کا نکالنا ہوا۔ اور نئی بات کا نکالنا گمراہی ہے اور گمراہ دوزخ میں جاتا ہے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے:-

کل بدعة ضلالة وكل ضلالة في النار:

س : آتش بازی چھڑانا کیا یہ بھی سنت نہیں ؟

ج : بھائی صاحب آپ تو ایسی باتیں پوچھتے ہیں جن کا سر نہ پیر بھلا آتش بازی بھی کہیں سنت ہو سکتی ہے۔ کہ جس سے مال کا نقصان علیحدہ جانیں جائیں وہ علیحدہ ہر سال اخباروں میں خبریں آتی ہیں کہ اس آتشبازی میں بہتیرے گھر جل گئے اور بہت سی جانیں ہلاک ہوگئیں اور تقریباً لاکھوں روپیہ مسلمانوں کا آتشبازی میں خرچ ہو جاتا ہے۔ افسوس بھلا جس کے کرنے میں اتنے نقصانات ہوں وہ کہیں سنت ہو سکتی ہے۔ قرآن میں ہے: ان المبذرين كانوا اخوان الشياطين: فضول خرچی کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں۔

س: ہمارے مسلمان بھائی صاحبان اور بڑی بوڑھیاں خواہ مخواہ شکایت کرتے ہیں کہ ہم تنگدست ہیں پیسہ پاس نہیں کیوں انھوں نے تنگی اپنے ہاتھوں مول لی کہ ایسے فضول کام نکال کھڑے کئے کہ جن میں اس قدر پیسہ برباد ہوتا ہو اور ہم کو بھی بچپن سے ایسی باتیں کرنے دیتے ہیں کہ ہم کو بھی ویسی عادت پڑ جاتی ہے پھر چھوٹنا مشکل ہو جاتا ہے؟

ج: بھائی صاحب یہ ایک بات آپ نے عقل کی کہی شاباش اللہ تعالیٰ ہم سب کو ایسی سمجھ عطا فرمائیں تاکہ بدعتوں اور فضول خرچوں کو چھوڑیں ان فضول خرچیوں سے جو تنگی آتی ہے اس سے نجات ہو ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمایا ہے کہ اپنے بیوی بچوں کو دین کی تعلیم دو اور بچوں کے ماں باپ خدا تعالیٰ کے حکم کے خلاف کراتے ہیں دیکھو تو سہی کہ ماں باپ خود آتشبازی اور پھلجھڑیاں پرولیں سے لا کر دیتے ہیں بچپن سے اللہ تعالیٰ کے حکم کے خلاف چال چلواتے ہیں بچہ تو بچہ ہے وہ تو گنہگار ہوگا مگر ان کے ماں باپ نے گناہ کرایا ہے وہ گنہگار ہوں گے۔

س: اچھا یہ تو بتایئے کہ یہ آتشبازی کا سلسلہ نکلا کب اور کیسے نکلا؟

ج: سنیئے ایک قوم تھی برامکہ جو آگ پوجتی تھی جب وہ مسلمان ہوئی تو آگ پوجنا تو چھوڑ دیا مگر ماہ شعبان میں اس رات کو مسجدوں میں چراغ زیادہ روشن کر دیا کرتے تاکہ اس کے سامنے سجدہ ہو سکے پھر آخری صدی ہجری میں اس بدعات اور منکرات کو علماء نے مٹایا اور معروف تمام

کے شہروں سے بالکل قلع قمع کر دیا گیا جب چراغوں کا جلانا مسجدوں سے
بند ہو گیا تو یہ آتش بازی جس کے اندر آگ کا کام ہوتا ہے روشنی نکلتی ہے
پھلجھڑیاں وغیرہ چھوڑی باقی ہیں ان سے خوب روشنی ہوتی ہے یہ کرنے
لگے اس طرح آتش بازی کا آغاز ہوا۔

س: اچھا اس ماہ میں وہ کیا کام کرنا چاہیئے جس سے اللہ اور
رسول راضی ہوں اور ہم بھی نقصان سے بچیں؟

ج: رات کو عبادت و توبہ استغفار خوب گڑگڑا کر دعائیں مانگنا
اور پندرہویں تاریخ کو روزہ رکھنا۔ قبرستان جا کر مردوں پر فاتحہ پڑھ
کر بخشنا بس یہ کام صرف سنت ہے۔ باقی سب فضول ہیں۔ جو کام
سنت ہیں ان کو تو کوئی نہیں کرتا کیونکہ اس کے اندر تو نفس پر مشقت
ہے بھلا کون نیند خراب کرے کون قبرستان جائے اور کون روزہ رکھ کر
بھوک کی تکلیف سہارے۔ ہاں حلوا پکا کر خوب مزے میں کھا لیا
اس واسطے کہ اس کے اندر تمام مزے ہی مزے ہیں نہ کچھ محنت نہ
مشقت غرضیکہ مسلمان ہو کر نفس کا بندہ ہوا کہ نفس کو جس میں مزا آیا وہ
کیا۔ اللہ تعالیٰ کا بندہ تو جب ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کا حکم ہو وہ کرے چاہے
جیسی مشقت ہو۔

س: کچھ ماہ شعبان اور روزہ کی فضیلت بیان کیجئے؟

ج: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس طرح ماہ شعبان
کو تمام مہینوں پر ایسی فضیلت ہے جیسی کہ اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں پر

اس طرح ماہ شعبان کو تمام مہینوں پر ایسی فضیلت ہے کہ جیسی میری فضیلت تمام امت پر۔ حدیث میں ہے کہ جو شخص شعبان کا ایک روزہ رکھے گا پندرہویں تاریخ کو اللہ تعالیٰ اس کے جسم پر دوزخ کی آگ حرام فرما دیگے اور حضرت ایوب اور حضرت داؤد علیہا السلام جیسا ثواب عنایت فرمائیں گے یہ وہ بابرکت اور مبارک مہینہ ہے کہ جس کی پندرہویں تاریخ کو حتیٰ چرند پرند درند اور مچھلیاں بھی روزہ رکھتی ہیں۔ اے عزیز یا ایسی فضیلت والی چیز کہ حیوانات نے بھی اس سے محروم رہنا گوارا نہ کریں تُو تو انسان ہے کیوں نہ ان سے فضیلت حاصل کرنے میں سبقت لے جائے۔ اس دن روزہ خلوص کے ساتھ رکھا جائے اور اس قدر ثواب کو حاصل کیا جائے گو مستحب ہے فرض نہیں۔

رمضان شریف کا بیان

س: اس مہینہ میں تو بظاہر ایسی کوئی بات رسم و بدعت کی معلوم نہیں ہوتی حافظ صاحبان قرآن شریف سناتے ہیں کہیں کہیں شبینہ ہوتا ہے ختم کے دن مٹھائی تقسیم ہو جاتی ہے البتہ یہ بات کچھ اچھی نہیں معلوم ہوتی کہ بعض حافظ صاحبان روپیہ لے کر سناتے ہیں اور بعض جگہ روشنی بے حد کرتے ہیں آپ فرمائیے یہ باتیں کیسی ہیں؟

ج: عزیز من کسی کام میں ثواب کا ہونا نہ ہونا یہ عقلی چیز نہیں

کہ اپنی عقل سے جو چاہے سمجھ لیا جائے اور اپنی ہی عقل سے فیصلہ کر لیا جائے یہ کسی طرح ٹھیک نہیں۔ سنیے یہ قاعدہ ہے کہ جب کسی مباح اور مستحب کام میں کوئی خرابی شامل ہو جائے گی۔ اس کا ترک لازم ہو گا۔

کہ آپ کا یہ فرمانا کہ اس میں کوئی رسم و بدعات کی بات نہیں معلوم ہوتی یہ صحیح نہیں کیونکہ کسی چیز کو رسم و بدعت جاننے کے لیے لوگوں کے خیالات اور حالات سے واقف ہونا ضروری ہے اور یہ بھی پہچاننا ہے کہ اس کام سے کوئی مفسدہ تو نہیں ہو گا۔ اس کے سمجھ لینے کے بعد غور کیجیے کہ قرآن شریف تراویح میں پڑھنا سنت ہے مگر ان عورتوں کو ان کے گھر جا کر حافظ صاحب کا تراویح میں ان کو سنانا درست نہیں اوّل اس لیے کہ مستورات کی حالت بے احتیاطی کی زیادہ ہوتی ہے نہ پردہ کا کافی اہتمام کرتی ہیں اور نہ یہ کہ خاموش رہتی ہیں بعض تو زور زور سے باتیں کرنا شروع کر دیتی ہیں جس سے ان کی آواز نامحرم کے کان میں پڑتی رہتی ہے۔ دوسرے یہ کہ حافظ ایسی جگہ آواز بنا بنا کر پڑھتا ہے اور اس میں مضرت یہ ہے کہ طبیعت کا اندرونی طور سے مائل ہونے کا اندیشہ ہے تیسرے یہ کہ دوسرے محلوں کی مستورات کا آنا شروع ہو جاتا ہے جو کہ بلا مجبوری کے باہر نکلنا عورت کے لیے ٹھیک نہیں اور پھر یہ نکلنا روز مرہ کا ہے تو عورتوں کو بلا خاص اہتمام کے اور اپنے محرم ہوئے بغیر تراویح میں شامل نہیں ہونا چاہیے۔ علاوہ اس کے حافظ صاحبان اکثر کچھ پیسے ٹھہرا کر سناتے ہیں یا جہاں کہیں رواج دینے کا ہوتا ہے سو

کچھ ملنے کی توقع پر سنانا یا ٹھہرا کر سنانا جائز نہیں اس سے تو یہ بہتر ہے کہ سورۂ تراویح پڑھ لی جائیں۔

س: جب کچھ لیکر سننا سنانا جائز نہیں تو امام تنخواہ لیکر امامت کرتے ہیں کیا وہ بھی جائز نہ ہوگا۔

ج: عزیز من اس میں زمین و آسمان کا فرق ہے امامت میں تو اپنے آپ کو دن رات کے مختلف حصوں میں لگا دیا ہے کہ خاص پابندی و مداری کے ساتھ وقتوں کے صرف کرنے میں محبوس کر دیا۔ یہ تنخواہ نماز پڑھانے کی نہیں ہے بلکہ اپنے کو محبوس کر دینے کی ہے جیسا کہ مدرس اور قاضی کی تنخواہ بیوی کا نفقہ کہ مدرس و قاضی اور بیوی نے اپنے آپ کو خدمت خاص خانہ داری اور تعلیم دینے کے لیے اور فیصلوں کے لیے محبوس کر دیا ہے اس کے ساتھ دوسرے کام معاشی نہیں ہو سکتے بخلاف تراویح میں قرآن شریف سنانے کے کہ کوئی معاش کا وقت نہیں ہے اوقات مختلفہ اور زیادہ مدت کے لیے مشغول کر دینا نہیں۔ لہذا کسی طرح قرآن شریف سنانا مالی توقع میں درست نہیں۔

س: شبینہ کے متعلق کیا حکم ہے؟

ج: شبینہ جس طرح آج کل ہوتا ہے کون نہیں جانتا کہ کس قدر مفاسد کا اجتماع ہوتا ہے۔ حفاظ صاحبان جلد جلد پڑھتے ہیں سنانے جانے میں سستی کرتے ہیں کہ اس طرح دیر ہوگی۔ حافظ لقمہ لیتے نہیں کرتا ہی کرتے ہیں کہ میری توہین ہوگی۔

سننے والے بیٹھے رہتے ہیں بعض دفعہ باشرکت لقمہ دے دیا جاتا ہے امام لے لے تو نماز فاسد ہوتی ہے۔ سننے والا کوئی لیٹا ہے کوئی باتیں کرتا ہے کس قدر اعراض اور بے ادبی ہے منتظمین چائے پینے کے اہتمام میں لگے رہتے ہیں۔ روشنی کے اہتمام میں مشغول رہتا ہے اتنی خرابیوں کے ساتھ شبینہ کیا۔ البتہ یہ کچھ نہ ہو اور سننے والے شوقین ہوں تو جائز ہے۔

س: ختم کے دن شرینی تقسیم کرنا کیسا ہے؟

ج: شرینی کا تقسیم کرنا فی نفسہ بطور سرور خوشی کے مباح ہے مگر افسوس اس کا ہے کہ لوگوں نے اپنے طرز سے علماء کو مجبور کیا کہ اس سے بھی منع کر دیں کیونکہ اس میں بڑے مفاسد ہیں۔ اوّل یہ کہ اس کے لیے چندہ ہوتا ہے کوئی خوشی سے دیتا ہے کوئی زبردستی دوسرے یہ کہ مٹھائی کی وجہ سے نمازی بے نمازی اور بچے تک آتے ہیں کس قدر ناانصافی کہ جو صحیفہ کے سننے والے ان کا حصہ کٹ کٹ کر بچوں اور تراویح میں نہ آنے والوں کو دیا جاتا ہے۔ پہلے چار چار لڈو وغیرہ کچھ آدمیوں میں بٹ گئے اور اب دو دو حصہ میں آئیں گے۔ تیسرے یہ کہ بچوں سے مسجد خراب ہوتی ہے۔ چوتھے بری طرح مسجد میں شور ہوتا ہے۔ پانچویں یہ کہ لوگ جھگڑتے ہیں۔ چھٹے یہ کہ مسجد میں جھوٹ بول کر دوبارہ سہ بارہ حصہ لیتے ہیں۔ ساتویں یہ کہ تقسیم میں کمی ہو جائے کہ بعض کو ملے بعض کو نہ ملے تو طعنہ دیتے ہیں اور مقصود منتظمین کا دکھاوا اور تفاخر ہوتا ہے بھلا جب اس قدر خرابیاں ہوں تو کیا جائز ہوگا۔ آٹھویں یہ کہ جہاں دوسری

جگہ ختم قرآن پاک پر شرینی تقسیم نہیں کرتے ان پر لوگ طعن کرتے ہیں۔

س: اگر کوئی شخص ذاتی روپیہ سے بلاچندہ ختم قرآن پاک پر شرینی تقسیم کر دیوے تو جائز ہوگا۔؟

ج: اوّل یہ بات ہے کہ دوسرے مفاسد کا انسداد نہ ہوگا۔ دوسرے یہ کہ جس کے فعل سے دوسرے لوگ حجت پکڑیں کہ یہ کام فلاں صاحب نے بھی تو کیا ہے اور جو لوگ پوری رعایت شرع کی کرتے نہیں تو ایسے شخص کو بھی اس فعل مباح اور مستحب کی اجازت نہ دے جائے گی کہ اس میں دوسرے مسلمان بھائیوں کا دینی نقصان ہے اور دنیوی بھی۔

س: چودہویں روزہ کا خاص اہتمام کیا جاتا ہے اس کو قفل روزہ کہتے ہیں اسکا کیا ثبوت ہے؟

ج: یہ بے سند بات ہے رمضان شریف کے سب روزے برابر ہیں کسی کو کسی روزہ پر فضیلت نہیں۔

س: بچوں کو روزہ رکھوانا کیسا ہے۔؟

ج: بالغ ہونے سے قبل جب تک یہ یقین نہ ہو کہ روزہ سے اس کو بے چینی نہ ہوگی۔ اس وقت تک روزہ رکھوانا درست نہیں ہے ہاں سات برس کے بچے کو نماز پڑھنا چاہیے۔ حدیث شریف میں سات برس کا بچہ ہو تو کہہ کر نماز پڑھواؤ اور جب دس برس کا بچہ ہو تو مار کر پڑھواؤ۔ عجیب بات ہے کہ جس کا حکم اور اہتمام کرنے کو شرع نے بتایا کہ اس کا خیال نہیں اور اپنی من مانی بات اور شوق کے پورا کرنے

کا یہ التزام کرنا ہے اس میں گناہ ہو جائے گا۔ گرفرداسے بچے کو روزہ ضرور رکھوائیں گے۔ ایسا ہرگز نہیں چاہیئے۔

شوال کا بیان

س : کیا ماہ شوال میں بھی کوئی رسم و بدعت کی بات ہے؟

ج : اس میں کوئی بات نہیں صرف ایک بات ہے کہ عید کی صبح کو عورتیں خاص کر کہا کرتی ہیں۔ چھوارہ دے کر کہ روزہ کھول لو یہ کہنا ٹھیک بات نہیں کیونکہ روزہ تو مغرب کے وقت کھول چکا عید کا چاند دیکھ کر روزہ حرام ہو گیا تو رات کو روزہ کبھی بھی نہیں پھر عید کی صبح کو یہ کہنا کہ روزہ کھول لو یہ بری بات ہے اور گناہ ہے توبہ چاہیئے۔

ذیقعد کا بیان

س : ذیقعدہ کے مہینہ میں کیا بات ہے؟

ج : عورتیں اس مہینہ کو خالی کا چاند کہتی ہیں اور اس میں شادی کرنے کو اچھا نہیں جانتیں۔ استغفر اللہ کس قدر عقیدہ کی خرابی ہے توبہ کرنا چاہیئے۔ اور ضرور شادی کرنی چاہیئے۔

ذی الحجہ کا بیان

س: اس مہینہ میں کیا نئی بات کی جاتی ہے؟

ج: اس میں کوئی نئی بات نہیں کی جاتی البتہ بعض لوگ ایک مسئلہ میں غلطی کرتے ہیں۔ یوں سمجھتے ہیں کہ اگر قربانی کے دنوں میں جانور خرید کر قربانی نہ کی تو کیا حرج ہے۔ پیسے خیرات کر دیئے جائیں۔ سو یہ جائز نہیں۔ بلکہ قربانی کے دنوں میں قربانی کرنا فرض ہے۔ البتہ قربانی کے دن نکل گئے اور کوئی حصہ نہ ملا تو اب پیسے خیرات کر دیئے جائیں اور اگر جانور خرید کیا جا چکا ہے مگر قربانی کرنا بھول گیا تو بعینہ اس جانور کو خیرات کر دیا جائے قربانی نہ کریں کیونکہ قربانی کرنا صرف دسویں گیارہویں بارہویں تاریخ کے ساتھ مخصوص ہے۔

چند مفید اور مسنون دعائیں

قرآن کریم اور حدیث شریف میں مختلف عنوانات سے دعا کی ترغیب دلائی گئی ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ

مجھ سے مانگو میں تمہاری دعا قبول کروں گا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: الدعاء مخ العبادہ، دعا عبادت کا مغز ہے۔ ایک موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دعا سے موجود اور آئندہ دونوں قسم کی مصیبتیں دور ہو جاتی ہیں۔ آپ نے ہر کام کے کرنے اور مختلف اوقات میں پڑھنے کے لیے خاص خاص دعائیں تلقین فرمائی ہیں احادیث میں ایسی دعاؤں کا بڑا ذخیرہ ہے۔ ہم ان میں سے چند مختصر دعائیں نقل کرتے ہیں تفصیل کے لیے مناجات مقبول کا مطالعہ فرمادیں۔

دُعائیں
از، مناجاۃ مقبول

۱ ، صبح و شام کی دُعائیں

...سمِ اللّٰہِ الَّذِیْ لَا یَضُرُّ مَعَ اسْمِہٖ
...ئٌ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَآءِ
...وَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ۔
(اس کو تین مرتبہ پڑھے)

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام کے ساتھ
جس کے نام کے ساتھ نہیں نقصان پہنچا سکتی کوئی
چیز زمین میں اور نہ آسمان میں، اور وہ سنتا
جانتا ہے۔

... ، اَعُوْذُ بِکَلِمَاتِ اللّٰہِ التَّآمَّاتِ
...شَرِّ مَا خَلَقَ اَللّٰھُمَّ بِکَ اَصْبَحْنَا
...مْسَیْنَا وَبِکَ نَحْیٰی وَبِکَ
...وْتُ وَاِلَیْکَ النُّشُوْرُ لَآ اِلٰہَ
...اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ
...لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ
...ی وَیُمِیْتُ وَھُوَ حَیٌّ

پناہ چاہتا ہوں میں اللہ تعالیٰ کے کامل کلمات کی تمام
مخلوقات کی برائی سے، یا اللہ! آپ ہی کی قدرت سے
صبح کی ہم نے، اور آپ ہی کی قدرت سے شام کی
اور آپ ہی کی قدرت سے مرتے ہیں ہم اور آپ
ہی کی طرف اٹھنا ہے، نہیں ہے کوئی معبود سوائے
اللہ کے۔ ایک ہے وہ، نہیں ہے کوئی شریک اس کا
اسی کا ملک ہے اور اسی کے لیے تعریف ہے وہی

يموت وهو على كل شيء
ديرٌ رضينا بالله ربًا و
سلام دينًا وبمحمد
لى الله عليه وآله وسلم
يًا اصبحنا على فطرة الاسلام
لمة الاخلاص وعلى
ن نبينا محمد صلى الله
يه وآله وسلم وعلى
ابينا ابراهيم حنيفا مسلمًا
ان من المشركين اللهم انت
لا اله الا انت خلقتني
ا عبدك وانا على عهدك
عدك ما استطعت اعوذ بك
ن ما صنعت ابوء لك
متك على وابوء بذنبي
فرلي فانه لا يغفر
وب الا انت حسبي الله
ه الا هو عليه توكلت
ب العرش العظيم

زندہ کرتا ہے اور وہی مارتا ہے اور وہ
زندہ ہے، وہ نہیں مرتا، اور وہ سب چیزوں
پر قادر ہے، راضی ہیں ہم اللہ تعالیٰ سے
باعتبار رب ہونے کے، اور اسلام سے
باعتبار دین ہونے کے، اور محمد صلی اللہ علیہ
وسلم سے باعتبار نبی ہونے کے، صبح کی ہم
نے دین اسلام اور کلمہ اخلاص پر، اور
اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دین پر
اور اپنے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام
کے طریقہ پر جو خاص مطیع تھے اور نہ تھے
مشرکین میں سے، یا اللہ! تو ہی ہے
رب میرا، نہیں ہے کوئی معبود سوائے تیرے پیدا کیا
تو نے مجھے، اور میں بندہ تیرا ہوں اور میں تیرے عہد
اور تیرے وعدے پر ہوں جہاں تک طاقت رکھتا ہوں
پناہ پکڑتا ہوں تیری اپنے اعمال کی برائی سے،
اقرار کرتا ہوں تیری نعمت کا اپنے اوپر اور اقرار کرتا ہوں
اپنے گناہ کا پس بخش دے مجھ کو کیونکہ نہیں بخشتا ہے گناہوں
کو تیرے سوا کوئی، کافی ہے مجھ کو اللہ نہیں کوئی معبود سوائے اس کے اسی پر
بھروسہ کیا میں نے اور وہ رب ہے عرش عظیم کا۔

ٹ : خُشی اللہ سے عظیم تک اس دُعا کو سات مرتبہ پڑھے۔

ادائے قرض کے لیے دُعا

ھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنَ
ھَمِّ وَالْحُزْنِ وَاَعُوْذُبِکَ
نَ الْعَجْزِ وَالْکَسَلِ وَ
وْذُبِکَ مِنَ الْجُبْنِ وَالْبُخْلِ
عُوْذُبِکَ مِنْ غَلَبَۃِ الدَّیْنِ
ھْرِ الرِّجَالِ ؕ

یا اللہ! میں پناہ پکڑتا ہوں تیری، فکر سے اور
غم سے اور پناہ پکڑتا ہوں تیری کام چوری اور سستی
سے، اور پناہ پکڑتا ہوں تیری بزدلی سے اور
بخل سے اور پناہ پکڑتا ہوں تیری قرض کے گھیر
لینے سے اور لوگوں کے دبا لینے سے۔

گھر میں آنے کی دُعا

ھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ خَیْرَ الْمَوْلِجِ
یْرَ الْمَخْرَجِ بِسْمِ اللّٰہِ
نَا وَبِسْمِ اللّٰہِ خَرَجْنَا
ی اللّٰہِ رَبِّنَا تَوَکَّلْنَا ؕ

یا اللہ! میں مانگتا ہوں آپ سے بھلائی اندر
جانے کی، اور بھلائی باہر نکلنے کی، خدا تعالیٰ کے
نام کے ساتھ اندر جاتے ہیں، اور خدا تعالیٰ
کے نام کے ساتھ باہر نکلتے ہیں ہم، اور اپنے رب
بھروسہ کیا ہم نے۔

سوتے وقت کی دُعا

کَ رَبِّیْ وَضَعْتُ جَنْبِیْ

آپ ہی کے نام کے ساتھ اے میرے رب رکھا میں نے

وَبِكَ اَرْفَعُهٗ اِنْ اَمْسَكْتَ نَفْسِيْ فَاغْفِرْ لَهَا وَاِنْ اَرْسَلْتَهَا فَاحْفَظْهَا بِمَا تَحْفَظُ بِهٖ عِبَادَكَ الصَّالِحِيْنَ اَللّٰهُمَّ قِنِيْ عَذَابَكَ يَوْمَ تَبْعَثُ عِبَادَكَ۔

اپنے پہلو کو، اور آپ ہی کے سہارے اٹھاؤں گا اسے اگر روک لیں آپ میری جان کو تو بخش دینا اسے اور اگر چھوڑ دیں آپ اسے تو حفاظت کرنا اس کی اس طرح کہ حفاظت کرتے ہیں آپ اپنے نیک بندوں کی، یا اللہ بچانا مجھے اپنے عذاب سے جس دن کہ اٹھائیں آپ اپنے بندوں کو۔

دعا وقتِ بدخوابی

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ وَشَرِّ هٰذِهِ الرُّؤْيَا۔

پناہ پکڑتا ہوں میں اللہ کی شیطان سے اور اس خواب کی برائی سے۔

(اس دعا کو تین مرتبہ پڑھے) اور بائیں طرف تین بار دھتکار دے اور کروٹ بدل لے اور کسی سے وہ خواب بیان نہ کرے۔

خوف و دہشت اور بے خوابی کی دعا

اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّةِ مِنْ غَضَبِهٖ وَعِقَابِهٖ وَشَرِّ عِبَادِهٖ وَمِنْ هَمَزَاتِ الشَّيَاطِيْنِ وَاَنْ يَّحْضُرُوْنَ۔

پناہ پکڑتا ہوں میں خدا تعالیٰ کی پکی باتوں کی اس کے غصہ اور اس کے عذاب سے اور اس کی مخلوق کی برائی سے اور شیطانوں کی چھیڑ سے اور اس سے کہ وہ میرے پاس آئیں۔

سوکر اٹھنے کی دُعا۔

۱۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَحْیَانَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا وَاِلَیْهِ النُّشُوْرُ

شکر ہے اللہ کا جس نے ہمیں زندہ کیا بعد مار دینے کے اور اسی کی طرف اٹھنا ہے۔

گھر سے نکلنے کی دُعا۔

۱۔ بِسْمِ اللّٰہِ تَوَکَّلْتُ عَلَی اللّٰہِ

خدا کے نام کے ساتھ خدا پر بھروسہ کیا میں نے۔

دُعا بعد ہر نماز

۱۔ بِسْمِ اللّٰہِ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ اَللّٰهُمَّ اَذْهِبْ عَنِّی الْهَمَّ وَالْحُزْنَ

اللہ کے نام کے ساتھ وہ اللہ کہ نہیں ہے کوئی معبود سوائے اس کے بخشش والا مہربان ہے وہ یا اللہ دور کر دیجئے مجھ سے فکر اور غم

(اپنے داہنے ہاتھ سے اپنے سر کو چھوتے ہوئے یہ دُعا پڑھے)

دُعا بعد نماز فجر و مغرب

۱۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ بِیَدِهِ الْخَیْرُ وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝ اَللّٰهُمَّ اَجِرْنِیْ

نہیں ہے کوئی معبود سوائے اللہ کے اکیلا ہے وہ۔ نہیں کوئی شریک اس کا، اسی کا ملک ہے اور اسی کے لیے حمد ہے، زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے۔ اسی کے ہاتھ میں ہے بھلائی اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اے اللہ پناہ دیجئے

مِنَ النَّارِ ۔ مجھے دوزخ سے ، (اللّٰھم اجرنی من النار کو سات دفعہ پڑھے)

دُعا بعد افطار

ذَهَبَ الظَّمَاُ وَابْتَلَّتِ الْعُرُوْقُ وَثَبَتَ الْاَجْرُ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى

جاتی رہی پیاس ، اور تر ہوگئیں رگیں ، اور ثابت ہوگیا ثواب ، انشاءاللہ تعالیٰ

کھانا کھانے سے پہلے کی دُعا

بِسْمِ اللّٰهِ وَعَلٰى بَرَكَةِ اللّٰهِ

خدا کے نام سے اور اللہ تعالیٰ کی برکت کے ساتھ

کھانا کھانے کی بعد کی دُعا

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَجَعَلَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ۔

شکر ہے اللہ کا جس نے ہم کو کھلایا اور پلایا ، اور کیا ہمیں مسلمانوں میں سے۔

دُعائے استخارہ

جب بھی کسی کام کا ارادہ کرے تو چاہیئے کہ دو رکعت نماز نفل ادا کرے ، پھر یہ دُعا پڑھے ۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اَسْتَخِيْرُكَ بِعِلْمِكَ وَاَسْتَقْدِرُكَ بِقُدْرَتِكَ

یا اللہ ! میں خیر چاہتا ہوں آپ سے بوجہ آپ کے علم کے ، اور قدرت

وَأَسْأَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ الْعَظِيْمِ فَإِنَّكَ تَقْدِرُ وَلَا أَقْدِرُ وَتَعْلَمُ وَلَا أَعْلَمُ وَأَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ اَللّٰهُمَّ إِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنَّ هٰذَا الْأَمْرَ خَيْرٌ لِّيْ فِيْ دِيْنِيْ وَمَعَاشِيْ وَعَاقِبَةِ أَمْرِيْ فَاقْدِرْهُ لِيْ وَيَسِّرْهُ لِيْ ثُمَّ بَارِكْ لِيْ فِيْهِ وَإِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ أَنَّ هٰذَا الْأَمْرَ شَرٌّ لِّيْ فِيْ دِيْنِيْ وَمَعَاشِيْ وَعَاقِبَةِ أَمْرِيْ فَاصْرِفْهُ عَنِّيْ وَاصْرِفْنِيْ عَنْهُ وَاقْدِرْ لِيَ الْخَيْرَ حَيْثُ كَانَ ثُمَّ أَرْضِنِيْ بِهٖ ؁

طلب کرتا ہوں آپ سے بوجہ آپ کی قدرت کے، اور مانگتا ہوں میں آپ سے آپ کے بڑے فضل میں سے، کیوں کہ آپ قادر ہیں، اور میں قادر نہیں ہوں اور آپ عالم ہیں اور میں عالم نہیں اور آپ علام الغیوب ہیں۔ یا اللہ! اگر ہو آپ کے علم میں کہ یہ کام بہتر ہے میرے لیے میرے دین میں اور میری معاش میں، اور میرے انجام کار میں تو تجویز کر دیجئے، اور آسان کر میرے لیے پھر برکت دیجئے میرے لیے اس میں اور اگر ہو علم میں کہ یہ کام برا ہے میرے لیے میرے دین میں اور میری معاش میں اور میرے انجام کار میں تو اس کو مجھ سے پھیر دیجئے اور مجھ کو اس سے پھیر دیجئے اور میرے لیے بہتری جہاں کہیں ہو اس کو تجویز کر دیجئے پھر مجھ کو اس سے راضی رکھیے ؁

دولھا دولہن کو مبارک باد کی دُعا

بَارَكَ اللّٰهُ لَكَ وَبَارَكَ اللّٰهُ عَلَيْكَ وَجَمَعَ بَيْنَكُمَا فِي الْخَيْرِ ؁

برکت دے اللہ تجھ کو، اور برکت نازل کرے تجھ پر اور ملاپ رکھے تم دونوں میں ساتھ خیر کے۔

خلوت شبِ اوّل کی دُعا۔

جس وقت عورت کیساتھ اوّل بار خلوت کرے یا کوئی چیز خریدے یا جانور خریدے تو چاہیئے کہ اُس کو پکڑ کر یہ دعا پڑھے۔

۲۴۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْٓ اَسْئَلُکَ مِنْ خَیْرِھَا وَخَیْرِ مَا جَبَلْتَھَا عَلَیْہِ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّھَا وَشَرِّ مَا جَبَلْتَھَا عَلَیْہِ۔

یا اللہ! میں مانگتا ہوں آپ سے بھلائی اس کی اور بھلائی اس کی جبلی عادتوں کی اور پناہ چاہتا ہوں میں آپ کی اس کی برائی سے اور اس کی جبلی عادتوں کی برائی سے۔

دُعا وقت جماع

۲۵۔ بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰھُمَّ جَنِّبْنَا الشَّیْطَانَ وَجَنِّبِ الشَّیْطَانَ مَا رَزَقْتَنَا۔

خدا کے نام کے ساتھ یا اللہ دور رکھیے ہم کو شیطان سے اور دور رکھیے شیطان کو اس بچے سے جو نصیب کریں آپ ہم کو۔

دُعا وقت انزال

۲۶۔ اَللّٰھُمَّ لَا تَجْعَلْ لِلشَّیْطَانِ فِیْمَا رَزَقْتَنِیْ نَصِیْبًا۔

یا اللہ! نہ کر شیطان کے لیے اس بچے میں جو نصیب کریں آپ ہمیں کوئی حصہ۔

کِسی کو رخصت کرنے کی دُعا۔

۲۷۔ اَسْتَوْدِعُ اللّٰہَ دِیْنَکَ وَاَمَانَتَکَ وَخَوَاتِیْمَ عَمَلِکَ۔

اللہ کے سپرد کرتا ہوں میں تیرے دین کو اور تیری قابل حفاظت چیزوں کو اور تیرے اعمال کے انجام کو

جب کسی سفر کا ارادہ کرے

۱۔ اَللّٰھُمَّ بِكَ اَصُوْلُ وَبِكَ اَحُوْلُ وَبِكَ اَسِيْرُ ؀

اے اللہ! آپ ہی کی مدد سے حملہ کرتا ہوں اور آپ ہی کی مدد سے پھرتا ہوں، اور آپ ہی کی مدد سے چلتا ہوں

سوار ہونے کی دُعاء

۲۔ بِسْمِ اللّٰهِ

بسم اللہ کہے

سوار ہونے کے بعد کی دُعاء

۳۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ سُبْحَانَ الَّذِیْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ وَاِنَّا اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ ؀

شکر ہے اللہ کا، پاک ہے وہ جس نے ہمارے قبضہ میں کر دیا اس کو اور نہ تھے ہم اس کو قابو میں کرنے والے اور ہم اپنے پروردگار کی طرف ضرور لوٹنے والے ہیں ؀

سفر شروع کرنے کے بعد کی دُعاء

۴۔ اَللّٰھُمَّ هَوِّنْ عَلَيْنَا هٰذَا السَّفَرَ وَاطْوِ عَنَّا بُعْدَهٗ اَللّٰھُمَّ اَنْتَ الصَّاحِبُ فِي السَّفَرِ وَالْخَلِيْفَةُ فِي الْاَهْلِ

اے اللہ! آسان کر دیجئے ہم پر اس سفر کو، اور سمیٹ دیجئے ہم پر درازی اس کی، اے اللہ! آپ ہی رفیق ہیں سفر میں اور خبرگیراں ہیں گھر بار میں، یا اللہ میں پناہ چاہتا ہوں

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ وَّعْثَآءِ السَّفَرِ وَکَاٰبَۃِ الْمَنْظَرِ وَسُوْٓءِ الْمُنْقَلَبِ فِی الْمَالِ وَالْاَھْلِ وَالْوَلَدِ ؁

آپ کی سفر کی مشقت سے اور بری حالت دیکھنے سے، اور واپس آکر بری حالت پانے سے مال میں اور گھر میں اور بچوں میں۔

دُعا جب سفر سے واپس آئے

سفر سے واپسی کے وقت بھی اوپر والی دعا پڑھے، اور اس میں یہ کلمات بھی بڑھائے۔

۲۱ آئِبُوْنَ تَآئِبُوْنَ عَابِدُوْنَ لِرَبِّنَا حَامِدُوْنَ ؁

ہم سفر سے آنے والے ہیں توبہ کرنے والے ہیں عبادت کرنے والے ہیں اپنے پروردگار کی حمد کرنے والے ہیں۔

دریا کے سفر کی دُعا

۲۲ بِسْمِ اللّٰہِ مَجْرٖھَا وَمُرْسٰھَا اِنَّ رَبِّیْ لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ وَمَا قَدَرُوا اللّٰہَ حَقَّ قَدْرِہٖ وَالْاَرْضُ جَمِیْعًا قَبْضَتُہٗ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِیّٰتٌۢ بِیَمِیْنِہٖ سُبْحٰنَہٗ وَتَعٰلٰی عَمَّا یُشْرِکُوْنَ

اللہ تعالیٰ کے نام سے چلنا اس کا، اور ٹھہرنا اس کا بے شک رب میرا غفور رحیم ہے اور نہیں سمجھے لوگ اللہ کو حق سمجھنے کا اور زمین ساری ایک مٹھی اس کی ہے قیامت کے دن، اور آسمان لپٹے ہوئے ہیں اس کے ہاتھ میں، پاک ہے وہ اور برتر ہے اس سے کہ شریک پکڑتے ہیں۔

شہر میں داخل ہونے کی دعاء

(۱) اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لَنَا فِیْھَا (اس کو تین بار پڑھے) اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنَا جَنَاھَا وَحَبِّبْنَا اِلٰی اَھْلِھَا وَحَبِّبْ صَالِحِیْ اَھْلِھَا اِلَیْنَا ؎

یا اللہ! برکت دیجئے ہمیں اس شہر میں۔ یا اللہ! نصیب کیجئے ہمیں ثمرات اس کے، اور عزیز کر دیجئے ہمیں اہل شہر کے نزدیک اور محبت دیجئے ہمیں اہل شہر کے نیک لوگوں کی۔

منزل پر اترنے کی دعاء

(۱) اَعُوْذُ بِکَلِمَاتِ اللّٰہِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ؎

پناہ میں آتا ہوں خدا تعالیٰ کی کامل باتوں کی تمام مخلوق کی برائی سے۔

دعاء وقت مصیبت

حَسْبُنَا اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ عَلَی اللّٰہِ تَوَکَّلْنَا ؎

کافی ہے ہم کو اللہ اور اچھا کارساز ہے اللہ پر توکل کیا ہم نے۔

اگر کوئی صدمہ پہنچے تو کہے

(۱) اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ اَللّٰھُمَّ عِنْدَکَ اَحْتَسِبُ مُصِیْبَتِیْ فَاْجُرْنِیْ فِیْھَا وَاَبْدِلْنِیْ

بیشک ہم اللہ کے ہیں، اور بیشک ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں، اے اللہ! آپ کے پاس سے ثواب مانگتا ہوں میں اپنی مصیبت کا پس اجر دیجئے

مِنْهَا خَيْرًا ۔ اس میں، اور بدلہ میں دیجئے مجھے بہتر اس سے۔

جب کسی ظالم کا خوف ہو

۲۰۔ اَللّٰهُمَّ اكْفِنَاهُ بِمَا شِئْتَ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَجْعَلُكَ فِيْ نُحُوْرِهِمْ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ شُرُوْرِهِمْ ۔

یا اللہ کافی ہو جائے ہم کو اس کے مقابلے میں جس طرح آپ چاہیں، اے اللہ میں کرتا ہوں آپ کو مقابل میں ان کے، اور پناہ چاہتا ہوں آپ کی ان کی برائی سے

دُعا دافعِ بھوت

۲۱۔ نَادِ بِالْاَذَانِ (جب بھوت پریت نظر آئیں تو اذان دے)

مشکلات کو آسان کرنے کی دُعا

۲۲۔ اَللّٰهُمَّ لَا سَهْلَ اِلَّا مَا جَعَلْتَهٗ سَهْلًا وَاَنْتَ تَجْعَلُ الْحُزْنَ سَهْلًا اِذَا شِئْتَ ۔

اے اللہ نہیں ہے سہل مگر وہ کہ آپ نے اس کو سہل کر دیا، اور آپ کر دیتے ہیں دشوار کو سہل جب آپ چاہیں۔

دُعائے حاجت

جس کو کچھ حاجت ہو وہ وضو کرکے نماز پڑھے، اور یہ دُعا کرے۔

۲۳۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ وَاَتَوَجَّهُ اِلَيْكَ بِنَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ نَبِيِّ

اے اللہ! میں مانگتا ہوں آپ سے اور متوجہ ہوتا ہوں آپ کی طرف بذریعہ آپ کے نبی (محمدؐ)

الرَّحْمَةِ فِيْ حَاجَتِيْ هٰذِهٖ
لِتُقْضٰى لِيْ فَشَفِّعْهُ فِيَّ ؕ

کے جو رحمت کے نبی ہیں۔ اپنی اس حاجت میں
تاکہ پوری ہو جائے الٰہی قبول کیجئے شفاعت ان کی میرے
حق میں ؕ

دُعاءِ توبہ

جب کوئی گناہ ہو جائے اور توبہ کا ارادہ کرے تو یہ دعا پڑھے

۲۳۔ اَللّٰهُمَّ مَغْفِرَتُكَ اَوْسَعُ
مِنْ ذُنُوْبِيْ وَرَحْمَتُكَ اَرْجٰى
عِنْدِيْ مِنْ عَمَلِيْ ؕ

اے اللہ! مغفرت آپ کی زیادہ وسیع ہے میرے
گناہوں سے، اور رحمت آپ کی زیادہ امید
کی چیز ہے میرے نزدیک اپنے عمل سے (اس کو تین بار پڑھے)

دُعاءِ قحط

جب بارش نہ ہوتی ہو تو یہ دعا پڑھے۔

۲۴۔ اَللّٰهُمَّ اسْقِنَا (تین مرتبہ کہے)
اَللّٰهُمَّ اَغِثْنَا (تین مرتبہ کہے)

یا اللہ! پانی پلا دیجئے ہم کو، یا اللہ
مینہ برسا دیجئے ہم پر۔

دُعا جب بادل آتا دیکھے

۲۵۔ اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَعُوْذُ بِكَ مِنْ
شَرِّ مَا اُرْسِلَ بِهٖ ؕ

اے اللہ! ہم پناہ چاہتے ہیں۔ آپ کی اس چیز
کی برائی سے جس کو لیکر یہ بھیجا گیا ہے۔

دُعا وقتِ بارش

۲۶۔ اَللّٰهُمَّ صَيِّبًا نَافِعًا ؕ

اے اللہ! برسا بارش مفید

دُعا جب بارش زیادہ ہو جائے

۲۸- اَللّٰھُمَّ حَوَالَیْنَا وَلَا عَلَیْنَا اَللّٰھُمَّ عَلَی الْاٰکَامِ وَالْاٰجَامِ وَالْاَوْدِیَةِ وَمَنَابِتِ الشَّجَرِ۔

اے اللہ! برسائیے آس پاس ہمارے، اور ہمارے اوپر نہیں۔ اے اللہ! ٹیلوں پر اور جنگلوں پر، اور پہاڑوں پر، اور نالوں پر۔

دُعا جب بادل گرجے

۲۹- اَللّٰھُمَّ لَا تَقْتُلْنَا بِغَضَبِکَ وَلَا تُھْلِکْنَا بِعَذَابِکَ وَعَافِنَا قَبْلَ ذٰلِکَ۔ (یا یہ دُعا پڑھے)

اے اللہ! نہ ماریئے ہمیں اپنے غصہ سے، اور نہ ہلاک کیجئے ہمیں اپنے عذاب سے اور معاف رکھیے ہمیں پہلے اس سے۔

سُبْحَانَ الَّذِیْ یُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِہٖ وَالْمَلٰٓئِکَةُ مِنْ خِیْفَتِہٖ۔

پاک ہے اس کو کہ تسبیح کرتا ہے رعد اس کی حمد کے ساتھ، اور تسبیح کرتے ہیں فرشتے اس کے خوف سے۔

دُعا جب آندھی چلے یا اندھیری ہو

اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْئَلُکَ مِنْ خَیْرِ ھٰذِہِ الرِّیْحِ وَخَیْرِ مَا فِیْھَا وَخَیْرِ مَا اُمِرَتْ بِہٖ وَنَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّ ھٰذِہِ الرِّیْحِ وَشَرِّھَا

اے اللہ! ہم مانگتے ہیں آپ سے بھلائی اس ہوا کی اور بھلائی اس چیز کی جو اس میں ہے اور بھلائی اس کی جس کا اس کو حکم دیا گیا ہے۔ اور پناہ چاہتے ہیں ہم آپ کی برائی سے اس ہوا کی اور برائی سے اس چیز کی جو اس میں ہے

وَشَرِّ مَا فِيْهَا وَشَرِّ مَا اُمِرَتْ بِهٖ ۔ اور برائی سے اس کے جس کا اس کو حکم دیا گیا ہے۔

دُعا جب سورج یا چاند گرہن ہو

(۴۱)

اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہے، اور نماز پڑھے۔ اور خیرات کرے، اور اللہ تعالیٰ سے دُعا کرے۔

دُعا جب نیا چاند دیکھے

(۴۲)

اَللّٰهُمَّ اَهِلَّهٗ عَلَيْنَا بِالْيُمْنِ وَالْاِيْمَانِ وَالسَّلَامَةِ وَالْاِسْلَامِ وَالتَّوْفِيْقِ لِمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰى رَبِّيْ وَرَبُّكَ اللّٰهُ ۔

اے اللہ! نکالا اس چاند کو ہم پر ساتھ برکت اور ایمان کے، اور خیریت اور اسلام کے، اور اعمال مرضیہ اور پسندیدہ کی توفیق کے، رب میرا اور رب تیرا اے چاند! اللہ ہے۔

دُعا جب شبِ قدر دیکھے

(۴۳)

اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّيْ ۔

اے اللہ آپ معاف کرنے والے ہیں، اور پسند کرتے ہیں عفو کو پس درگزر کر دیجئے مجھ سے۔

دُعا جب آئینہ میں چہرہ دیکھے

(۴۴)

اَللّٰهُمَّ اَنْتَ حَسَّنْتَ خَلْقِيْ فَحَسِّنْ خُلُقِيْ ۔

اے اللہ! آپ نے اچھا بنایا میری صورت کو پس اچھا کر دیجئے میری سیرت (بھی)

دُعا جب غصہ آئے

۴۵
أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ ۔
پناہ چاہتا ہوں میں اللہ کی شیطان مردود سے

دُعا جب نیا پھل سامنے آئے

۴۶
اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِي ثَمَرِنَا وَبَارِكْ لَنَا فِي مَدِينَتِنَا وَبَارِكْ لَنَا فِي صَاعِنَا وَبَارِكْ لَنَا فِي مُدِّنَا
اے اللہ! برکت دیجئے ہمارے پھلوں میں اور برکت دیجئے، ہمارے شہر میں، اور برکت دیجئے، ہمارے اس ناپ میں، اور برکت دیجئے ہمارے ناپ میں،

دُعا جب کسی مصیبت زدہ کو دیکھے تو اپنے دل میں کہے

۴۷
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي عَافَانِي مِمَّا ابْتَلَاكَ بِهِ وَفَضَّلَنِي عَلَى كَثِيرٍ مِمَّنْ خَلَقَ تَفْضِيلًا
شکر ہے اللہ کا جس نے بچایا مجھے اس مصیبت سے جس میں تجھے مبتلا کیا، اور فضیلت دی مجھ کو اپنی مخلوق میں سے بہتوں پر ظاہر فضیلت ۔

دُعا جب کچھ گم ہوجائے، یا کوئی بھاگ جائے

۴۸
اَللّٰهُمَّ رَادَّ الضَّالَّةِ وَهَادِيَ الضَّلَالَةِ أَنْتَ تَهْدِي مِنَ الضَّلَالَةِ اُرْدُدْ عَلَيَّ ضَالَّتِي
اے اللہ! لوٹانے والے گمشدہ چیز کے اور ہدایت کرنے والے گمراہی سے، آپ ہی ہدایت کرتے ہیں، گمراہی سے پھیر دیجئے میرے کھوئے ہوئے

بِقُدْرَتِكَ وَسُلْطَانِكَ	کو اپنی قدرت اور غلبہ سے کیوں کہ وہ
فَإِنَّهَا مِنْ عَطَايَاكَ وَفَضْلِكَ	آپ ہی کا عطیہ اور فضل تھا۔

دُعاء نظر بد

۴۹ جس کو نظر بد لگ جائے اس پر یہ دعاء پڑھ کر دم کریں۔

بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ اَذْهِبْ	اللہ کے نام سے، اے اللہ! دور کر اس کی
حَرَّهَا وَبَرْدَهَا وَوَصَبَهَا:	گرمی اور اس کی سردی اور اس کی تکلیف ؛

عمل برائے آسیب زدہ

۵۰ جس کو جن کا اثر ہوا اسے یوں اتارے،

بِالْفَاتِحَةِ وَ الٓمّٓ اِلٰى مُفْلِحُوْنَ	پہلے سورہ فاتحہ پڑھے اور اس کے بعد الم سے مفلحون
وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ اَلْاٰيَةَ	تک اور والھکم الٰہ واحد والی آیت پڑھے۔ پھر اس کے بعد آیۃ الکرسی
الْكُرْسِيِّ وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ	اور سورہ بقرہ کا آخری حصہ للہ ما فی السموات والارض
وَمَا فِي الْاَرْضِ اِلٰى اٰخِرِ	سے لے کر آخر سورت تک پڑھے۔ اور پھر اس کے
الْبَقَرَةِ وَشَهِدَ اللّٰهُ اٰيَةً	بعد شہد اللہ انہ لا الٰہ الا ھو سے آخر آیت تک
الْاٰيَةِ وَاِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِي	پڑھے۔ اور پھر اس کے بعد ان ربکم اللہ الذی سے
فِي الْاَعْرَافِ الْاٰيَةِ وَفَتَعَالَى	لے کر آخر آیت تک (جو سورہ اعراف میں ہے)
اللّٰهُ اِلٰى اٰخِرِ الْمُؤْمِنُوْنَ وَاَوَّلَ	پڑھے۔ اور اس کے بعد فتعالی اللہ الملک الحق سے
الصّٰفّٰتِ اِلٰى لَازِبٍ وَثَلٰثَ	لے کر آخر سورہ مومنون تک پڑھے۔ اور پھر اس کے
اٰيَاتٍ مِنْ اٰخِرِ الْحَشْرِ وَاَنَّهُ	بعد سورۃ الصافات کی شروع کی آیتیں لازب
تَعَالٰى الْاٰيَةَ مِنَ الْجِنِّ وَقُلْ	تک پڑھے اور اس کے بعد سورہ حشر کی تین آیتیں پڑھے

هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ وَالْمُعَوِّذَتَيْنِ ۔ پھر اس کے بعد سورتوں میں سے واللہ تعالیٰ سے اگر سورۂ
پڑھے یا اس کے بعد سورہ اخلاص اور معوذتین پڑھ کر دم کرے۔

اگر بچھو کاٹے تو یہ پڑھ کر دم کرے

۵۱

بِسْمِ اللّٰهِ شَجَّةٌ قَرْنِيَّةٌ
مِلْحَةُ بَحْرٍ قَفْقَطَا ؁

جل جانے اور کولا اتر جانے کا عمل

۵۲

اَذْهِبِ الْبَاْسَ رَبَّ النَّاسِ ۔ دور کر تکلیف کو اے پروردگار آدمیوں کے شفا دے
اِشْفِ اَنْتَ الشَّافِیْ لَا شَافِیَ ۔ تو ہی شافی ہے نہیں ہے شفا دینے والا کوئی سوائے تیرے
اِلَّا اَنْتَ ؁

جب کسی جگہ آگ لگی ہوئی دیکھے تو اللہ اکبر بار بار کہے

۵۳

اَللّٰهُ اَكْبَرُ (مکرر)

پیشاب رک جانے اور پتھری کی دعا

۵۴

رَبُّنَا اللّٰهُ الَّذِیْ فِی السَّمَآءِ تَقَدَّسَ ۔ رب ہمارا اللہ ہے وہ کہ جس کا ظہور آسمان میں ہے
اسْمُكَ اَمْرُكَ فِی السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ۔ پاک ہے نام تیرا حکم تیرا آسمان اور زمین میں ہے
كَمَا رَحْمَتُكَ فِی السَّمَآءِ ۔ جیسے کہ رحمت تیری آسمان میں ہے اسی طرح کر دے

فَاجْعَلْ رَحْمَتَكَ فِي الْأَرْضِ وَاغْفِرْ لَنَا حُوْبَنَا وَخَطَايَانَا أَنْتَ رَبُّ الطَّيِّبِيْنَ فَأَنْزِلْ شِفَاءً مِّنْ شِفَائِكَ وَرَحْمَةً مِّنْ رَّحْمَتِكَ عَلٰى هٰذَا الْوَجَعِ۔

رحمت اپنی زمین میں، اور بخش دے ہمارے گناہ اور خطائیں، تو رب ہے اچھے لوگوں کا۔ پس اتار دے ایک شفا اپنی شفاء میں سے اور ایک رحمت اپنی رحمت میں سے اس تکلیف پر۔

پھوڑے پھنسی کی دُعا

۵۵ اپنا تھوک اپنی شہادت کی انگلی پر لگائے، اور پھر انگلی کو مٹی پر رکھے، تاکہ کچھ مٹی اس پر لگ جائے، اور پھر اس انگلی کو دکھتی ہوئی جگہ پر پھیرا جائے، اور یہ دُعا پڑھتا جائے۔

بِسْمِ اللهِ تُرْبَةُ أَرْضِنَا بِرِيْقَةِ بَعْضِنَا لِيُشْفٰى سَقِيْمُنَا بِإِذْنِ رَبِّنَا۔

حق تعالیٰ کے نام کے ساتھ یہ مٹی ہے۔ ہماری زمین کی ہم میں سے ایک کے تھوک کے ساتھ تاکہ ہمارے بیمار کو شفا ہو، ہمارے پروردگار کے حکم سے۔

دُعا برائے جملہ امراض

۵۶ ہاتھ تکلیف کی جگہ رکھے اور پڑھے بسم اللہ تین بار، پھر اس کے بعد یوں کہے،

أَعُوْذُ بِاللهِ وَقُدْرَتِهٖ مِنْ شَرِّ مَا أَجِدُ وَأُحَاذِرُ۔

پناہ چاہتا ہوں اللہ کی، اور اس کی قدرت کی اس برائی سے جو پاتا ہوں میں اور جس کا اندیشہ کرتا ہوں۔

آنکھ دکھنے کی دُعاء

۵۷

اَللّٰھُمَّ مَتِّعْنِیْ بِبَصَرِیْ وَاجْعَلْهُ الْوَارِثَ وَاَرِنِیْ فِی الْعَدُوِّ ثَارِیْ وَانْصُرْنِیْ عَلٰی مَنْ ظَلَمَنِیْ۔

یا اللہ! کار آمد رکھیے میرے نگاہ کو اور کریے اس کو باقی بعد میرے، اور دکھایئے مجھے دشمن میں بدلہ میرا اور فتح دیجئے مجھے اس پر جو مجھ پر ظلم کرے۔

دُعاء بخار

۵۸

بِسْمِ اللّٰہِ الْکَبِیْرِ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ الْعَظِیْمِ مِنْ شَرِّ کُلِّ عِرْقٍ نَعَّارٍ وَّمِنْ شَرِّ حَرِّ النَّارِ۔

خدا کے نام کے ساتھ جو بڑا ہے پناہ چاہتا ہوں میں اللہ بزرگ کی ہر رگ اچھلنے والی کی بدی سے اور آگ کی گرمی کے نقصان سے۔

بچہ کے ڈرنے اور نظر لگنے کی دُعاء

۵۹

اَعُوْذُ بِکَلِمَاتِ اللّٰہِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ کُلِّ شَیْطَانٍ وَّھَامَّۃٍ وَّعَیْنٍ لَامَّۃٍ، بِسْمِ اللّٰہِ الَّذِیْ لَا یَضُرُّ مَعَ اسْمِہٖ شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَآءِ وَھُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ وَلَا

پناہ پکڑتا ہوں اللہ تعالیٰ کی کامل باتوں کی شیطان کے ہر شر سے۔ اس خدا کے نام سے جس کے نام کے ساتھ کوئی چیز نقصان نہیں پہنچاتی زمین میں، اور نہ آسمانوں میں، اور وہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔ اور نہیں ہے قوت اور نہ طاقت

حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ ؕ	مگر ساتھ اللہ برتر و بزرگ کے

دُعا۔ وقت عیادت مریض

۶۰

لَا بَأْسَ طَهُوْرٌ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ	کچھ ڈر نہیں، کفارہ گناہ ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ کچھ
لَا بَأْسَ طَهُوْرٌ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ	ڈر نہیں کفارہ گناہ ہے انشاء اللہ تعالیٰ یا اللہ
اَللّٰهُمَّ اشْفِهٖ اَللّٰهُمَّ عَافِهٖ ؕ	شفا دیجئے ۔ یا اللہ! اچھا کر دیجئے ۔

دُعا وقت موت

۶۱ جب کوئی مسلمان انتقال کر رہا ہو، تو اس کے پاس بیٹھ کر لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کو تکرار کرے ۔

دُعا جب کسی کی ماتم پرسی کی جائے

۶۲

اِنَّ لِلّٰهِ مَآ اَخَذَ وَلِلّٰهِ مَآ اَعْطٰى وَكُلٌّ عِنْدَهٗ بِاَجَلٍ مُّسَمًّى فَلْتَصْبِرْ وَلْتَحْتَسِبْ ؕ	اللہ ہی کا ہے جو کچھ لے لیا، اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ دیا اور سب اس کے پاس ایک مدت مقررہ کے ساتھ ہے۔ پس صبر اختیار کرو، اور امید ثواب رکھو ۔

دُعا جب مُردے کو قبر میں اتارا جائے

۶۳

بِسْمِ اللّٰهِ وَعَلٰى مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ؕ	خدا تعالیٰ کے نام کے ساتھ، اور رسول اللہ کے طریق پر

دُعا جب قبرستان میں جائے

۱۳

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا أَهْلَ الْقُبُوْرِ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَنَا وَلَكُمْ وَأَنْتُمْ سَلَفُنَا وَنَحْنُ بِالْأَثَرِ۔

سلام پہنچے تم کو اے اہل قبور بخشیں اللہ ہم کو اور تم کو اور تم آگے جانے والے ہو اور ہم تمہارے قدم پر ہیں۔

اَغلاطُ العوام

س: بعض باتیں لوگوں میں غلط پھیل گئی ہیں ذرا ان کو شمار کر دیجئے؟

ج: یوں تو بہت غلط باتیں مشہور ہیں۔ مگر میں ان میں سے بعض خاص خاص باتیں بتائے دیتا ہوں، بیٹے اور اپنے اعزہ میں سے ان کو نکالنے کی ترقی کے ساتھ کوشش کیجئے! وہ باتیں یہ ہیں۔

۱۔ مریدنی سے لوگ نکاح درست نہیں سمجھتے یہ غلط ہے۔

۲۔ مشہور ہے کہ ایک پیر سے میاں، بیوی مرید ہوں نہیں تو بھائی بہن ہو جائیں گے یہ بھی غلط ہے۔

۳۔ ایک برتن میں میاں بیوی کے دودھ پینے سے دودھ شریک بھائی بہن ہو جانے کا خیال کرتے ہیں یہ بھی غلط ہے۔

۴۔ جھاؤ کی لکڑی کا استعمال لوگ درست نہیں جانتے۔ یہ بھی غلط ہے۔

۵۔ مسجد کا چراغ گل کرنے کو اچھا نہیں سمجھتے یہ غلط ہے بلکہ اگر ضرورت نہ ہو تو گل ہی کر دینا چاہیئے کیونکہ بلا وجہ تیل صرف کرنا فضول خرچی ہے اور جلتا چراغ چھوڑ دینا حدیث شریف سے منع بھی ہے۔

۶۔ مشہور ہے کہ مٹکی کا پانی پینا درست نہیں یہ بھی غلط ہے۔

۷۔ مردے کے نہلانے کو کورا گھڑا منگانا ضروری خیال کرتے ہیں یہ غلط ہے اور جو کورے گھڑے منگائے بھی جاتے ہیں۔ ان کو گھر پر استعمال کرنا اچھا خیال نہیں کرتے بلکہ مسجد میں بھیج دیے جاتے ہیں یا توڑ دیتے ہیں یہ بھی غلط ہے یہ باتیں کوئی ضروری نہیں جس برتن کو چاہیں استعمال کریں۔

۸۔ بعض لوگ رات کو جھاڑو دینا منہ سے چراغ گل کرنا، دوسرے کا کنگھی کرنا اگرچہ اجازت سے ہو برا سمجھتے ہیں یہ بے اصل بات ہے۔

۹۔ یہ مشہور ہے کہ میاں، بیوی کے جنازہ کا پایہ نہ پکڑے یہ بھی غلط ہے۔

۱۰۔ مشہور ہے کہ پیر سے مریدنی کا پردہ نہیں یہ محض غلط ہے۔ دین کے بالکل خلاف ہے۔

۱۱۔ مشہور ہے کہ ذبح کرنے والے کی بخشش نہ ہوگی سراسر غلط ہے۔

۱۲۔ بعض یوں سمجھتے کہ جس گوشت میں ہڈی نہ ہو وہ مکروہ ہے غلط ہے۔

۱۳۔ یہ بہت مشہور ہے کہ عقیقہ کا گوشت ماں، باپ، دادا، دادی نانا، نانی کو کھانا درست نہیں سو یہ بے اصل ہے جو حکم قربانی کا ہے وہی عقیقہ کا حکم ہے۔

۱۴۔ بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ کتے کے بدن سے کپڑا وغیرہ لگ

جانے سے ناپاک ہوجاتا ہے یہ غلط ہے البتہ اگر کتے کی رال لگ جائے یا پسینہ لگ جائے تو ناپاک ہو جائے گا۔

۱۵۔ بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ مرد کی بائیں آنکھ اور عورت کی دائیں آنکھ پھڑکے تو کوئی مصیبت و رنج پیش آتا ہے اور اس کے برعکس ہونے سے خوشی پیش آتی ہے یہ بھی غلط ہے۔

۱۶۔ بعض عورتیں سمجھتی ہیں کہ اگر نئی دلہن اپنے گھر یا صندوق وغیرہ کو قفل لگائے تو اس گھر کو قفل لگ جاتا ہے یعنی ویران ہو جاتا ہے یہ خیال بالکل غلط ہے۔

۱۷۔ دروازہ کی چوکھٹ پر بیٹھ کر کھانا کھانے میں قرضدار ہونے کا گمان کرتے ہیں یہ بھی غلط ہے۔

۱۸۔ بعض لوگ کسی خاص دن خاص وقت میں سفر کرنے کو بُرا یا اچھا سمجھتے ہیں یہ کفار اور نجومیوں کا اعتقاد ہے۔

۱۹۔ لوگ خیال کرتے ہیں کہ ہتھیلی میں خارش ہونے سے مال ملتا ہے اور تلوے میں خارش ہونے سے اور جوتہ پر جوتہ چڑھنے سے سفر درپیش ہوتا ہے یہ لغو اور مہمل بات ہے۔

۲۰۔ مشہور ہے کہ زمین پر نمک گرا دینے سے قیامت کے دن پلکوں سے اٹھانا پڑے گا یہ بھی بے اصل ہے۔

۲۱۔ کتے کے رونے سے کوئی وبا یا بیماری پھیلنے کا خیال کرتے ہیں یہ بھی غلط ہے۔

۲۲۔ بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ جمائی آنے پر منہ پر ہاتھ رکھنے سے شیطان منہ میں تھوک دیتا ہے یہ بھی غلط ہے۔

۲۳۔ بعض عورتیں یوں سمجھتی ہیں کہ اپنے شوہر کا نام لینے سے نکاح ٹوٹ جاتا ہے یہ بھی غلط ہے۔

۲۴۔ بعض عورتیں یہ خیال کرتی ہیں کہ رات کو ادوئن درست کرنے سے بیٹا پیدا نہیں ہوتا یہ لغو اور واہیات و غلط خیال ہے۔

تمت بالخیر

تصحیح کنندہ

مولانا محمد طفیل صاحب (جالندھری)

یکے از خدام حضرت مسیح الامت مولانا شاہ محمد مسیح اللہ صاحب مدظلہ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عبادات

جس طرح بعض بنیادی عقائد کو دوسرے عقائد کے لحاظ سے خاص اہمیت حاصل ہے، اسی طرح شریعت کے دوسرے شعبوں کے مقابلے میں عبادت کو خصوصی اہمیت حاصل ہے کیونکہ خدا اور بندے کا تعلق دوسری سب چیزوں کے بہ نسبت عبادات سے زیادہ ظاہر ہوتا ہے، اور زندگی کے دوسرے شعبوں کی اصلاح اور درستی میں بھی عبادت کو خاص دخل ہے۔

عبادت سے کیا مراد ہے؟

س : عبادت سے کیا مراد ہے؟

ج : عبادت سے مراد خاص وہ اعمال ہیں جو بندہ اللہ تعالیٰ کی عظمت و کبریائی اور اس کے سامنے اپنی عاجزی اور بیچارگی ظاہر کرنے کیلئے کرتا ہے، جس سے اسکا مقصد رضاء اور اس کا قرب حاصل کرنا ہوتا ہے جیسے نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، صدقات، ذکر و تلاوت اور قربانی جیسے اعمال؟ جو صرف اللہ کی رضا حاصل کرنے کیلئے اور اپنی روحانی ترقی کیلئے کئے جاتے ہیں۔

عبادت کی قسمیں

س : عبادات کی کتنی قسمیں ہیں؟

ج : عبادات کی تین قسمیں ہیں۔ (۱) وہ جن کا تعلق اعضاء ظاہرہ سے ہے، جیسے نماز، روزہ، تلاوت قرآن پاک، ذکر، درود شریف اور دعا وغیرہ۔ (۲) وہ جنکا تعلق مال سے ہے جیسے زکوٰۃ، فطرانہ، قربانی، عشر، وقف، تعمیر مسجد، مدرسہ، خانقاہ، مسافر خانہ، کنواں، پل وغیرہ۔ (۳) وہ جنکا تعلق جسم و مال دونوں سے ہے جیسے حج، جہاد ان تینوں قسموں کا نام عبادت ہے ہم اس حصہ میں ان ہی تینوں قسموں کی عبادت کو بیان کریں گے اور چونکہ عبادت میں پاکیزگی کو خاص اہمیت حاصل ہے اس لئے سب سے پہلے مسائل طہارت کے متعلق بیان کرتے ہیں، پھر اس کے بعد نماز و دیگر عبادات روزہ، زکوٰۃ، قربانی اور حج کو بیان کریں گے۔

طہارت

طہارت کا درجہ

س : اسلام میں طہارت کا کیا درجہ ہے؟

ج : طہارت کا دین اسلام میں بڑا مقام ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ وَ یُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِیْنَ

''بلاشبہ اللہ تعالیٰ پسند کرتے ہیں بہت توبہ کرنے والوں کو، اور خوب پاک رہنے والوں کو بھی''

نیز نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ:

اَلطُّھُوْرُ شَطْرُ الْاِیْمَانِ

''پاکیزگی، طہارت ایمان کا حصہ ہے''

غرض طہارت کو دین اسلام مین بہت ہی زیادہ اہتمام حاصل ہے، خصوصاً نماز تو بغیر طہارت حاصل کئے ادا ہی نہیں ہوتی، جیسا کہ ارشاد نبوی ﷺ بھی ہے **لَاتُقْبَلُ صَلٰوۃٌ بِغَیْرِ طُھُوْرٍ** یعنی کوئی نماز طہارت کے بغیر قبول نہیں ہوتی اس لئے نماز سے پہلے اس بات کا پورا پورا اطمینان کرلیا چاہئے کہ کپڑوں پر یا بدن پر کوئی نجاست نہ لگی ہو، اور اگر لگی ہو تو اسے پانی سے دھوکر خوب صاف کر کے پاک کرلیا جائے تاکہ بدن ہر قسم کے میل کچیل، بدبو، اور گندگی سے پاک ہو پاس بیٹھنے والوں کو تکلیف نہ پہنچے، اور ان کے دلوں میں نفرت وحقارت کے جذبات پیدا نہ ہوں، اور ساتھ ہی پاکی وصفاء کے اثرات جسم سے قلب تک پہنچیں، اور انسان دلی طور پر انبساط وخوشی حاصل کرسکے، دنیاوی کاموں اور دینی عبادات وامور کو پورے ذوق وشوق اور انہاک انجام دے سکے، کیونکہ کوئی نماز بغیر طہارت کے قبول نہیں ہوتی جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا، جسم میں جتنی پاکیزگی ہوگی طبعیت میں اتنا ہی سرور ونشاط ہوگا، پھر اگر انسان عبادت الٰہی کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے تو شوق وانہاک خاص طور پر بڑھ جاتا ہے، اس لیے نماز کے احکام ومسائل سے قبل

شرائط نماز کا بیان کرتے ہیں۔

شرائط نماز

س: نماز پڑھنے سے پہلے کن کن چیزوں کی ضرورت ہے؟ انکو بیان کیجئے۔

ج: نماز پڑھنے سے پہلے سات چیزوں کی ضرورت ہے جن کے بغیر نماز نہیں ہوتی ان چیزوں کو شرائط نماز اور فرض کہتے ہیں، وہ یہ ہیں۔

(۱) بدن کا پاک ہونا (۲) کپڑوں کا پاک ہونا (۳) جگہ کا پاک ہونا (۴) نماز کا وقت ہونا (۵) نیت کرنا (۶) قبلہ کی طرف منہ کرنا (۷) ستر چھپانا۔

پاک کرنے کا طریقہ

س: کپڑے یا بدن پر ناپاکی لگ جائے تو اسے کس طرح پاک کیا جائے؟

ج: کپڑے یا بدن پر اگر گاڑھی نجاست لگ جائے جیسے پاخانہ یا خون وغیرہ تو پہلے نجاست لگی ہوئی جگہ کو اس قدر دھوئیں کہ نجاست چھوٹ جائے اور دھبہ جاتا رہے، جب تک نجاست دور نہ ہوگی کپڑا ہو یا بدن پاک نہیں ہوگا، نجاست اگر پہلی بار دھونے سے دور ہو جائے تو اس کے بعد بھی دو مرتبہ دھولیں، اگر دو مرتبہ دھونے سے نجاست دور نہ ہو تو پھر ایک مرتبہ اور دھولیں ،غرض ہر حالت میں تین مرتبہ دھونا بہتر ہے، کپڑے یا بدن پر لگی ہوئی نجاست اگر گاڑھی نہیں بلکہ پتلی ہے جیسے پیشاب یا ناپاک پانی تو بس تین مرتبہ اچھی طرح دھولیں، اور اگر کپڑا ہو تو ہر مرتبہ دھونے کے بعد اسے نچوڑنا بھی ضروری ہے۔

نجاست کی قسمیں

س: نجاست کی کتنی قسمیں ہیں؟

ج: نجاست کی دو قسمیں ہیں، ایک نجاست غلیظہ، دوسرے نجاست خفیفہ، نجاست غلیظہ جیسے خون اور آدمی کا پیشاب، منی، شراب، کتے، بلی کا پاخانہ پیشاب، چھوٹے دودھ پیتے بچے کا پیشاب، ان کا حکم یہ کہ اگر ان میں سے کوئی چیز پتلی یا بہنے والی کپڑے یا بدن پر لگ جائے اگر پھیلاؤ میں روپیہ کے برابر یا اس سے کم ہو تو معاف ہے، بغیر دھوئے اگر نماز پڑھ لی گئی تو نماز ہو جائے گی،

لیکن اس طرح نماز پڑھنا مکروہ ہے اور اگر روپیہ سے زیادہ ہو تو معاف نہیں، بغیر اس کے دھوئے نماز نہ ہوگی، اور اگر نجاست غلیظہ گاڑھی چیز لگ جائے یا پاخانہ اور مرغی وغیرہ کی بیٹ تو اگر وزن میں ساڑے چار ماشہ یا اس سے کم ہو تو بے دھوئے نماز درست ہے اور اگر اس سے زیادہ ہو تو بے دھوئے جائز نہیں۔

دوسری قسم نجاست خفیفہ ہے، جیسے حرام پرندوں کی بیٹ اور جانوروں کا پیشاب تو اس کا حکم یہ کہ اگر ان میں سے کوئی چیز کپڑے یا بدن میں لگ جائے تو جس حصے میں لگی ہے اگر اس کے چوتھائی سے کم ہو تو معاف ہے اور اگر پورا چوتھائی یا اس سے زیادہ ہو تو معاف نہیں اگر کوئی جگہ گوبر سے لپی ہو یا کوئی جگہ ناپاک ہو اور اس پر بھیگا ہوا ہاتھ، پیر یا کپڑا لگ جائے یا وہ جگہ گیلی ہو اور اس ناپاک جگہ کی مٹی چھٹ کر ہاتھ یا کپڑے پر لگ جائے تو کپڑا اور ہاتھ ناپاک ہو جائے گا اور اگر صرف تری سی معلوم ہو اور مٹی نہ لگے تو ناپاک نہ ہوگا، اسی طرح ناپاک کپڑا بھیگا ہوا ہو اور اس پر دوسرا پاک کپڑا اچھا دیا، لپیٹ دیا تو اگر اس نجاست کا اثر، رنگ و بو پاک کپڑے پر آجائے یا اتنا تر ہو جائے کہ نچوڑنے سے دو ایک قطرہ ٹپکے یا ہاتھ تر ہو جائے تو وہ پاک کپڑا ناپاک ہو جائے گا اور نماز نہ ہوگی۔

س : نجاست حکمیہ کسے کہتے ہیں؟

ج : جب جسم سے پاخانہ، پیشاب، خون بہنے والا اور منہ بھر کے قے ہو تو اس وقت اس کو نجاست حکمیہ اور حدث اصغر کہتے ہیں اور اگر منی خارج ہوئی ہو یا حیض و نفاس جاری ہو تو اس کو نجاست حکمیہ اور حدث اکبر کہتے ہیں۔

س : نجاست غلیظہ اور نجاست خفیفہ کس طرح پاک ہو سکتی ہے؟

ج : نجاست غلیظہ کے ایک روپیہ کے برابر لگ جانے سے نماز نہیں ہوتی اور وزن میں ساڑھے چار ماشہ کے برابر ہو تو نماز نہیں ہوتی۔

س : نجاست خفیفہ کس قدر لگ جانے سے نماز نہیں ہوتی؟

ج : کسی عضو یا کسی جوڑ کے چوتھائی حصہ پر نجاست خفیفہ لگ جائے تو نماز نہیں ہوتی مثلاً آستین یا دامن یا کلی یا گریبان کے چوتھائی پر نجاست خفیفہ لگ جانے سے نماز نہ ہوگی یا ہاتھ و

ران اور پشت و پیٹ وغیرہ کے ربع پر نجاست لگ جائے نیز یہ بات بھی اچھی طرح ذہن میں رکھیئے نجاست گاڑھی ہو یا پتلی، نچوڑے بغیر دھونے سے کپڑا پاک نہیں ہوتا خواہ کتنی ہی بار پنی میں ڈبوڈبو کر کیوں نہ نکالا جائے؟ البتہ نجاست اگر کسی ایسی چیز میں لگی ہے جس کو نچوڑا نہیں جا سکتا جیسے لحاف، توشک یا چٹائی وغیرہ تو اس کو پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ ایک دفعہ دھوکر ٹھہر جائیں جب پانی ٹپکنا بند ہو جائے تو پھر دھوئیں اور پھر پانی ٹپکنے کیلئے چھوڑ دیں، جب پانی ٹپکنا پھر بند ہو جائے تب اسے پھر دھوئیں، اس طرح تین بار دھوئیں، نماز سے پہلے اس بات کا پوری طرح اطمینان کر لینے کے علاوہ کہ کپڑے اور بدن پاک ہیں یہ بات بھی بہت ضروری ہے کہ اگر پیشاب پاخانہ کی ضرورت محسوس ہو رہی ہو تو اس سے بھی نماز سے پہلے ہی فراغت حاصل کر کے خوب اچھی طرح استنجا کر لینا چاہئے۔

استنجے کا بیان

س : استنجا کرنا سنت ہے یا واجب اور کن کن چیزوں سے استنجا کرنا چاہئے، اور کن کن چیزوں سے نہیں؟

ج : پانی یا مٹی کے پاک ڈھیلے سے استنجا کرنا سنت ہے، اگر پاخانہ یا پیشاب اپنے مقام سے بڑھ کر ادھر ادھر نہ لگا ہو تو پانی سے بھی استنجا کرنا مستحب ہے اور اگر نجاست ادھر ادھر لگ گئی ہو تو استنجا کرنا سنت ہے۔

آج کل مثانے چونکہ کمزور ہو چکے ہیں پیشاب کرنے کے بعد قطرے کے آتے رہنے کا خطرہ رہتا ہے، اس لئے مٹی کے ڈھیلے، ٹائلٹ پیپر کے استعمال یا کسی اور صورت سے قطرے کا خطرہ دور کرنا واجب ہے، لیکن ہڈی، لید، گوبر، کوئلے، قیمتی کپڑے اور کاغذ وغیرہ سے استنجا کرنا مکروہ ہے بائیں ہاتھ سے استنجا کرنا سنت ہے، قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کر کے استنجا کرنا مکروہ تحریمی ہے، استنجا کرنے میں مرد سردیوں میں ڈھیلا پیچھے سے آگے لائے، اور گرمی میں اس کے برعکس اور عورت ہر موسم میں آگے سے پیچھے لے جائے۔

س : وہ کونسے مقامات ہیں جہاں پر پیشاب و پاخانہ کرنا منع ہے؟

ج : کنوئیں، نہر، حوض، چشمہ، سایہ دار درخت، پھلدار درخت کے نیچے اور عام راستوں میں، مسجد وعید گاہ کے اردگرد، قبرستان اور جانوروں کے بل وسوراخ میں، اور وضوء کی جگہ اور غسلخانہ میں پیشاب پاخانہ نہ کرنا چاہئے، مکروہ تحریمی ہے۔

س : ننگے سر اور کھڑے ہوکر پیشاب کرنا کیسا ہے؟

ج : ننگے سر استنجا ہو جاتا ہے، مگر مکروہ ہے اور جس انگوٹھی پر آیت یا اسم الٰہی لکھا ہو لے جانا مکروہ ہے، کھڑے ہوکر پیشاب کرنا بلا عذر نہ چاہئے البتہ بیٹھنے میں درد کمر وغیرہ کی وجہ سے تکلیف ہو تو جائز ہے جیسا کہ حضور اکرم ﷺ نے کمر کی درد کی وجہ سے کھڑے ہوکر پیشاب کیا تھا،

س : اگر وضوء کے بعد استنجا کرنا یاد آئے تو کیا پھر دوبارہ وضوء کرنا ہے؟

ج : وضوء کے بعد استنجا کیا تو اگر عضو کو ڈھیلا کر کے استنجا کیا تو وضوء ٹوٹ گیا اور اگر یونہی پانی سے دھو دیا تو وضوء ٹوٹ جائے گا۔

س : بیت الخلاء میں داخل ہوتے وقت کیا پڑھنا ہے؟

ج : یہ پڑھے ”بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ، اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْخُبُثِ وَ الْخَبَائِثِ“ اور جب استنجے سے فارغ ہوکر باہر آئے تو یہ پڑھے ”اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَذْهَبَ عَنِّی الْاَذٰی وَ عَافَانِیْ“.

تنبیہ : اگر کوئی شخص کسی کے کپڑے میں اتنی نجاست دیکھے کہ جس سے نماز نہیں ہوتی تو اگر غالب گمان یہ ہے کہ اس کو کہوں گا تو پانی سے دھولے گا نجاست دور کر لے گا تو بتانا واجب ہے ورنہ بتانا واجب نہیں۔ اسی طرح کسی کو نیک کام کہنا، اس وقت واجب ہے جبکہ غالب گمان ہو کہ وہ شخص عمل کرے گا، ورنہ فرض و واجب نہیں اور یہ بھی شرط ہے کہ ضرر کا خوف نہ ہو ورنہ مختار یہ ہے کہ چاہے کہے، چاہے نہ کہے، اسی طرح گناہ کے کام سے منع کرنے میں بھی یہی تفصیل ہے کہ غالب گمان ہو کہ وہ شخص رک جائے گا اور ضرر نہ پہنچائے گا اور یہ شخص اس سے بڑے گناہ میں خود مبتلا نہ ہو، اسی طرح جو شخص خود فاسق ہو مگر ظن غالب ہو کہ اس کے کہنے سے دوسرا آدمی اس کے کہنے پر عمل کرے گا اور گناہ کے کام سے بچے گا تو اس فاسق پر بھی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر واجب ہے۔

وضو کا بیان

س : وضو کسے کہتے ہیں؟

ج : وضو اسے کہتے ہیں کہ جب آدمی نماز پڑھنے کا ارادہ کرے تو پاک برتن میں پاک پانی لیکر پہلے گٹوں تک ہاتھ دھوئے، پھر مسواک کرے، پھر تین بار کلی کرے، پھر تین بار ناک میں پانی ڈالے اور ناک صاف کرے، پھر تین بار منہ دھوئے، پھر کہنیوں تک دونوں ہاتھ دھوئے پھر کہنیوں تک دونوں ہاتھ دھوئے، پھر سر اور کانوں کا مسح کرے، پھر دونوں پاؤں ٹخنوں تک دھوئے۔

فرائض وضو کا بیان

س : وضو میں کتنی چیزیں فرض ہیں؟

ج : وضو میں چار چیزیں فرض ہیں۔ (۱) پیشانی کے بالوں سے تھوڑی کے نیچے تک اور ایک کان کی لو سے دوسرے کان کی لو تک منہ دھونا۔ (۲) دونوں ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دھونا۔ (۳) چوتھائی سر کا مسح کرنا (۴) دونوں پاؤں ٹخنوں سمیت دھونا۔

سنن وضو کا بیان

س : وضو میں کتنی سنتیں ہیں؟

ج : وضو میں تیرہ سنتیں ہیں۔

(۱) نیت کرنا (۲) بسم اللہ پڑھنا (۳) پہلے تین تین بار دونوں ہاتھ گٹوں تک دھونا (۴) مسواک کرنا (۵) تین بار کلی کرنا (۶) تن بار ناک میں پانی ڈالنا (۷) داڑھی کا خلال کرنا (۸) ہاتھ پاؤں کی انگلیوں کا خلال کرنا (۹) ہر عضو کو تین تین بار دھونا (۱۰) ایک بار پورے سر کا مسح کرنا (۱۱) دونوں کانوں کا مسح کرنا (۱۲) ترتیب سے وضو کرنا (۱۳) پے در پے وضو کرنا کہ ایک عضو خشک نہ ہونے پائے کہ دوسرا دھولیا جائے۔

مستحبات وضو کا بیان

س : وضو میں کتنی چیزیں مستحب ہیں؟

ج : وضو میں پانچ چیزیں مستحب ہیں۔

(۱) دائیں طرف سے شروع کرنا، بعض علماء نے اسے سنتوں میں شمار کیا ہے اور یہی قوی ہے (۲) گردن کا مسح کرنا (۳) وضو کے کام کو خود کرنا، دوسرے سے مدد نہ لینا (۴) قبلہ کی طرف منہ کر کے بیٹھنا (۵) پاک اونچی جگہ پر بیٹھ کر وضو کرنا۔

آداب وضو کا بیان

س : وضو کے کتنے آداب ہیں؟

ج : وضو کے گیارہ آداب ہیں۔

(۱) چھنگلیاں کا سرا بھگو کر کانوں کے سوراخ میں ڈالنا (۲) نماز کے وقت سے پہلے وضو کرنا (۳) اعضاء کو دھوتے وقت ہاتھ سے ملنا (۴) انگوٹھی یا چھلے کو ہلانا (۵) دنیا کی باتیں نہ کرنا (۶) زور سے پانی منہ پر نہ مارنا (۷) زیادہ پانی نہ بہانا (۸) ہر عضو کو دھوتے وقت بسم اللہ پڑھنا (۹) وضو کے بعد درود شریف پڑھنا (۱۰) وضو کے بعد کلمہ شہادت اور یہ دعا پڑھنا "اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ التَّوَّابِیْنَ وَ اجْعَلْنِیْ مِنَ الْمُتَطَھِّرِیْنَ" اے اللہ تو مجھے زیادہ توبہ کرنے والوں اور پاکیزگی حاصل کرنے والوں میں بنا دے (۱۱) وضو کے بعد دو رکعت نماز تحیۃ الوضو پڑھنا وغیرہ۔

وضو کے مواقع

س : وضو کتنی جگہ مستحب ہے؟

ج : تقریباً اٹھائیس مقامات میں مستحب ہے۔

(۱) جھوٹ (۲) غیبت کے بعد (۳) قہقہہ کے بعد (۴) شعر خوانی جو حکمت و نعت سے خالی ہو، کے بعد (۵) اونٹ کا گوشت کھا کر (۶) گناہ صغیرہ و کبیرہ کے بعد (۷) اختلاف علماء کے نقض وضو کی صورت میں، مثلاً پیشاب گاہ کو چھونے اور عورت کو چھونے میں امام شافعیؒ کے نزدیک وضو ٹوٹ جاتا ہے لہذا وضو کر لیا جائے تاکہ بالاتفاق نماز ادا ہو، (۸) باوضو رہنا (۹) وضو پر وضو کرنا (۱۰) سونے کے بعد (۱۱) میت کے غسل دینے کے وقت (۱۲) میت کے اٹھانے کے وقت (۱۳) غسل جنابت

سے قبل (۱۴) کھانے، پینے (۱۵) سونے (۱۶) جماع کے وقت (۱۷) غصہ کے وقت (۱۸) قرآن پاک کی تلاوت کے وقت (۱۹) حدیث شریف پڑھنے کے وقت (۲۰) علم کے درس کے وقت (۲۱) اذان (۲۲) اقامت (۲۳) نکاح کا خطبہ (۲۴) زیارت روضۂ مبارک رسول اللہ ﷺ کے وقت (۲۵) وقوف عرفہ کے وقت (۲۶) صفا و مروہ کے درمیان سعی کے وقت (۲۷) تفسیر، حدیث اور فقہ کی کتابوں کو چھونے کے وقت (۲۸) ذکر کے وقت۔

فضائل مسواک

س : ذرا مسواک کے فضائل اور اس کا طریقہ بیان فرما دیجئے؟

ج : بہتر ہے سنیئے: فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ اگر میری امت پر شاق نہ ہوتا تو انکو مسواک کرنے کا حکم کرتا ہر وضو، نماز کے ساتھ اور فرمایا آنحضرت ﷺ نے کہ جو نماز مسواک کے ساتھ پڑھی گئی وہ ۷۰ درجہ زائد ہے ثواب میں اس نماز سے جو بغیر مسواک کئے ہوئے پڑھی گئی، آنحضرت ﷺ اس قدر مسواک فرماتے تھے کہ صحابہ فرماتے ہیں کہ ہمیں اندیشہ ہوا کہ کہیں آپ ﷺ کے مسوڑے نہ چھیل جائیں، سفر کے وقت، سفر سے واپسی کے وقت، کلام کے وقت، کھانے کے بعد کلام کے بعد، ہر نماز وضو کے وقت، سونے کے وقت، سونے سے اٹھنے کے وقت، تلاوت قرآن پاک کے وقت، یہ ایسی سنت ہے کہ تمام انبیاء نے اس کو کیا۔

مسواک کرنے کا طریقہ یہ ہے : اول اوپر دائیں جانب، پھر بائیں جانب کرے اسی طرح نیچے کے جانب کرے اور تین تین بار کرے اور ہر بار دھوئے اور احسن یہ ہے کہ اس قدر کرے کہ دانتوں کی زردی اور بدبو ختم ہو جانے کا قلب کو اطمینان حاصل ہو جائے، مسواک کو دائیں ہاتھ میں پکڑنا مستحب ہے اس طرح کے دائیں ہاتھ کی چھنگلی کو مسواک کے نیچے رکھے اور انگوٹھے کو مسواک کے سرے کے نیچے کرے اور باقی تین انگلیاں مسواک کے اوپر رہیں اور مسواک دانتوں کے عرض میں کرے نہ کہ طول میں مسواک نرم سیدھی ہو، بے گرہ ہو، چھنگلی کے برابر موٹی ہو، ایک بالشت لمبی ہو، انار اور بانس کے علاوہ ہر لکڑی کی مسواک درست ہے، البتہ افضل پیلو اور زیتون کی ہے، عورت کیلئے صنوبر اور بطم کا گوند چبانا قائم مقام مسواک کے ہے مگر گاہے گاہے

مسواک بھی کرے، عورت کو متواتر مسواک کرتے رہنے سے دانتوں کے کمزور ہونے کا اندیشہ ہے

س : مسواک کرنے میں کچھ فائدے بھی ہیں؟

ج : مسواک میں بہت فائدے ہیں۔

(۱) ہر مرض سے شفاء سوئے موت کے، موت کے وقت کلمہ شہادت کی یاد دلانے والی ہے (۲) منہ کی بدبو دور کرنے والی ہے (۳) مسوڑھوں کو مضبوط کرنے والی ہے (۴) بصارت کو تیز کرنے والی ہے (۵) عمر بڑھانے کا وسیلہ ہے (۶) ہاضم طعام ہے (۷) معدہ کو قوت دینے والی ہے (۸) پل صراط پر چلنے میں آسانی بخشنے والی ہے بفضلہٖ تعالیٰ (۹) دانتوں کو صاف کرتی ہے۔

وضوتوڑنے والی چیزوں کا بیان

س : وضواور تیمّم کن چیزوں سے جاتا رہتا ہے؟

ج : پیشاب، پاخانہ یا اور کوئی چیز پیشاب یا پاخانہ کی جگہ سے نکلنا، پیپ خون بہنے والا، منہ بھر کے قے کہ روکے سے نہ رکے، یا تھوڑی تھوڑی جو منہ بھر کے برابر ہو، سجدہ ورکوع والی نماز میں عاقل بالغ کا قہقہہ لگا کر ہنسنا، نشہ میں یا بے ہوش و دیوانہ ہو جانا، ٹیک لگا کر اس طرح سو جانا کہ اگر ٹیک ہٹادی جائے تو گر پڑے، سجدہ میں یا قعدہ میں بلا ایڑی پر بیٹھے سو جانا ان چیزوں سے وضو ٹوٹ جاتا ہے اور ان ہی چیزوں سے اور پانی پر قادر ہونے سے تیمّم ٹوٹ جاتا ہے، اسی طرح اگر تھوک میں خون معلوم ہو اور تھوک سرخی مائل ہو تو وضو ٹوٹ جاتا ہے، سفیدی یا زردی مائل ہو تو وضو اور تیمّم نہ ٹوٹے گا، آنکھ دکھتی ہو تو پانی بہے اور آنسو نکلیں یا چھاتی میں درد ہو اور پانی نکلے تو وضو ٹوٹ جائے گا۔

س : اگر پیپ اور خون کسی پھنسی پھوڑے سے نکلے تو کیا وضو ٹوٹ جائے گا؟

ج : ہاں اگر پیپ اور خون نکل کر بہہ جائے ایسی جگہ کی طرف جسکا وضو اور غسل میں دھونا فرض ہے تب وضو ٹوٹ جائے گا ورنہ نہیں اور اگر تھوڑا تھوڑا نکلے اور پونچھ پونچھ ڈالیں تو اگر وہ اس مقدار کو پہنچ جائے کہ نہ پونچھتے تو بہہ جاتا تو وضو ٹوٹ جائے گا ورنہ نہیں، اور جونک اتنا خون

چوسے کہ اس کو کاٹ دیں تو بہہ پڑے تو وضوٹوٹ جائے گا۔

مکروہات وضو کا بیان

س : جو چیزیں وضو میں مکروہ ہیں ان کو بیان فرما دیجئے ؟

ج : بلاضرورت خاص دنیا کی باتیں کرنا، نجس جگہ بیٹھ کر وضو کرنا، مسجد کے اندر بدون برتن سلفچی وغیرہ کے وضو کرنا اور بقدر سلفچی وغیرہ کے مسجد کے اندر وضو درست ہے، عورت کے بچے ہوئے پانی سے وضو کرنا، پانی میں تھوکنا یا سنکنا اگر چہ ماء جاری سے وضو کیا جارہا ہو، چہرہ وغیرہ پر زور سے پانی مارنا حاجت سے کم یا زیادہ پانی خرچ کرنا یعنی مثل تیل کے وضو کے اعضا کو چپڑ لینا یا اعضا وضو کو دو مرتبہ دھونا یا پانی کو زیادہ صرف کرنا کہ تین بار سے زیادہ استعمال کرنا بشرطیکہ عضو خشک نہ رہ گیا ہو، اس طرح دھونا کہ زیادہ مقدار پانی زمین پر گرے اور کم حصہ پانی اعضا پر پڑے، پانی صرف کرنے میں وضو و غسل کے اندر بعض لوگ سخت بے احتیاطی کرتے ہیں بلکہ وہم میں بے انتہا پانی خرچ کرتے ہیں ایسے ہی زمانے اور لوگوں کیلئے حضور ﷺ نے فرمایا کہ میری امت میں ایسے لوگ ہونگے جو وضو میں زیادتی اور تجاوز کریں گے اور فرمایا کہ وضو کا ایک شیطان ہے اس کا نام ولہان ہے، اے لوگوں پانی کے وسواس سے پرہیز کیجیو، خیال کرنے کی بات ہے کہ حضور ﷺ ایک مد یعنی تین پاؤ پانی سے وضو فرماتے تھے اور ایک صاع یعنی ساڑھے تین سیر پانی سے غسل فرماتے تھے، یادرکھو کہ یہ اسراف پانی میں مکروہ تحریمی ہے قریب حرام کے ہے خواہ وہ پانی اپنی ہی ملک ہو یا سمندر و نہر سے وضو کرنا ہو اور جو پانی وقف ہو جیسے کہ مدرسوں اور خانقاہوں میں ہوتا ہے اس کا زیادہ خرچ کرنا تو بالاتفاق حرام ہے۔

﴿عزیز من پانی کے اسراف سے پرہیز کرو﴾

معذور کے احکام

س : معذور کسے کہتے ہیں؟

ج : معذور وہ کہلایا جاتا ہے جسے کسی نجاست کے جاری رہنے کا عذر ہو مثلاً پیشاب کا قطرہ آتے رہنا، ریح کا خارج ہوتے رہنا، پیپ وخون بکثرت نکلتے رہنا، استحاضہ کا ہونا یعنی دس

دن حیض یا چالیس دن نفاس کے گذر کر خون کا آتا رہنا، ان عذروں میں اتنا وقت نہ ملے کہ بدون ان عذروں کے وقتی نماز ادا کر سکے تو اس کا حکم یہ ہے کہ ہر نماز کے وقت تازہ وضو کر کے نماز پڑھے اور فرض ونفل اور قضاء سب اس وقت کے رہنے تک پڑھ سکتا ہے، جب وقت نکل گیا تو پھر تازہ وضو کر کے نماز پڑھے۔

موزوں پر مسح کا بیان

س : پیروں میں پورے چمڑے کے موزے یا چمڑے کا تلا لگے موزے یا خوب موٹے موزے کہ بلا باندھے ایک میل چل سکتے ہوں پہن لیں کیا تب بھی پیروں کا دھونا فرض ہے؟

ج : غسل میں تو فرض ہے اور وضو میں ہر وقت فرض نہیں بلکہ حدث کے وقت کامل طہارت پر موزوں کو پہنے ہوئے ہو تب مقیم ایک دن رات تک موزوں پر مسح کر سکتا ہے اور مسافر تین دن رات تک مسح کر سکتا ہے، جب مدت ختم ہو جائے یا کوئی ایک موزہ اتر جائے ٹخنوں کے نیچے تک یا چھوٹی تین انگلیوں کے برابر پھٹ جائے تب دونوں پیروں کا دھونا فرض ہوگا اور اگر وضو ہو تو وضو کرنا فرض نہیں صرف پاؤں دھو کر پہننا کافی ہے اور یہ مدت مقیم اور مسافر پر وضو ٹوٹنے کے وقت سے شروع ہوگی۔

غسل

غسل کی حقیقت

س : غسل کسے کہتے ہیں؟

ج : لغت کے لحاظ سے تو غسل کے معنی نہانے کے ہیں، لیکن شریعت کی اصطلاح میں سر سے پاؤں تک جسم کے ان تمام حصوں کے دھونے کو غسل کہتے ہیں جن تک پانی پہنچانا بغیر کسی تکلیف کے ممکن ہو۔

س : غسل کب فرض ہوتا ہے؟

ج : غسل کرنا یوں تو جسم کے صفائی کے لحاظ سے بہر حال ایک اچھا عمل ہے مگر بعض صورتیں ایسی ہیں جن کی بناء پر شریعت کے نزدیک غسل کرنا فرض ہو جاتا ہے اور جب تک آدمی غسل

نہ کرلے ناپاک رہتا ہے، وہ صورتیں یہ ہیں۔

عورت سے صحبت کرنے کے بعد۔

سوتے ہوئے احتلام ہونے کے بعد۔

جاگتے ہوئے اگر منی شہوت کے ساتھ کود کر نکل جائے تو اس کے بعد۔

عورت کے حیض بند ہونے کے بعد۔

نفاس کا خون بند ہونے کے بعد۔

غسل کا طریقہ

س : غسل کس طرح کیا جائے؟

ج : غسل کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اول دونوں گٹوں تک ہاتھ دھوئیں، اس کے بعد استنجا کریں اور بدن پر جس جگہ ناپا کی لگی ہوئی ہو اس کو صاف کریں، پھر جس طرح نماز کیلئے وضو کرتے ہیں اسی طرح وضو کریں اور وضو کرتے وقت خوب منہ بھر کر کلی کریں، روزہ نہ ہو تو غرارہ بھی کریں اور ناک میں خوب خیال کے ساتھ پانی چڑھائیں، پتھر یا کوئی چوکی یا ایسی پکی زمین پر غسل کررہے ہیں جہاں سے پانی فوراً بہہ جاتا ہو تو دونوں پاؤں بھی اسی وضو کیساتھ دھولیں، ورنہ پاؤں بلکل آخر میں دھوئیں، پھر وضو کے بعد تمام بدن کو تھوڑا سا پانی ڈال کر ہاتھ سے خوب ملیں، صابن ہو تو صابن بھی استعمال کریں، اس کے بعد تین مرتبہ سارے بدن پر پانی بہادیں، یہ خیال رہے کہ کوئی جگہ خشک نہ رہ جائے، اگر ایک بال کے برابر بھی کوئی جگہ خشک رہ جائے گی تو غسل نہ ہوگا۔

فرائض غسل

س : غسل میں کتنے فرائض ہیں؟

ج : غسل میں تین فرض ہیں۔ (۱) منہ بھر کے کلی کرنا (۲) ناک میں پانی ڈالنا (۳) تمام بدن پر ایک بار پانی بہانا۔

سنن غسل

س : غسل میں کتنی سنتیں ہیں؟

ج : غسل میں پانچ سنتیں ہیں۔ انکے ادا کرنے سے ثواب میں زیادتی ہوتی ہے، اور وہ یہ ہیں (۱) دونوں ہاتھ ابتداء ہی گٹوں تک دھونا (۲) استنجا کرنا اور جس جگہ ناپاکی لگی ہو غسل سے پہلے اس کو دھونا (۳) ناپاکی دور کرنے کی نیت کرنا (۴) پہلے وضو کرنا (۵) تمام بدن پر تین بار پانی بہانا۔

غسل سے متعلق چند ضروری باتیں

س : غسل کے کچھ آداب بھی ہیں؟

ج : جی ہاں غسل کے کچھ آداب بھی ہیں، وہ یہ ہے کہ :

(۱) غسل کرنے والے کو چاہئے کہ کوئی کپڑا مثلا لنگی یا تہہ بند وغیرہ باندھ کر نہائے، اور اگر برہنہ ہو کر نہائے تو کسی ایسی جگہ نہائے جہاں کسی کی نظر نہ پہنچ سکے، نیز برہنہ ہونے کیصورت میں بیٹھ کر نہائے۔

(۲) عورت کو ہر حالت میں بیٹھ کر ہی نہانا چاہئے۔

(۳) برہنہ نہانے کی صورت میں قبلہ کی طرف رخ کر کے نہانا درست نہیں۔

(۴) غسل کرتے وقت باتیں کرنا یا گنگنانا وغیرہ مکروہ ہے۔

(۵) اگر غسل کے بعد یاد آئے کہ فلاں جگہ پانی نہیں پہنچا تھا تو پھر سے پورا غسل کرنا ضروری نہیں، صرف اسی جگہ کو دھولینا کافی ہے، اسی طرح اگر کلی کرنا یا ناک میں پانی ڈالنا بھول گیا تو صرف اسی کمی کو پورا کردے، دوبارہ غسل کی حاجت نہیں۔

تنبیہ : ناپاکی کی حالت میں دل اور زبان سے خدا کا ذکر ہوسکتا ہے لیکن قرآن مجید پڑھنا، پڑھانا اور اسکو بغیر جزدان کے ہاتھ لگانا ناجائز ہے، اسی طرح ناپاکی کی حالت میں مسجد میں داخل ہونا ناجائز ہے۔

پانی کے احکام

س : وضو اور غسل ہر قسم کے پانی سے ہوسکتا ہے یا نہیں؟

ج : وضو اور غسل صرف ایسے پانی سے درست ہے کہ جس کو پانی کہتے ہیں اگر چہ اس

میں کوئی پاک چیز گر کر رنگ و بو و مزہ بدل جائے، البتہ اگر کوئی پاک چیز پانی کو گاڑھا کر دے کہ بہہ نہ سکے یا کوئی پاک چیز ڈال کر پکایا گیا ہو اور اس سے مقصود پانی کا صاف کرنا نہ ہو یا کسی درخت یا پھل سے نچوڑ کر نکالا گیا ہو ان سب پانیوں سے وضو اور غسل درست نہیں اور نہ اس پانی سے وضو اور غسل درست ہے جو وضو اور غسل میں استعمال ہو کر کسی برتن میں جمع ہو گیا ہو کہ اسے ماء مستعمل کہتے ہیں۔

س : پانی کبھی ناپاک بھی ہو جاتا ہے، اس کے پاک ہونے کی کیا صورت ہے ؟

ج : جو پانی لوٹے، گھڑے، مٹکے، مشک وغیرہ ظرف میں ہو اس میں کسی ناپاکی کے گرنے اور کسی جاندار کے گر کر مر جانے سے پانی ناپاک ہو جائے گا، وہ سب پانی گرا دیا جائے اور اس ظرف کو پاک کر لیا جائے اس طرح کہ ہر تین مرتبہ دھو کر چھوڑ دیں کہ ٹپکنا بند ہو جائے۔

س : برتن میں جاندار چیز گر کر مرے نہیں زندہ نکل آئے تو اس کا کیا حکم ہے؟

ج : اگر برتن پر نجاست لگنے کا ظن غالب نہ ہو اور نہ ایسا جانور ہے کہ جسکا لعاب ناپاک ہے تو اس کے زندہ نکل آنے سے پانی پاک رہے گا۔

جانوروں کے جھوٹے کے احکام

س : وہ حیوانات کونسے ہیں جنکا لعاب ناپاک ہے؟

ج : تمام درندے، شیر، چیتا، بھیڑیا، گیدڑ، لومڑی، کتے کا لعاب ناپاک ہے اور بلی، سانپ، چوہا، چھپکلی اور پرند، چیل، کوّا، مرغی کا لعاب مکروہ ہے، لہذا جنکا لعاب ناپاک ہے ان کا جھوٹا پانی بھی اور پسینہ بھی ناپاک ہے اور جن کا لعاب مکروہ ہے ان کا جھوٹا بھی مکروہ ہے۔

س : گھوڑے، خچر اور گدھے کا لعاب کیسا ہے؟

ج : گدھے اور خچر کا لعاب مشکوک ہے اور گھوڑے کا جھوٹا پاک ہے۔

س : خچر اور گدھے کا جھوٹا پانی ہو اور دوسرا پانی نہ ہو تو کیا اس پانی سے وضو کرنا جائز ہے اسی طرح اگر ان پر سوار ہوں اور پسینہ جسم اور کپڑوں کو لگ جائے تو کیا کپڑے اور جسم پاک کریں گے؟

ج : جب دوسرا پانی نہ ہو تو خچر اور گدھے کے جھوٹے پانی سے وضو کر لیا جائے اور تیمّم بھی کیا جائے خواہ تیمّم اول ہو اور وضو بعد میں یا اس کے بالعکس، مگر تیمّم بعد میں کرنا بہتر ہے اور اگر ان کا پسینہ بدن اور کپڑے میں لگ جائے تو نماز ہو جائے گی، یہی حکم ہاتھی کے پسینہ کا ہے کہ نماز ہو جائے گی احتیاطاً انکے پسینہ سے بہتر ہے۔

کنوئیں کے احکام

س : اگر کنوئیں میں ناپاک چیز گر جائے تو کیا حکم ہے؟

ج : کنواں ناپاک ہو جائے گا، اگر سب پانی نکالنا ممکن ہو تو سب پانی نکالا جائے اور اگر اس کا سر چشمہ جاری ہے کہ پانی ٹوٹتا ہی نہیں جتنا نکالتے ہیں اتنا ہی آجاتا ہے تو پانچ سو ڈول نکال دینا کافی ہے۔

س : کیا سب پانی نکالنا ہو تو ایک ساتھ نکالیں؟

ج : نہیں، یہ ضروری نہیں بلکہ اندازہ کر لیا جائے کہ کتنے ڈول پانی ہو گا تھوڑا تھوڑا کر کے اتنے ڈول نکال دیں تب بھی پاک ہو جائے گا، مثلاً ہزار ڈول نکالنا ہے تو دو سو ایک مرتبہ نکال دیں پھر شام چار سو نکال دیں کچھ دوسرے دن نکال دیں، اس طرح پاک ہو جائے گا۔

س : کنوئیں میں حیوان گر جائے تو کیا حکم ہے؟

ج : کتا، خنزیر گر جائے یا ایسا جانور جس کا جھوٹا ناپاک ہے خواہ زندہ نکلے یا مردہ، تمام پانی نکالنا ہو گا اور اگر انسان گرے اور اگر زندہ نکل آئے اور جسم پر ناپاکی نہ ہو تو پاک ہے، اور اگر ناپاکی لگی ہو تو کنواں ناپاک ہے، سب پانی نکالا جائے گا اور اگر انسان کنوئیں میں مر گیا تو تمام پانی نکالا جائے گا۔

انکے علاوہ کوئی حیوان ایسا ہو کہ جس میں خون بہنے والا ہوتا ہے گر کر مر جائے تو اگر وہ کتے اور انسان کے برابر ہو تو تمام پانی نکالنا ہو گا جیسے بھینس، بکری وغیرہ اور اگر اس سے چھوٹا ہو جیسے بلی، مرغی، کبوتر وغیرہ تو اگر پھٹ یا پھول جائے سارا پانی نکالنا ہو گا اور نہ پھٹے اور نہ پھولے تو ساٹھ ڈول نکال دیں اور اگر اس سے بھی چھوٹا جانور ہو جیسے چوہا، چڑیا، گلہری، گرگٹ

وغیرہ اور پھٹے یا پھولے نہیں تو تیس دول نکال دیں، چوہے یا گرگٹ کی دم کٹ کر گر جائے تو تمام پانی نکالا جائے گا۔

س : جن جانوروں کے اندر خون بہنے والا نہیں اس کا کیا حکم ہے؟

ج : ان کا پانی میں گر کر مر جانا اور ریزے ریزے ہو جانا پانی کو ناپاک نہیں کرتا جیسے ٹڈی، مینڈک، چھپکلی، کچھوا، مچھلی، مکھی، مچھر، کھٹمل، البتہ کھانے پینے میں استعمال نہ کرنا چاہئے، یہ دوسری بات ہے خاص کر چھپکلی کا پانی استعمال نہ کیا جائے کہ مضر ہے گو پانی پاک ہے۔

س : اگر بہتے ہوئے خون والا حیوان تیل، گھی میں گر جائے یا جس کا جھوٹا ناپاک ہے وہ تیل، گھی، دودھ میں منہ ڈال دے اس کا کیا حکم ہے؟

ج : بہتے ہوئے خون والا حیوان تیل، گھی میں مر جاوے اس کا یہ حکم ہے کہ تیل گھی میں اس کے برابر پانی ڈالیں اور جوش دیں پھر اتار لیں ٹھنڈا ہونے کے بعد پانی میں سے تیل، گھی کو نتھار لیں، پانی پھینک دیں پھر اسی طرح کریں، تین مرتبہ ایسا ہی کریں گھی، تیل پاک ہو جائے گا، البتہ دودھ میں کتا منہ ڈال دے تو وہ ناپاک ہو جائے گا، اس کے پاک کرنے کی کوئی صورت نہیں ہاں یہ ممکن ہے کہ اس کا مکھن گھی نکالا جائے اور اسکو مثل تیل، گھی کے تین بار پانی ڈال کر پاک کر لیا جائے۔

س : اگر جوتا، گیند کنوئیں میں گر جائے تو کیا حکم ہے؟

ج : کھال علاوہ خنزیر اور آدمی کی کھال کے دباغت یعنی نمک وغیرہ سے خشک کر لی جائے تو وہ پاک ہو جاتی ہے، اس کا جوتا بھی پاک ہے، لہٰذا اگر جوتا اور گیند پر نجاست لگنے کا گمان غالب نہ ہو تو اس کے گرنے سے پانی پاک رہے گا اور اگر اس پر نجاست کا گمان غالب ہو تو کنواں ناپاک ہو جائے گا، تمام پانی نکالنا ہوگا۔

س : جو چیز کنوئیں میں گر جائے کیا اس کا نکالنا ضروری ہے؟

ج : جی ہاں: پانی نکالنے سے پہلے اس چیز کو نکالا جائے، البتہ اگر کوشش کے باوجود نہ نکل سکے تو اگر وہ چیز ایسی ہے کہ ناپاک پانی لگنے سے ناپاک ہو گئی تھی، جیسے ناپاک گیند، ناپاک جوتا، ناپاک کپڑا وغیرہ تب تو اس کا نکالنا معاف ہے بس پانی نکال دیں، اگر وہ چیز خود ناپاک ہے جیسے

مردار جانور، چوہا وغیرہ تو جب تک اس کے گل سڑ کر مٹی ہو جانے کا یقین نہ ہو تو اس وقت تک کنواں پاک نہ ہوگا، جب یقین ہو جائے تب تمام پانی نکال دیں کنواں پاک ہو جائے گا۔

س : اگر کنوئیں سے پھٹا، پھولا جانور نکلے اور اسکے پانی سے وضو غسل بھی کرتے رہے ہوں تو نماز کب سے لوٹائی جائے؟

ج : جب سے اس جانور کو دیکھا ہے اس وقت سے ناپاک سمجھا جائے۔

تیمّم کا بیان

س : تیمّم کسے کہتے ہیں اور کن کن چیزوں سے تیمّم جائز ہے؟

ج : جب ایک میل تک پانی نہ ملے یا ملے مگر نماز کا وقت نکل جانے کا خوف ہو یا پانی موجود ہو اس کو وضو میں خرچ کردینے سے پیاسا بیقرار ہو جائے گا یا وضو غسل کرنے سے نقصان ہوگا بیمار ہو جائے گا یا بیماری بڑھ جائیگی، غرض یہ کہ پانی پر قدرت نہ تو اس وقت حدث اصغر اور حدث اکبر سے پاک ہونے کی نیت سے پاک مٹی پر یا مٹی کی بنی ہوئی چیز پر دونوں ہاتھ مار کر منہ پر پھیر لیا جائے، پھر دوبارہ دونوں ہاتھ مار کر بائیں ہاتھ کو دائیں ہاتھ پر اور دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر پھیر لیا جائے اسے تیمّم کہتے ہیں، یہی تیمّم وضو کا ہے اور یہی تیمّم غسل کا ہے اور تیمّم مٹی، ہڑتال، سرمہ، چونا، قلعی، ریت پر درست ہے، حاصل یہ ہے کہ جو نہ آگ میں پگھلے نہ نرم ہو نہ جل کر راکھ ہو اس سے تیمّم درست ہے اور جو چیزیں ایسی ہوں تو ان پر غبار ہو تب تیمّم درست ہے، جیسے پاک بستر کپڑوں پر غبار ہو تو اس پر ہاتھ زور سے مار کر تیمّم کر کے نماز پڑھنا درست ہے۔

س : زخم، پھوڑا، پھنسی ہو کہ پانی نقصان دیتا ہو تو کیا کرے؟

ج : اتنی جگہ پر پٹی وغیرہ نہ ہو تو تر ہاتھ پھیر لے، اگر پھایا و پٹی ہو اور کھولنے سے تکلیف ہو زخم کو پانی نقصان دے تو اسی پٹی یا پھائے پر مسح کر لیا جاوے اور اگر پٹی زخم سے زیادہ حصہ میں ہے اور پٹی کھولنے میں تکلیف یا نقصان نہیں تو پٹی کھول کر زخم یا پھائے پر مسح کیا جائے اور باقی جگہ کو دھولے، اگر مسح کرنا بھی نقصان کرے تو اتنی جگہ بلا مسح کئے ہوئے چھوڑ دے۔

س : اگر ہاتھ میں زخم ہو کہ نہ کوئی برتن پکڑا جا سکتا ہے نہ پانی استعمال کیا جا سکتا ہے تو

کیا کرے؟

ج : کسی دوسرے شخص سے مدد لے کر باقی اعضا کا وضو و غسل کرے اگر کوئی مدد کیلئے نہ ہو تو ہلکے ہلکے ہاتھوں سے تیمّم کر کے اور استنجے کیلئے ڈھیلوں سے استنجاء کر لینے پر کفایت کرے، وسوسے اور وہم میں نہ پڑے اور اگر پانی استنجے کیلئے یا نجاست جسم و کپڑا دھونے کے لائق ہو تو پانی سے استنجا اور کپڑا پاک کر لے اور وضو کیلئے تیمّم کر لیا جائے۔

حیض و نفاس کا بیان

س : حیض و نفاس کسے کہتے ہیں؟

ج : حیض اس خون کو کہتے ہیں کہ جو بالغہ عورت کو ہر مہینے آگے کے راہ سے بلا کسی مرض اور بلا کسی حمل کے کم از کم پورے تین دن اور تین راتیں اور زیادہ سے زیادہ دس دن اور دس رات آئے اور نفاس اس خون کو کہتے ہیں جو عورت کو بچہ جننے کے بعد آوے کم دن کی کوئی مدت نہیں اور چالیس دن سے زائد نہیں آتا، زمانہ حیض و نفاس میں نمازوں کی قضا نہیں اور روزوں کی قضا ہے اور حیض و نفاس والی عورت اور غسل کی حاجت والا مرد و عورت نہ قرآن شریف چھوئے نہ پڑھے نہ کسی کو پڑھ کر بتاوے البتہ دو دو حروف اور ایک ایک کلمہ الگ الگ ٹھہر ٹھہر کر بتاوے تو درست ہے، جیسے الحمد کہہ کر رک جائے، جب دوسرا کہہ لے تو پھر کہے للہ اسی طرح کاٹ کاٹ کر درست ہے، البتہ درود شریف، کلمہ شریف، استغفار یا الحمد شریف بطور دعا کے یا جو دعائیں قرآن شریف میں آتی ہیں ان کو دعا کی نیت سے پڑھا جاوے تو درست ہے۔

س : حیض کس عمر میں آتا ہے؟

ج : نو برس سے پہلے حیض نہیں آتا اور اکثر پچپن برس کے بعد نہیں آتا، البتہ پچپن برس کے بعد آئے تو خون سرخ یا سیاہ ہو تو حیض سمجھا جاوے گا اور اگر زرد، سبز، خاکی ہوگا تو حیض نہ سمجھا جائے گا۔

س : جوان عورت کیلئے کس رنگ کا خون حیض سمجھا جائے گا؟

ج : حیض کی مدت میں سرخ، سیاہ، زرد، خاکی، مٹیالا کسی رنگ کا ہو سب حیض ہے صرف

خالص سفید ہو تو حیض نہیں۔

س : کیا حیض تین دن تین رات سے ذرا کم بھی ہو تو حیض نہیں؟

ج : نہیں، بلکہ پورے تین دن تین رات کا ہونا ضروری ہے مثلاً جمعہ کو سورج نکلنے کے وقت حیض آیا اور پیر کو سورج نکلنے سے ذرا پہلے بند ہو گیا تو یہ حیض نہ کہلایا جائے گا کیونکہ تین دن تین رات کا پورا ہونا سورج نکلنے کے وقت ہوتا اور وہ اس سے کچھ قبل بند ہو گیا، لہذا حیض شمار نہ ہوگا۔

س : اگر دس دن سے زیادہ حیض آئے تو کیا حکم ہے؟

ج : اگر پہلے ہی پہلے حیض آنا شروع ہوا تب تو دس دن حیض کے ہیں، اور باقی استحاضہ ہے اور اگر پہلے حیض آچکا تھا تو اس سے پہلے مہینہ میں جتنے دن آیا تھا اتنے دن تو حیض کے ہیں باقی استحاضہ ہے۔

س : اگر تین دن سے کم خون آئے اور پھر پاک رہے اور پھر خون آئے تو کیا حکم ہے؟

ج : اگر پندرہ دن پاک رہے تو پندرہ دن سے پہلے جو خون تین دن سے کم کم آیا ہو وہ حیض نہیں اور اگر پندرہ دن سے کم پاک رہے تو اس کا اعتبار نہیں بلکہ یوں سمجھا جائے کہ شروع سے آخر تک خون آتا رہا، لہذا جو عادت خون آنے کی ہو اتنی مدت تو حیض کے ہیں باقی استحاضہ ہے اور پہلے پہل ایسا ہو تو شروع سے دس دن یا پچھلے ماہ کی عادت کے دن تک حیض ہے باقی استحاضہ۔

س : کسی کی عادت مقرر نہ ہو، کسی مہنہ میں چار دن، کسی میں چھ دن، اس طرح آئے تب کیا حکم ہے؟

ج : دس دن یا دس دن سے پہلے خون بند ہو جائے تو ایسی عورت کیلئے وہی دن حیض کے ہیں اور دس دن سے زائد آئے تو اس سے پچھلے ماہ جتنے دن آیا ہو اتنے دن حیض کے باقی استحاضہ ہیں۔

س : زمانہ حمل میں جو خون آئے وہ کیا حیض نہیں؟

ج : وہ حیض نہیں اور نہ وہ حیض ہے جو بچہ پیدا ہونے سے قبل خون آئے بلکہ جب تک بچہ نصف نہ ظاہر ہو جاوے اس وقت تک خون کا نکلنا حیض نہیں ہے۔

س : کسی کا حمل گر جائے تو کیا حکم ہے؟

ج : اگر کوئی ایک آدھ عضو بن گیا ہوتب وہ خون نفاس ہے ورنہ نہیں البتہ تین دن تین رات آئے یا دس دن آئے تو وہ حیض ہے اور دس دن سے زیادہ ہوتو سابق عادت کے موافق حیض ہے۔

س : نماز حیض کی وجہ سے کب معاف ہے؟

ج : نماز میں آجائے یا نماز کے آخیر وقت میں آئے اور نماز بھی نہ پڑھی تھی تو نماز معاف ہوگی البتہ اس نفل یا سنت میں حیض آگیا تو قضا پڑھنا ہوگی۔

س : ایسے وقت خون بند ہو کہ نماز کا وقت تنگ ہوتو کیا حکم ہے؟

ج : اگر اتنا وقت ہے کہ جلدی سے غسل کے فرائض ادا کر کے اللہ اکبر کہکر نیت باندھی گئی تب تو اس وقت کی نماز واجب ہوگی، قضا پڑھنا ہوگی اور اگر اتنا وقت نہیں ہے تو نماز معاف ہوگی قضا نہیں، مگر یہ اس وقت ہے جب خون دس دن سے کم میں بند ہوا اور اگر دس دن رات پورے پورے ہو کر بند ہوا اور صرف اتنا وقت باقی ہو کہ اللہ اکبر کہہ سکتی ہے تب بھی نماز واجب ہوگی، اگرچہ غسل کی بھی گنجائش نہ ہو۔

س : بچہ پیدا ہونے کے وقت کیا نماز معاف ہے؟

ج : عزیز من، یہ سوال بہت کام کا کیا، مستورات ایسے مواقع پر کچھ لحاظ نہیں رکھتی ہیں، سنئے اگر بچہ کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہوتب تو نہ پڑھے اور اگر یہ اندیشہ نہیں تو جب تک نصف بچہ نہ ظاہر ہو جاوے اس وقت بھی نماز نہ چھوڑے پڑھ لے خواہ سر کے اشارے سے ہی پڑھ لے، اگر نہ پڑھے گی تو گناہ گار ہوگی۔

س : اگر دو بچے پیدا ہوں تو نفاس کب سے شمار ہوگا؟

ج : دو بچے پیدا ہوں تو نفاس کی مدت پہلے بچے سے شروع ہوگی۔

س : کیا حیض کے زمانے میں شوہر منتفع ہوسکتا ہے؟

ج : استغفر اللہ تعالیٰ؛ ارے میاں منتفع ہونا تو درکنار حیض کے زمانے میں ناف سے لیکر گھٹنے تک دیکھنا بھی جائز نہیں، ہاں جب دس دن رات تک حیض آئے تو بعد دس دن قبل غسل بھی منتفع ہوسکتا ہے اور اگر دس دن سے قبل خون بند ہو جائے تو بلا غسل کے یا جب تک ایک نماز کا وقت گذر نہ

جائے اس وقت تک منتفع ہونا درست نہیں۔

نماز کا بیان

اسلام کا پہلا ستون نماز ہے، اللہ تعالیٰ اور حضور ﷺ پر ایمان لانے کے بعد ہر مسلمان کیلئے سب سے پہلا اور اہم ترین فریضہ نماز کا قائم کرنا ہے، قرآن مجید میں تقریباً سات سو جگہ نماز کی اہمیت اور تقریباً ننانوے آیتوں میں ترغیب و تاکید مذکور ہے، نیز احادیث نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام میں بھی بہت ہی کثرت سے نماز کا بیان آیا ہے مثلاً: میری یاد کیلئے نماز قائم کیجئے۔

اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم کیجئے اور خود بھی اس کے پابند رہئے نماز کو قائم کیجئے اور مشرک لوگوں میں سے نہ ہوئیے وغیرہ وغیرہ (قرآن حکیم)

نیز حدیث شریف میں فرمایا گیا کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ حضور ﷺ کا ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ ''اسلام کی بنیاد پانچ ستونوں پر ہے (۱) اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے بندے اور رسول ہیں (۲) نماز قائم کرنا (۳) زکوٰۃ دینا (۴) حج کرنا (۵) رمضان المبارک کے روزے رکھنا اور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن بندے کے اعمال میں سب سے پہلے نماز کا حساب کتاب ہوگا اگر وہ ٹھیک نکلی تو آئندہ بھی کامیاب اور بامراد ہوگا، اور اگر اس کی نمازیں خراب نکلیں تو وہ نامراد ہوگا اور خسارہ میں رہے گا، غرض یہ کہ قرآن و حدیث نماز کی اہمیت اور تاکید سے بھرے ہوئے ہیں اب ذیل کے اندر نماز کے مسائل و احکام بیان کیے جاتے ہیں، ان کو خوب غور سے پڑھیئے اور یاد رکھیئے۔

اوقات نماز

س: یہ نمازیں کون کون سے وقت پڑھی جاتی ہیں؟

ج: (۱) فجر کی نماز صبح صادق یعنی صبح کو ذرا روشنی ہونے کے بعد سے سورج نکلنے سے پہلے پہلے تک پڑھی جاتی ہے۔

(۲) ظہر کی نماز دن ڈھلنے سے دو مثل ہونے تک۔

(۳) عصر کی نماز دو مثل ہونے کے بعد سے سورج کے ڈوبنے کے پہلے تک۔

(۴) مغرب کی نماز سورج کے ڈوبنے کے بعد سے سورج ڈوبنے کی طرف سرخی کے غائب ہونے تک پڑھی جاتی ہے۔

(۵) عشاء کی نماز سورج ڈوبنے کی طرف سرخی غائب ہونے کے بعد سے صبح صادق ہونے سے پہلے تک پڑھی جاتی ہے، لیکن آدھی رات کے بعد عشاء کا وقت مکروہ ہو جاتا ہے۔

س : دو مثل کا کیا مطلب ہے؟

ج : اس کا یہ مطلب ہے کہ زوال کے وقت کسی چیز کا سایہ جتنا ہو اس کے علاوہ اس کا دوگنا سایہ جب ہو جائے اس کو دو مثل کہتے ہیں۔

س : صبح صادق کسے کہتے ہیں؟

ج : سورج نکلنے کی طرف سورج نکلنے سے کچھ دیر پہلے چوڑان میں ایک سفیدی پیدا ہوتی ہے اس کو صبح صادق کہتے ہیں۔

مستحب وقتوں کا بیان

س : کن وقتوں میں نماز پڑھنا بہتر و مستحب ہے؟

ج : بادل کے دن فجر وظہر و مغرب کی نماز ذرا دیر سے پڑھنا بہتر ہے، اور عصر کی نماز میں جلدی مستحب ہے اور سردی میں اول وقت پڑھنا مستحب ہے، عصر کی نماز معمولی تاخیر سے پڑھنا مستحب ہے اور سردی ہو یا گرمی مغرب کی نماز میں جلدی مستحب ہے اور فجر کی نماز ذرا روشنی ہو جاوے اس وقت پڑھنا مستحب ہے۔

مکروہ وقتوں کا بیان

س : وہ کون سے اوقات ہیں جن میں نماز پڑھنا منع ہے؟

ج : وہ پانچ وقت ہیں۔ طلوع شمس، غروب شمس، بعد نماز فجر، بعد نماز عصر مگر نماز فجر اور نماز عصر کے بعد قضا نماز پڑھنا درست ہے، اور جنازہ کی نماز پڑھنا درست ہے، سجدہ تلاوت درست ہے، البتہ نفل نماز ان دو وقتوں میں بھی درست نہیں، لہذا بعد نماز فجر صبح کی سنتیں نہ پڑھے

البتہ اگر جماعت ہو رہی ہو اور یہ امید ہو کہ سنتیں پڑھ کر امام کے سلام پھیرنے سے قبل جماعت میں شریک ہو جاؤنگا تو ایک طرف جماعت سے کچھ فاصلہ پر سنتیں پڑھ لی جائیں، اگر صبح کی نماز پڑھنے میں سورج نکل آئے تو وہ نماز نہ ہوگی، قضا پڑھے اور اگر عصر کی نماز پڑھنے میں سورج غروب ہو جائے تو نماز ہو جائے گی۔

اذان و تکبیر

س : اذان کیا چیز ہے؟

ج : جب نماز کا وقت آتا ہے تو مسلمان کو اطلاع کرنے کیلئے کچھ کلمات بلند آواز سے قبلہ رخ ہو کر کہے جاتے ہیں، اسے اذان کہتے ہیں۔

س : وہ کلمات کیا ہیں؟

ج : وہ کلمات یہ ہیں۔

اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ، اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ، اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ، اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّداً رَّسُوْلُ اللّٰہِ، اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّداً رَّسُوْلُ اللّٰہِ، حَیَّ عَلَی الصَّلاۃِ حَیَّ عَلَی الصَّلاۃِ، حَیَّ عَلَی الْفَلاحِ حَیَّ عَلَی الْفَلاحِ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ، لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اور حَیَّ عَلَی الصَّلاۃِ کہتے وقت دائیں جانب اور حَیَّ عَلَی الْفَلاحِ کہتے وقت بائیں جانب منہ پھیرتے ہیں، اور فجر کی اذان میں حَیَّ عَلَی الْفَلاحِ کے بعد اَلصَّلوٰۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ دو بار کہتے ہیں۔

س : تکبیر کیا چیز ہے؟

ج : جب جماعت کھڑی ہوتی ہے اس وقت مسجد میں جو لوگ موجود ہوتے ہیں ان کو جماعت کی اطلاع دینے کیلئے جو کلمات کہے جاتے ہیں ان کا نام تکبیر ہے اور وہ کلمات وہی ہیں جو اذان کے ہیں، تکبیر میں " حَیَّ عَلَی الْفَلاحِ " کے بعد دو بار " قَدْ قَامَتِ الصَّلوٰۃُ " کہا جاتا ہے۔

اذان وتکبیر کے احکام

س : کیا وضو کے بغیر تکبیر، اذان کہنا درست ہے؟

ج : اذان کہنا درست ہے مگر عادت کر لینا برا ہے اور بلا وضو تکبیر کہنا مکروہ ہے، اور جنابت کی حالت میں نہ اذان کہے اور نہ تکبیر کہے مکروہ تحریمی ہے اور اذان کا دوبارہ کہنا مستحب ہے، مگر تکبیر کا اعادہ نہیں ہے، اذان ناسمجھ بچہ ومجنون ومست اور عورت دے تو معتبر نہیں، اعادہ کیا جائے۔

س : کیا اذان کا جواب دینا واجب ہے؟

ج : بعض نے واجب فرمایا ہے مگر معتمد وظاہر یہ ہے کہ مستحب ہے، اور جواب کا طریقہ یہ ہے کہ جو لفظ مؤذن کہے وہی سننے والا کہے مگر " حَيَّ عَلَى الصَّلاةِ و حَيَّ عَلَى الْفَلاَحِ " کے جواب میں " لَاحَوْلَ وَ لَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ " کہے اور صبح کی اذان میں " اَلصَّلٰوۃُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ " کی جواب میں " صَدَقْتَ وَ بَرَرْتَ " کہے، اور اذان کا جواب ساتھ ساتھ نہ دیا ہو تو اور زیادہ دیر نہ ہوئی ہو اذان کا جواب دے دے ورنہ نہیں، مگر جمعہ کے خطبہ کی اذان کا جواب نہ دیا جائے۔

س : کیا اذان میں کوئی شخص مؤخر لفظ کو پہلے کہہ دے تو اذان کا اعادہ کیا جائے؟

ج : اذان اور اقامت کے الفاظ کا ترتیب وار کہنا سنت ہے لہذا اگر مؤخر لفظ کو پہلے کہہ دیا جائے تو اس سے پہلے لفظ کو کہکر پھر اسی مؤخر لفظ کا اعادہ کافی ہے، اذان کا لوٹانا ضروری نہیں۔

س : اذان کہتے وقت بات یا ذکر تلاوت کر سکتے ہیں؟

ج : اذان وتکبیر سننے والے کو اذان وتکبیر کے جواب میں مشغول ہونا چاہئے بات نہ کرے اور نہ ذکر وتلاوت میں مشغول ہو اگر تلاوت وذکر کر رہا ہو تو رک جائے اور جواب میں مشغول ہو جائے۔

س : آپ نے کہا ہے کہ تکبیر کا اعادہ نہیں ہے، اگر تکبیر مکبّر کہہ دے اور امام کو مصلّے میں

پہنچنے میں دیر ہو جائے تو کیا تب بھی اعادہ نہیں ہے؟

ج : اگر امام دنیوی کام کھانا، پینا وغیرہ میں مشغول ہو پھر مصلے پر آئے تو تکبیر کا اعادہ ہے اور اگر یونہی تھوڑی سی دیر ہو گئی یا سنتیں پڑھ رہا ہو یا صبح کی سنتیں پڑھنے لگا پھر مصلے پر پہنچا تو تکبیر کا اعادہ نہیں ہے۔

س : کیا دو مسجدوں میں ایک شخص کا اذان کہنا درست ہے، اور تکبیر کس کا حق ہے؟

ج : دو مسجدوں میں ایک شخص کا اذان کہنا مکروہ ہے اور جو شخص اذان کہے تکبیر اسی کا حق ہے، ہاں وہ باہر چلا جائے یا اس کی اجازت سے دوسرا شخص کہے تو کہہ سکتا ہے، اور کئی مؤذن ایک مسجد میں ایک ساتھ اذان کہہ سکتے ہیں جائز ہے۔

س : اذان و تکبیر کس طرح کہے؟

ج : اذان مسجد کے حصے سے باہر اونچی جگہ کھڑے ہوکر بلند آواز سے دونوں کانوں میں انگلیاں دیکر قبلہ کی طرف رخ کر کے کہی جائے، مسجد کے اندر اذان مکروہ تنزیہی ہے، البتہ جمعہ کی دوسری اذان منبر کے سامنے مسجد کے اندر مکروہ نہیں، بیٹھ کر اذان کہنا مکروہ ہے پھر دوبارہ کہی جائے، اذان کے الفاظ ٹھہر ٹھہر کر کہنا چاہئیں کہ سننے والا اس کا جواب دے سکے اور تکبیر جلد جلد کہی جائے۔

س : کیا قضا نمازوں کیلئے بھی اذان ہے؟

ج : جی ہاں: اگر سب کی کسی وجہ سے قضا ہو جائے تو اذان اور اقامت کے ساتھ نماز ادا کی جائے اور ایک اذان سب قضا نمازوں کیلئے کافی ہے اگر ایک وقت میں ادا کی جائیں، اور ہر نماز کیلئے الگ الگ تکبیر کہی جائے ہاں یہ اولیٰ ہے کہ نماز قضا میں اذان بھی علیحدہ علیحدہ کہی جائے، جہاں جمعہ کی نماز کی شرائط پائی جائیں اور وہاں جمعہ کی نماز ہوتی ہو تو اس جگہ ظہر کی نماز پڑھی جائے تو اذان اور تکبیر کہنا مکروہ ہے اور جمع کی پہلی اذان کے بعد خرید و فروخت کرنا درست نہیں۔

س : اگر اذان وقت آنے سے پہلے دے دی جائے تو کیا اعادہ کرنا چاہئے؟

ج : جی ہاں: وہ اذان صحیح نہ ہوگی، وقت آنے پر پھر کہنا چاہئے خواہ وہ اذان فجر کی ہو یا کسی اور وقت کی، اور مکبر جس جگہ تکبیر کہنا شروع کرے اسی جگہ ختم کرے۔

س : آپ نے اذان اور تکبیر اس قدر مسائل بیان کئے کہ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مؤذن قاعدہ کا آدمی اور سمجھدار ہونا چاہئے؟

ج : ماشاء اللہ تعالیٰ آپ نے کیا خوب سوال فرمایا ہے واقعی یہی بات ہے کہ ہر صاحب منصب اپنے اپنے منصب اور عہدہ کے مطابق احکام ومسائل اور قانون دین حاصل کرے خواہ بادشاہ وسلاطین ہوں، یا امراء وحکام ہوں، یا امام ہو، مؤذن ہو، باپ ہو یا شوہر ہو وغیرہ وغیرہ لہذا مؤذن مسائل ضروریہ اور نماز کے اوقات سے واقف ہو، مؤذن پرہیزگار، دیانت دار ہو، لوگوں کے حال سے خبردار ہو، جو لوگ جماعت میں نہ آتے ہوں انکو متنبہ کرے، اگر یہ خوف نہ ہو کہ مجھ کو ایذا دے گا، بلند آواز ہو، جب یہ باتیں مؤذن میں پائی جائینگی تو ایسے مؤذن کیلئے آخرت میں بڑے درجے ہیں حدیث شریف میں ہے کہ قیامت میں لوگ حساب کتاب میں ہونگے اور یہ مؤذنین نور کے منبر پر خوش وخرم بیٹھے ہوں گے۔

س : اذان کے بعد جو دعا پڑھی جاتی ہے وہ کیا ہے؟

ج : وہ دعا یہ ہے۔

اَللّٰھُمَّ رَبَّ ھٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّآمَّةِ وَ الصَّلٰوۃِ الْقَائِمَةِ اٰتِ سَیِّدَنَا مُحَمَّدَ نِ الْوَسِیْلَةَ وَ الْفَضِیْلَةَ وَ ابْعَثْهُ مَقَاماً مَّحْمُوْدًا نِ الَّذِیْ وَ عَدْتَّه' اِنَّکَ لَاتُخْلِفُ الْمِیْعَادَ ☆

قرأت وغیرہ کا بیان

س : تعوذ، تسمیہ، ثناء، سورہ فاتحہ، تشہد، درود شریف، دعائے قنوت کیا کیا ہیں، اور کوئی چھوٹی سورت بھی بیان کر دی جائے۔

ج : تعوّذ یہ ہے۔ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

تسمیہ یہ ہے۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ثنا یہ ہے۔ سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَ بِحَمْدِکَ وَ تَبَارَکَ اسْمُکَ وَ تَعَالٰی جَدُّکَ وَ لَآ اِلٰهَ غَیْرُکَ ☆

سورہ فاتحہ یہ ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ☆ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ☆ مَالِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ ☆ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ ☆ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ☆ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ ☆ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَاالضَّآلِّیْنَ ☆ آمِیْنْ

اور تشہد یہ ہے۔ اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ وَ الصَّلَوٰتُ وَ الطَّیِّبَاتُ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَ رَحْمَۃُ اللّٰہِ وَ بَرَکَاتُہٗ ط اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَ عَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ☆

اور درود یہ ہے۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ، اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ☆

اور دعا یہ ہے۔ رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَّ فِی الْاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ☆

اور دعائے قنوت یہ ہے۔ اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْتَعِیْنُکَ وَ نَسْتَغْفِرُکَ وَ نُؤْمِنُ بِکَ وَ نَتَوَکَّلُ عَلَیْکَ وَ نُثْنِی عَلَیْکَ الْخَیْرَ وَ نَشْکُرُکَ وَ لَا نَکْفُرُکَ وَ نَخْلَعُ وَ نَتْرُکُ مَنْ یَّفْجُرُکَ ، اَللّٰھُمَّ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَ لَکَ نُصَلِّیْ وَ نَسْجُدُ وَ اِلَیْکَ نَسْعٰی وَ نَحْفِدُ وَ نَرْجُوْ رَحْمَتَکَ وَ نَخْشٰی عَذَابَکَ اِنَّ عَذَابَکَ بِالْکُفَّارِ مُلْحِقٌ☆

اگر کوئی سورت یاد نہ ہو تو سورہ فاتحہ کے بعد یہی سورت کافی ہے۔

قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ ☆ اَللّٰہُ الصَّمَدُ ☆ لَمْ یَلِدْ وَ لَمْ یُوْلَدْ ☆ وَ لَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُواً اَحَدٌ ☆

ستر کا بیان

س : نماز میں جسم کا کتنا حصہ ڈھانکنا فرض ہے؟

ج : مرد کو ناف سے لیکر گھٹنوں کے نیچے تک اور عورت کو بشرطیکہ وہ لونڈی نہ ہو دونوں ہتھیلیوں اور چہرے اور دونوں قدموں کے علاوہ تمام بدن ڈھانکنا فرض ہے اور لونڈی کو ناف سے گھٹنوں کے نیچے تک اور پیٹھ اور پیٹ کا ڈھانکنا فرض ہے اور ان میں سے جسم کے کسی حصہ کا چوتھائی کھل جائے جیسے ران، پنڈلی، سر، پیٹ، پیٹھ، گلا، بال تو نماز نہ ہوگی، بشرطیکہ اتنی دیر کھلا رہے جتنی دیر میں تین بار یا زیادہ سبحان اللہ کہہ سکے اس سے کم دیر کھلا رہا کہ فوراً ڈھک لیا کہ نماز ہوگئی۔

س : اگر کپڑا ناپاک ہو اور پاک کرنے کیلئے پانی نہ ہو تو کیا کرے؟

ج : اگر چوتھائی یا چوتھائی سے زیادہ کپڑا پاک ہو تب تو اسی ناپاک کپڑے کو پہن کر نماز پڑھنا واجب ہے، اور اگر اس سے کم پاک ہو باقی سب ناپاک ہو تو چاہے اسی سے نماز پڑھے چاہے ننگے ہو کر مگر اسی سے پڑھنا بہتر ہے، اور اگر بالکل کپڑا نہ ہو تو ننگا نماز پڑھے، مگر بیٹھ کر پڑھنا بہتر ہے، رکوع وسجدہ اشارہ سے ادا کرے۔

قبلہ کا بیان

س : قبلہ کی طرف منہ کرنا کس طرح ہے؟

ج : مکہ معظّمہ میں ایک مسجد ہے جس کو خانہ کعبہ کہتے ہیں اس کو سب سے پہلے آدمؑ نے بنایا تھا، پھر نوحؑ کے زمانے میں کئی روز تک بہت زور کی بارش ہوئی کہ تمام مکانات، پہاڑ غرق ہوگئے تو اللہ تعالیٰ نے اس کو آسمان پر اٹھالیا اب تک چوتھے یا ساتویں آسمان پر اسی خانہ کعبہ کے مقابل موجود ہے، پھر اس خانہ کعبہ کو ابراہیمؑ اور اسماعیلؑ نے بنایا اس کی طرف منہ کرنے کو قبلہ کی طرف منہ کرنا کہتے ہیں۔

س : جس طرح مشرکین پتھر کی بتوں کی طرف منہ کر کے عبادت کرتے ہیں اسی طرح خانہ کعبہ کی طرف منہ کرنا ہوا پھر اِس میں اور اُس میں کیا فرق ہے؟

ج : فرق یہ ہے کہ مسلمان اس کو پوجتے نہیں بلکہ مسلمانوں کیلئے ایک جہت مقرر کرنے کیلئے وہ جانب مقرر کردی گئی ہے، اگر خدانخواستہ (خانہ کعبہ) موجود نہ رہے یا کسی کو اس کا رخ نہ

معلوم ہو اور کسی طرف منہ کر کے نماز پڑھ لے تو نماز ہو جائے گی ، یہاں تک کہ نماز میں خود ہی یا دوسرے کے کہنے سے ہوا کہ قبلہ دوسری طرف ہے تو نماز ہی حالت میں ادھر گھوم جائے اور باقی نماز پڑھ کر سلام پھیر دے نماز ہوگئی ، اسی طرح اگر کوئی شخص اپنی گھوڑی پر نفل نماز پڑھتا ہوا چلے تو جس طرف گھوڑی چلتی رہے اور یہ نماز پڑھتا رہے نماز ہو جائیگی ، حالانکہ گھوڑی کا رخ خانہ کعبہ کی طرف سے پھرا ہوا ہے ، بخلاف مشرکوں کے وہ بتوں کو معبود خیال کر کے پوجتے ہیں تو یہ تو بتوں کو معبود بنانا ہوا ، اس میں اور اسمیں زمین آسمان کا فرق ہے۔

نماز کی نیت کا بیان

س : نیت کرنا کسے کہتے ہیں؟

ج : جس وقت کی نماز پڑھنا ہے اس وقت کا اور ان رکعت کا دل میں خیال کرنے کا نام نیت ہے اور زبان سے نام لینا مستحب ہے ، مثلاً ظہر کی نماز پڑھنا ہے تو یوں کہے نیت کرتا ہوں چار رکعت نماز فرض واسطے اللہ تعالیٰ کے منہ میرا کعبہ شریف کی طرف وقت ظہر کا پھر اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ باندھ لے ، اگر جماعت کے ساتھ نماز پڑھے تو امام کے پیچھے ہونے کی بھی نیت کرے یعنی یوں کہے کہ پیچھے اس امام کے اور فرض میں وقت کا دل میں متعین کرنا ضروری ہے یعنی یہ نیت دل میں ہو کہ فرض ظہر کے پڑھتا ہوں اگرچہ زبان سے عصر نکلا ہو ، اور سنت اور نفل میں صرف نماز کی نیت کرنا کافی ہے۔

نماز پڑھنے کا طریقہ

س : نماز کیا ہے کس طرح پڑھی جاتی ہے؟

ج : اللہ تعالیٰ نے مؤمن بندہ کو ایک خاص طریق سے پاک ہو کر پانچ وقتوں میں جس طرح اپنی عبادت کرنے کا طریقہ بتایا ہے اس کو نماز کہتے ہیں ، طریقہ اس کے پڑھنے کا یہ کہ اول خاص طریق سے پاک ہو کر کھڑے ہو کر نیت کرتے ہیں ، پھر کانوں تک ہاتھ اٹھا کے اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ باندھ لیتے ہیں ، مرد ناف کے نیچے اور عورت سینہ پر ، پھر سُبحَانَکَ اَللّٰھُمَّ پڑھتے ہیں ، پھر

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ اور بِسْمِ اللّٰہِ پھر اَلْحَمْدُ اور کوئی سورت پڑھتے ہیں، پھر جھک جاتے ہیں جس کو رکوع کہتے ہیں، رکوع میں تین مرتبہ سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ پڑھتے ہیں، پھر سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ کہہ کر کھڑے ہو جاتے ہیں، پھر اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہہ کر ماتھا اور ناک زمین پر ٹیک دیتے ہیں جس کو سجدہ کہتے ہیں اور سجدہ میں تین مرتبہ سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی کہتے ہیں، پھر اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہہ کر سیدھے کھڑے ہو جاتے ہیں، یہ ایک رکعت ہوگئی، اسی طرح جتنی رکعتیں پڑھنا ہوں پڑھتے ہیں مگر بعد کی رکعتوں میں ثناء اور تعوذ نہیں پڑھتے اگر صرف دو فرض رکعتیں پڑھنا ہوں تو دوسری رکعت پوری کر کے بیٹھ جاتے ہیں اس کو قعدہ کہتے ہیں، اس میں التحیات، درود شریف اور دعا پڑھ کے دونوں طرف سلام پھیر دیتے ہیں، یعنی دائیں طرف منہ کر کے اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَ رَحْمَةُ اللّٰہِ کہتے ہیں اور اسی طرح بائیں طرف منہ کر کے اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَ رَحْمَةُ اللّٰہِ کہتے ہیں اور اگر تین یا چار رکعت پڑھنا ہوں تو دوسری رکعت میں بیٹھ کر صرف تشہد پڑھ کر کھڑے ہو جاتے ہیں اور تین رکعت والی میں تیسری رکعت میں اور چار رکعت والی میں چوتھی رکعت میں بیٹھ کر تشہد، درود شریف اور دعا پڑھ کر دائیں اور بائیں سلام پھیر دیتے ہیں، اور فرض کی تیسری اور چوتھی رکعت میں الحمد پڑھنا سنت ہے اور سورت نہیں پڑھتے۔

نماز میں اعضا کو کہاں کہاں رکھے

س : نماز میں اعضا کو کس وقت کہاں رکھنا چاہئے؟

ج : تکبیر تحریمہ کے وقت دونوں ہاتھ کانوں کے دونوں لو کے مقابل اس طرح رکھو کہ انگلیاں سیدھی ہوں، ہتھیلیاں قبلہ کی جانب، پھر تکبیر کہہ کر دونوں ہاتھ ناف کے نیچے اس طرح باندھے جائیں کہ دائیں ہاتھ کی ہتھیلی بائیں ہاتھ کی ہتھیلی کی پشت پر رہے، اور انگوٹھے اور چھنگلیا سے حلقہ کے طور پر گٹے کو پکڑ لو اور باقی تین انگلیاں کلائی پر رہیں، اور نظر سجدہ کی جگہ رہے، قرأت ختم کرنے کے بعد رکوع میں دونوں ہاتھوں کو گھٹنوں پر انگلیوں کو خوب کھول کر جما کر رکھے اور سر اور پچھلا حصہ بالکل برابر رہے اور رکوع میں نگاہ قدم پر رکھے، پھر قومہ میں سیدھا کھڑا ہو کر سجدہ میں جائے، اس طرح کے پہلے دونوں گھٹنے زمین پر رکھے، پھر دونوں ہاتھ سجدہ کی جگہ پر دونوں کانوں

کے مقابل رکھے دونوں کہنیوں کو پسلیوں اور رانوں سے جدا رکھے اور نہ زمین پر رکھی جائیں، نگاہ ناک پر رہے، ہاتھوں کی انگلیاں ملی ہوئی ہونی چاہئیں، سجدہ سے اٹھتے وقت پہلے پیشانی، پھر ناک اور پھر ہاتھ اٹھا کر تکبیر کہتا ہوا اٹھے اور سیدھا بیٹھ جائے، پھر تکبیر کہہ کر دوسرا سجدہ کرے، پھر تکبیر کہتا ہوا اٹھے، دونوں سجدہ کے درمیان جلسہ میں ربِّ اغفر لی کہے، پھر بقیہ نماز کو اسی طرح پوری کرے، پھر آخیر رکعت قعدہ اخیر میں گود پر نگاہ رکھے اور سلام پھیرتے وقت منفرد (تنہا نماز پڑھ رہا ہو) سلام کے اندر فرشتوں کی نیت کرے اور امام کے مقابل مقتدی دونوں جانب سلام پھیرتے وقت امام کی نیت کرے اور سلام پھیرتے وقت کندھوں پر نگاہ رکھے اور قعدہ اور جلسہ میں انگلیاں قبلہ کی طرف اپنے حال پر چھوڑ دے نہ ملائے نہ کھولے۔

اور قیام کی حالت میں دونوں قدموں کے درمیان تین انگلیوں کا فاصلہ رہے، اور جلسہ اور قعدہ میں بایاں پاؤں بچھا کر بیٹھ جائے اور داہنا پاؤں اس طرح کھڑا کرے کہ انگلیاں قبلہ کی طرف رہیں اور عورت عام باتوں میں مثل مرد کے ہے، مگر تکبیر تحریمہ کے وقت ہاتھوں کو کندھوں تک اٹھائے اور سجدہ میں اپنی دونوں رانیں پیٹ سے ملا دے، اور کہنیوں کو زمین پر رکھے اور قاعدہ میں بایاں پاؤں دائیں پاؤں کی طرف نکال دے اور سرین کے بل بیٹھ جائے اور دایاں پاؤں بچھا دے اور قیام کی حالت میں ہاتھ سینے پر باندھے۔

خشوع وخضوع

س : نماز میں خشوع خضوع حاصل ہونے کا کیا طریقہ ہے؟

ج : ہر ایک چیز کو نہایت ادب اور سکون سے ادا کرے اور خود اپنی طرف سے نماز میں کوئی دوسرا خیال نہ لائے، جو معنی نہ جانتا ہو وہ حرف کو صاف صاف ادا کرے کہ اپنے کان میں آواز محسوس ہو اور معنی جاننے والا اس کے ساتھ ساتھ معنی کا خیال رکھ کر قرأت کرے، اگر خیال بندھ جائے کہ اللہ تعالی مجھ کو دیکھ رہے ہیں تو یہ سب سے بہتر ہے۔

تعدادِ رکعت

س : فجر، ظہر، عصر، مغرب اور عشاء میں کتنی کتنی رکعتیں پڑھی جاتی ہیں؟

ج : فجر میں پہلے دو سنت مؤکدہ پھر دو فرض پڑھے جاتے ہیں، ظہر میں پہلے چار سنت مؤکدہ پھر چار فرض پھر دو سنت مؤکدہ اور دو نفل پڑھی جاتی ہیں، نفلوں کے پڑھنے کا اختیار ہے، پڑھنے سے ثواب ہوگا اور نہ پڑھنے سے کچھ عذاب نہ ہوگا، حتی الامکان نہ چھوڑے، عصر میں چار فرض پڑھے جاتے ہیں، مغرب میں تین فرض' پہلے اور دو سنت مؤکدہ بعد کو پڑھی جاتی ہیں، پھر دو نفل بھی ہیں، عشاء میں پہلے چار سنت ہیں مگر ضروری نہیں غیر مؤکدہ ہیں، پھر چار فرض، پھر دو سنت مؤکدہ، پھر دو نفل، پھر تین وتر جو کہ واجب ہیں پھر دو نفل پڑھتے ہیں، وتر کی نماز میں التحیات کے بعد تیسری رکعت کیلئے کھڑے ہو جاتے ہیں اور سورۃ پڑھنے کے بعد اللہ اکبر کہکر کانوں تک ہاتھ اٹھا کر ہاتھ باندھ لیتے ہیں اور پھر دعائے قنوت پڑھتے ہیں اور پھر اللہ اکبر کہکر باقی باتوں کو پورا کر کے دونوں طرف سلام پھیر دیتے ہیں۔

فرائض نماز کا بیان

س : نماز میں کتنی چیزیں فرض ہیں؟

ج : آٹھ ہیں۔(۱) نیت باندھتے وقت اللہ اکبر کہنا (۲) کھڑا ہونا (۳) کوئی سورت یا بڑی ایک آیت یا چھوٹی تین آیتیں پڑھنا (۴) رکوع کرنا (۵) سجدہ کرنا (۶) اخیر رکعت میں اتنی دیر بیٹھنا جتنی دیر التحیات پڑھنے میں لگتی ہے (۷) سجدہ میں پیشانی رکھنا فرض ہے اگر مجبوری ہے تو صرف ناک رکھنا کافی ہے (۸) اپنے کسی فعل سے نماز سے باہر نکلنا۔

واجبات نماز کا بیان

س : نماز میں کتنی چیزیں واجب ہیں؟

ج : چودہ ہیں۔(۱) پوری الحمد شریف پڑھنا (۲) سورت ملانا (۳) رکوع کے بعد کھڑا ہونا جس کو قومہ کہتے ہیں (۴) دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھنا جس کو جلسہ کہتے ہیں (۵) ہر فرض کو ترتیب سے ادا کرنا یعنی پہلے کھڑے ہو کر الحمد پڑھنا پھر سورت ملانا پھر رکوع کرنا پھر کھڑا ہونا پھر سجدہ کرنا (۶) دوسری رکعت پر بیٹھنا (۷) التحیات پڑھنا (۸) دعائے قنوت پڑھنا (۹) السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہنا (۱۰) ہر چیز کو اطمینان ادا کرنا یعنی اچھی طرح ٹھہر ٹھہر کر رکوع سجدہ کرنا اور سجدہ سے

اٹھ کر اطمینان سے بیٹھ کر سجدہ میں جانا، اگر جان کر پورا کھڑے ہوئے بغیر یا پورا بیٹھے بغیر سجدہ کیا تو نماز لوٹانا پڑے گی (۱۱) امام کا مغرب اور عشاء کی پہلی دو رکعت میں اور فجر کی دونوں رکعتوں میں بلند آواز سے پڑھنا اور ظہر اور عصر کی چار رکعتوں میں اور مغرب کی اخیر ایک رکعت میں اور عشاء کی اخیر دو رکعتوں میں آہستہ پڑھنا واجب ہے (۱۲) فرض کی پہلی دو رکعتوں میں قراءت کرنا (۱۳) نماز وتر میں قنوت کیلئے تکبیر کہنا (۱۴) دونوں عیدوں کی نماز میں زائد تکبیریں کہنا۔

سنن نماز کا بیان

س : نماز میں کتنی چیزیں سنت ہیں؟

ج : بارہ ہیں۔(۱) کانوں تک ہاتھ اٹھانا (۲) مرد کا ناف کے نیچے اور عورتوں کا سینوں پر ہاتھ باندھنا (۳) ثنا پڑھنا (۴) الحمد سے پہلے تسمیہ پڑھنا (۵) رکوع اور سجدہ میں تسبیحات کہنا (۶) سمع اللّٰہ لمن حمدہ اور ربّنا لک الحمد کہنا (۷) فرض کی اخیر رکعت میں الحمد پڑھنا (۸) درود شریف پڑھنا (۹) دعا پڑھنا (۱۰) دوسرا سلام کہنا (۱۱) سلام کے وقت دائیں بائیں منہ پھیرنا (۱۲) سجدہ میں ناک رکھنا۔

مفسدات نماز کا بیان

س : نماز کے اندر کن کن باتوں کے کرنے نماز نہیں ہوتی؟

ج : بارہ چیزیں ہیں۔(۱) قصداً یا بھول کر نماز میں بولنا (۲) نماز میں آہ، اف ہائے کرنا (۳) جنت دوزخ کو یاد کر کے آواز سے رونا (۴) قرآن شریف میں دیکھ کر پڑھنا (۵) کسی کے سلام کا جواب دینا (۶) یا چھینکنے والے کے الحمد للہ کہنے پر یرحمک اللہ کہنا (۷) ذرا سی چیز کا بھی کھالینا (۸) کسی خوشی کی خبر سے الحمد للہ کہنا یا غم کی خبر سے انّا للّٰہ و انّا الیہ راجعون کہنا (۹) اللہ اکبر میں اللہ کی الف کو یا اکبر کی با یا اکبر کے الف کو بڑھا دینا (۱۰) اتنا مڑ جانا کہ سینہ قبلہ کی طرف سے مڑ جائے (۱۱) عورت یا مرد کا جوڑا باندھنا (۱۲) بچہ کا نماز میں چھاتی سے دودھ پینا،

مکروہات نماز کا بیان

س : نماز کے اندر کن کن باتوں کے کرنے سے نماز کا ثواب کم ہو جاتا ہے؟

ج : کپڑوں یا بدن یا زیور سے کھیلنا، کنکریوں کا ہٹانا بشرطیکہ سجدہ کیا جاسکتا ہو، انگلیاں چٹخانا، کولہے پر ہاتھ رکھنا، دائیں بائیں گردن موڑ کر دیکھنا، بلا مجبوری دونوں پاؤں کھڑے رکھ کر بیٹھنا، سلام کے جواب میں ہاتھ اٹھانا، جاندار تصویر کا سر کے اوپر یا دائیں بائیں ہونا، تصویر دار کپڑے پہن کر نماز پڑھنا، کسی تسبیح کا یا آیت کا انگلیوں کے نشانوں پر گننا، دوسری رکعت کا پہلی رکعت سے زیادہ لمبی کر دینا، کسی سورت کا مقرر کر لینا، کندھے پر رومال یا اور کوئی چیز ڈال کر دونوں کنارے لٹکائے رکھنا، صاف کپڑے ہوتے ہوئے میلے کپڑے پہن کر نماز پڑھنا، بہت زور کی بھوک یا پیشاب یا پاخانہ کی حاجت کے وقت نماز پڑھنا، سجدہ کی جگہ کا ایک بالش سے زیادہ اونچا ہونا، نماز میں کھٹمل مارنا، ہاں اگر نماز میں سانپ بچھو آجائے تو نماز کا توڑ دینا درست ہے، پھر سے پڑھ لے، اس طرح کوئی نقصان کی بات پیش آجائے مثلاً نیچے نماز پڑھ رہے تھے ریل چل دی، مرغی وغیرہ پر بلّی آگئی، کوئی جوتا لیکر چلنے لگا کسی عورت، مرد اندھے کو کنویں وغیرہ سے بچانے کیلئے نماز کو توڑ دینا درست ہے، ماں یا باپ کسی تکلیف میں پکاریں تو فرض نماز نہ توڑیں، نفل نماز توڑ دینا درست ہے، بشرطیکہ کسی اور طریق سے ان کو معلوم نہ ہو جائے، ہانڈی کا جلنا بشرطیکہ اس کی لاگت ساڑھے چار آنہ ہو۔

قضا نمازوں کا بیان

س : نماز کو اگر نماز کے وقت نہ پڑھ سکے تو تو کب پڑھے؟

ج : سورج نکلنے اور غروب ہونے اور ٹھیک دوپہر کے وقت جس کو زوال کہتے ہیں نہ پڑھے، باقی جس وقت چاہے پڑھ سکتا ہے، البتہ اگر صرف پانچ نمازیں قضا ہوئیں تو اگر وقتیہ نماز کا وقت تنگ نہ ہو یا قضا نماز بھول نہ گیا ہو تو پہلے ترتیب سے پانچوں قضا نمازیں پڑھ لینا ضروری ہے، پھر وقتیہ نماز پڑھے، اگر چھ یا چھ سے زیادہ نمازیں قضا ہوگئی ہوں تو پھر جب چاہے پڑھ لے، مگر جہاں تک ہو سکے جلدی پڑھ لے موت کی کیا خبر آجائے، اور قضا صرف فرض اور وتر کی ہے سنت کی نہیں ہے، اور اگر صرف وتر کی نماز قضا ہوگئی ہے اور اگر صبح کے فرض کیلئے وقت تنگ نہ ہو اور وتر بھی نہ بھولا ہو تو پہلے وتر پڑھ لے، اگر بلا وتر پڑھے صبح کی نماز پڑھ لی تو صبح کی نہ ہوگی اور اگر عشاء

کی نماز پڑھ کے سو رہے اور تہجد کے وقت وضو کر کے تہجد اور وتر پڑھ لے پھر یاد آیا کہ عشا کی نماز بے وضو پڑھی تھی تو صرف عشاء کی قضا پڑھے وتر اور تہجد نہ پڑھے، اگر نمازیں قضا ہوگئی ہوں اور ادا نہ کرسکا تو ان نمازوں کا فدیہ دینے کی وصیت کرنا واجب ہے، ورنہ سخت گناہ ہوگا، اور فدیہ ہر نماز کا دو سیر گندم یا اس کی قیمت یا ہر نماز کے عوض دو وقت کھانا کھلانا ہے، لہذا مع وتر چھ نمازوں کا فدیہ بارہ سیر گندم ہے خواہ اتنی گندم دیدے یا اتنے کی قیمت دیدے مگر ایک مسکین کو دو سیر گندم یا اسکی قیمت سے کم نہ دے اور نہ ایک دن میں ایک مسکین کو دو سیر سے زیادہ دے۔

س : اگر زیادہ نمازیں قضا ہوں اور ادا کرنا شروع کر دیا اور پانچ یا اس سے کم نمازیں رہ گئی ہوں تو کیا اب بھی ترتیب سے ادا کرے؟

ج : جب تک وہ نمازیں سب ادا نہ ہو جائیں اس وقت تک ترتیب ضروری نہیں ہے۔

س : اگر صاحب ترتیب کیلئے وقتی نماز کے ساتھ سب قضا نمازوں کے ادا کرنے کی گنجائش نہ ہو تو کیا کرے؟

ج : جس قدر گنجائش ہو اتنی نمازیں ترتیب سے ادا کرے مثلاً عشاء کے فرض و وتر قضا ہوگئے اور فجر میں صرف پانچ رکعت کی گنجائش ہو تو وتر اور صبح کے فرض پڑھ لیے جائیں۔

س : نماز قضا عمری کیا ہے؟

ج : قضائے عمری اسے کہتے ہیں کہ جو نماز زمانہ بلوغ سے نہیں پڑھی، پھر خیال ہوا نفس کو ملامت ہوئی اور نماز پڑھنا شروع کر دی مگر پچھلی نمازیں جو چھوٹ گئی تھیں ان کا اندیشہ لگا ہوا ہے کہ کیا ہوگا! تو ان کو ادا کرنے کا نام قضائے عمری ہے، اور آسان طریقہ یہ ہے کہ بہت غور و سوچ سے معلوم کرے کہ میں نے کب سے نہیں پڑھیں، جتنے کو دل کہے کہ اتنے سال کی نہیں پڑھی بس اتنی ہی لازم ہیں اور ہر نماز کو وقتی نماز کے ساتھ پڑھ لیا کرے، اس طرح نیت کرے کہ میرے ذمہ جو اتنے سال کی نماز ہے ان میں سے پہلے سال کی صبح کی پہلی نماز پڑھتا ہوں، اسی طرح دوسرے وقت نیت کرے اگر سال، مہینہ، دن یاد ہو تو اس کا نام لینا ضروری ہے، مثلاً یوں کہے کہ فلاں فلاں مہینہ فلاں تاریخ کی صبح کی نماز پڑھتا ہوں، اگر بلا دن، تاریخ، سال متعین کیے ہوئے نماز پڑھ لی تو اگر لوٹانا آسان ہو تو لوٹا لے ورنہ خیر وہی کافی ہیں، اگر قضا نماز جماعت سے ادا کی جائے تو جہری

نماز کو جہر سے اور سرّی نماز کو آہستہ پڑھنا واجب ہے۔

س : اگر سب نماز قضا ادا نہیں کر سکا تھا کہ موت آگئی تو کیا بقیہ نمازوں کا سوال اور سزا کا استحقاق ہوگا؟

ج : جب اسکی نیت سب نمازوں کے ادا کرنے کی تھی اور موت درمیان میں آگئی جو کہ غیر اختیاری ہے تو پھر اس کی نیت کی وجہ سے سب کا ادا ہونا ہی شمار ہوگا، اور استحقاق عذاب نہ ہوگا انشاءاللہ تعالیٰ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ.

س : کیا قضا نماز فجر اور عصر کے فرض کے بعد بھی پڑھ سکتے ہیں؟ سنا ہے کہ فجر وعصر کے فرض کے بعد کوئی نماز درست نہیں۔

ج : فجر وعصر کے فرض کے بعد نفل نماز پڑھنا درست نہیں، قضا نماز، سجدہ تلاوت، جنازہ کی نماز یہ سب درست ہیں۔

نماز توبہ کا بیان

س : نماز توبہ کیا چیز ہے؟

ج : نماز توبہ اسے کہتے ہیں کہ مسلمان سے اچانک اتفاقیہ یا خدانخواستہ قصداً کوئی گناہ ہو جائے تو دو رکعت نفل توبہ کی نیت سے پڑھے، اس طرح نیت کر کے کہ نیت کرتا ہوں دو رکعت نفل توبہ واسطے اللہ تعالیٰ کے منہ میرا کعبہ شریف کی طرف اللہ اکبر، پھر جس طرح نفل پڑھے جاتے ہیں اسی طرح نفل پڑھ کر ایک تسبیح استغفار کی پڑھے اور ہاتھ اٹھا کر شرمندگی کے ساتھ معافی کی درخواست کرے، خوب گڑگڑائے جب طبعیت میں سکون سا معلوم ہو بس سمجھے میری توبہ قبول ہوگئی۔

س : کیا اسطرح توبہ کرنے سے سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں، چاہے حقوق اللہ، نماز، روزہ وغیرہ ادا نہ کرنے کا گناہ ہو یا حقوق العباد کسی کے مال زمین وغیرہ کے مار لینے، تلف کر دینے چرانے، غصب کرنے کا گناہ ہو؟

ج : توبہ کرنے سے وہ گناہ جو حقوق اللہ میں سے ہیں اور ان کے کرنے سے روکا گیا ہے وہ تو بالکل ہی معاف ہو جاتے ہیں، سوائے توبہ کے اور کچھ کرنا نہیں ہوتا جیسے جھوٹ بولنا، غیبت

کرنا، کسی کو بدنگاہ سے دیکھنا، لوگوں کے سامنے ران، گھٹنا کھولنا، مرد کو لنگی پائجامہ ٹخنوں سے نیچے پہننا ، داڑھی مونڈھنا، انگریزی بال رکھنا، عورت کا لہنگا پہننا، جہاں ساڑھی کا عام رواج نہ ہو وہاں ساڑھی باندھنا، عورت کا ٹخنے کھولنا، سر کے بال کھولنا، نامحرم کے سامنے کلائی بازو کھولنا، بے پردہ ہونا اور جو حقوق اللہ ایسے ہیں جن کے کرنے کا حکم کیا ہے اور ان کو نہ کیا جیسے نماز، روزہ وغیرہ انکے ترک پر جو گناہ ہوا وہ تو توبہ کرنے سے معاف ہو جائے گا مگر ان کو ادا کرنا پڑے گا، اور جو حقوق العباد میں سے ہیں انہیں بھی توبہ کے ساتھ یا ان کو ادا کرنا چاہئے یا معاف کرایا جائے، جیسے امانت میں خیانت کرنا، چوری کرنا، زمین وغیرہ غصب کرنا، قرض ہونا۔

س : یہ جو کہا جاتا ہے کہ فلاں وظیفہ پڑھنے سے فلاں تسبیح پڑھنے سے اس قدر گناہ معاف ہو جاتے ہیں یا سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں تو پھر اس کا کیا مطلب ہے؟

ج : مہربان من، بندہ بڑے بڑے گناہ کے علاوہ چھوٹے چھوٹے گناہوں میں ہر وقت ملوث ہے اور نیز بندہ کی عبادت بھی کوتاہی سے خالی نہیں تو جو شخص مستحبات نوافل پڑھتا ہے کوئی تسبیح پڑھتا ہے تو اس تسبیح و نفل اور وظیفہ سے جو گناہ صغیرہ ہیں وہ تو بلا توبہ معاف ہو جاتے ہیں اور عبادت کی کوتاہی کو درگذر کر کے اس عبادت کو کامل بنا دیا جاتا ہے، مگر گناہ کبیرہ بغیر توبہ و بلا ادا کیے ہوئے اور بندوں سے بدون معاف کرائے معاف نہیں ہوتے، البتہ یہ ممکن ہے کہ بعد توبہ کوئی بہت ہی عبادت گذار اور تقوی اختیار کرنے والا ہو جائے تو اللہ تعالی اس کی طرف سے خود صاحب حق کو جنت کی نعمتیں انعامات دے کر خوش کر دے اور معاف کرا دیں۔

نفل نماز کا بیان

س : نفل نماز کون کون وقت کی ہیں؟

ج : علاوہ ان نفلوں کے جو پنجگانہ نماز میں بعض وقتوں میں پڑھی جاتی ہیں، یہ نفلیں او ہیں جن کو بزرگ لوگ اکثر پڑھتے ہیں، تحیۃ الوضو، تحیۃ المسجد، اشراق، چاشت، زوال، اوابین، تہجد، صلوٰۃ التسبیح، نفل نماز شروع کر کے توڑ دینے سے قضا کرنا ہوتا ہے اور قضا دو رکعت کی لازم ہوتی ہے۔

س : ان نمازوں کے اوقات بیان کیجئے اور طریقہ بیان فرمائیے؟

ج : تحیۃ الوضوا سے کہتے ہیں کہ وضو کے بعد دو رکعت نفل تحیۃ الوضو کی نیت سے پڑھی جائے۔

تحیۃ المسجد اسے کہتے ہیں کہ مسجد میں داخل ہونے کے بعد تحیۃ المسجد کے نیت سے دو رکعت پڑھی جائیں۔

اشراق اسے کہتے ہیں کہ صبح کی نماز کے بعد اسی جگہ قرآن شریف یا کوئی ذکر وظیفہ پڑھتے ہیں اور جب سورج سوا نیزے کے مقدار اونچا ہو جائے تب دو، چار، چھ، رکعت اشراق کی نیت سے پڑھ لیں۔

چاشت اس نماز کو کہتے ہیں کہ جب سورج کچھ زیادہ اونچا ہو جائے تب چاشت کی نیت سے کم از کم دو، چار رکعت پڑھ لیں اور اگر فرصت نہ ہو تو اشراق کے ساتھ ہی چاشت پڑھ لے تب بھی چاشت کی نماز ہو جائے گی، ان نمازوں کا بڑا ثواب ہے، ایک عمرہ اور حج کا ثواب ملتا ہے۔

زوال اس نماز کو کہتے ہیں جو زوال سے کچھ قبل کم از کم دو، چار رکعت پڑھی جائے

اوابین اس نماز کو کہتے ہیں جو مغرب کی سنتوں کے بعد چھ رکعت نفل کم از کم پڑھی جاتی ہے۔

تہجد اس نماز کو کہتے ہیں جو آخر شب میں کم از کم چار رکعت اور زیادہ سے زیادہ بارہ رکعت پڑھی جاتی ہیں، اگر آخر شب میں نہ اٹھ سکے تو عشاء کے بعد وتر سے قبل یا بعد پڑھ لی جائیں تب بھی ثواب قریب تہجد کا ملے گا، بہ نسبت دوسرے نفلوں کے تہجد کے نفلوں کا بہت بڑا ثواب ہے اور چونکہ بعض حضرات نے تہجد کو سنت مؤکدہ کہا ہے اس لئے آخر شب میں نہ پڑھ سکیں تو عشاء کے وقت ہی کم از کم چار رکعت پڑھ لیا کریں۔

صلوٰۃ التسبیح اس نماز کو کہتے ہیں جو تمام عمر میں ایک بار یا ایک سال میں ایک بار یا ہر ہفتہ میں ایک بار پڑھی جاتی ہے جسکا طریقہ یہ ہے کہ چار رکعت نفل صلوٰۃ التسبیح کی نیت سے تکبیر کہہ کر ہاتھ باندھ لے اور ثناء سورۃ فاتحہ اور سورۃ کے بعد پندرہ دفعہ یہ تسبیح پڑھے، سُبْحَانَ اللّٰہِ وَ الْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اللّٰہُ اَکْبَرُ پھر رکوع میں جائے اور رکوع کی تسبیح کہہ کر

یہی تسبیح دس دفعہ پڑھے، پھر قومہ میں سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہ، رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ کہہ کر یہی تسبیح دس دفعہ پڑھے، پھر سجدہ میں تسبیح سجدہ کی پڑھکر یہی تسبیح دس دفعہ پڑھے، پھر سجدہ سے اٹھکر جلسہ میں یہی تسبیح دس دفعہ پڑھے، پھر دوسرے سجدہ میں یہی تسبیح دس دفعہ پڑھے، پھر دوسرے سجدے اٹھ کر بیٹھ جائے اور یہی تسبیح دس دفعہ پڑھے، پھر کھڑا ہو جائے یہ ایک رکعت ہوگئی، اس طرح باقی تینوں رکعتیں پڑھے کہ قیام میں یہ تسبیح پندرہ دفعہ اور باقی جگہ دس دس دفعہ پڑھے، دوسری رکعت میں یہ تسبیح دس دفعہ پڑھ کر التحیات پڑھی جائے، پھر کھڑا ہو جائے اور چوتھی رکعت میں دعا کے بعد یہ تسبیح دس دفعہ پڑھ کر سلام پھیر دیا جائے۔

س : کیا نفل نماز میں کوئی خاص سورت پڑھی جائے؟

ج : جی نہیں، جس طرح دوسری نماز پڑھی جاتی ہے اسی طرح نفل بھی ہیں، کسی سورت کا مقرر کرنا مکروہ ہے، بعض مشائخ نے کسی مرید کو جو خاص خاص سورتیں نفل میں بتلادی تھیں وہ ان کے لئے خاص ضرورت سے خاص وقت تک کیلئے تجویز کردی تھیں، دوسروں نے مخصوص سمجھ لیا جیسا کہ بعض مشائخ نے اپنے بعض ایسے مریدوں کو جن کو ذکر وغیرہ کی فرصت نہ ہوتی تھی یہ تجویز کردیا کہ ہر نماز کے بعد تین مرتبہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہہ لیا کرو، اب بعض پیروں نے اس کو رسم کرلیا۔

مسافر کی نماز کا بیان

س : سفر میں کتنی رکعتیں فرض ہیں؟

ج : اگر اڑتالیس میل یا چھتیس کوس کا سفر ہو تو راستہ میں چار رکعت والی فرض نماز میں دو رکعت پڑھی جائیں گی اور باقی نماز فرض اسی طرح پڑھی جائیں گی اور سنتوں میں اختیار ہے اگر وقت کی گنجائش دیکھے پڑھ لے ورنہ نہیں اور جہاں جانا تھا وہاں پر پہنچ گیا تو اگر وہاں پندرہ دن سے کم ٹھہرنے کی نیت ہے تو چار رکعت والے فرض دو رکعت پڑھے جائیں گے اور اگر سفر میں ظہر یا عصر کی یا عشاء کی نماز قضا ہوگئی تو چونکہ سفر میں ان وقتوں میں دو فرض پڑھے جاتے ہیں لہذا اب سفر میں یا گھر پہنچ کر دو ہی پڑھے جائیں گے اور اگر ٹھہرنے کی نیت نہ کی بلانیت برسوں ٹھہرا رہا تو قصر ہی

پڑھتا رہے اور اگر پندرہ دن یا اس سے زائد ٹھہرنے کی نیت کی تو پوری پوری نماز پڑھے ، اور اڑتالیس میل کا اعتبار اس راستہ کا ہے جس راستہ سے سفر کیا خواہ وہ دوسرے راستہ سے قریب ہو جیسے جلال آباد سے مظفر نگر بیس کوس ہے قصر نہیں مگر سہارنپور کے راستہ ریل یا پیدل سے اڑتالیس میل سے زیادہ ہے لہذا قصر ہوگا۔

س : کس وطن میں پوری نماز پڑھی جانی ضروری ہے؟

ج : وطن تین قسم کے ہوتے ہیں ، وطن اصلی ، وطن اقامت ، وطن سفر۔ وطن اصلی وہ ہے جہاں جدی طور پر بود باش رہنا سہنا اہل وعیال ہمیشہ ہمیشہ کیلئے ہوں یا کسی جگہ کو اس طرح مقرر کرلیا ہو اور آبائی وطن کو بالکل ترک کردیا ہو جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا وطن اصلی مکہ معظّمہ چھوڑ کر مدینہ طیبہ کو وطن قرار فرمالیا ، اسی طرح مثلاً کوئی شخص جلال آباد جو کہ اپنا آبائی وطن ہے چھوڑ کر بھوپال چلا جائے وہاں سکونت اختیار کرلے اور جلال آباد بالکل ترک کردے کہ مکان جائیداد سب فروخت کردی یا بطور آمدنی رکھی مگر سکونت ترک کردی تو اب بھوپال وطن اصلی ہوگیا۔

اور وطن اقامت وہ ہے جہاں پندرہ دن یا اس سے زیادہ مدت ٹھہرنے کی نیت کرے اور وہ مقام اپنے وطن اصلی سے اڑتالیس میل یا چھتیس کوس ہو۔

اور وطن سفر وہ ہے کہ جہاں پندرہ دن سے کم ٹھہرنے کی نیت ہو یا کچھ نیت نہ ہو اور برسوں ٹھہرا رہے ، جب یہ سمجھ میں آگیا تو سنو کہ وطن اصلی کو وطن اصلی باطل کردیتا ہے یعنی پہلے وطن اصلی میں واپس آئے تو نماز قصر پڑھنا ہوگی ، جب تک پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت نہ ہو ، اور وطن اقامت وطن اصلی کو باطل نہیں کرتا یعنی اگر کسی وطن اقامت سے وطن اصلی جائے خواہ تھوڑی دیر ہی کیلئے سہی تب بھی نماز کے وقت پوری نماز لازم ہوگی ، غرض کہ وطن اصلی میں داخل ہوتے ہی وطن اقامت باطل ہوجاتا ہے ، اور وطن اقامت اور وطن سفر دونوں ایک دوسرے سے باطل ہوجاتا ہے ، یعنی اگر کسی جگہ پندرہ دن یا زائد ٹھہرنے کی نیت کی اور وہاں سے دوسری جگہ کا سفر کیا خواہ وہاں پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت ہو یا نہ ہو وہ پہلا وطن اقامت باطل ہوگا ، پھر اگر وہاں واپس ہوگا تو جب تک مستقل نیت پندرہ دن کے اقامت کی نہ ہوگی قصر کرے گا اگر دو جگہ ٹھہرنے کی نیت ہوگی کہ پندرہ دن فلاں فلاں جگہ ٹھہرونگا تب بھی قصر ہوگا۔

س : کیا اقامت کی نیت کے بعد وطن اقامت سے دوسری جگہ چلا جائے پھر رات کو اسی پہلے جگہ وطن اقامت میں آ جائے تو پوری نماز پڑھے؟

ج : اگر دونوں جگہ پندرہ روز گذارنے کی نیت کی ان میں سے ایک جگہ شب کو قیام کی نیت کی تو شب کے ٹھہرنے کی جگہ پوری نماز پڑھے اور اگر یک جگہ ہی پندرہ دن ٹھہرنے کی نیت کی اور پھر دوسری جگہ چلا گیا تو وہ اب مقیم کے حکم میں نہ رہا مسافر بن گیا۔

س : دو جگہ ٹھہرنے کی نیت کرے، ان میں سے ایک شہر ہے دوسرا اس کے تابع فناء مصر تو کیا حکم ہے؟

ج : دونوں جگہ مقیم کا حکم ہے دونوں جگہ پوری نماز پڑھے جیسے مظفر نگر اور سروٹ کہ دس دن مظفر نگر ٹھہرنے کا ارادہ اور پانچ روز سروٹ کا تو دونوں جگہ پوری نماز پڑھی جائے گی۔

س : مقتدی مسافر امام مقیم کے پیچھے نماز پڑھے تو کیا قصر کرے یا امام کی اتباع میں پوری نماز پڑھے؟

ج : مقتدی مسافر مقیم امام کے پیچھے پوری نماز پڑھے چاہے ابتداء سے شریک ہوا ہو یا کچھ رکعت چھوٹ جانے کے بعد شریک ہوا ہو۔

س : امام مسافر کے پیچھے مقیم مقتدی کیا پوری نماز پڑھے؟

ج : جی ہاں پوری نماز پڑھے امام مسافر کہدے کہ میں مسافر ہوں، مقتدی اپنی نماز پوری کرلیں لہذا مقتدی کھڑے ہوکر بلا فاتحہ پڑھے ہوئے اتنی دیر کھڑے ہوکر کہ جتنی دیر میں سورہ فاتحہ ختم ہوتی ہے رکوع میں چلا جائے اسی طرح دوسری رکعت میں کرے، اگر مقتدی مقیم مسبوق ہو تو اول گئی ہوئی رکعت دو ہوں یا ایک ہو قرأت کے ساتھ پڑھے پھر باقی رکعت سکوت کے ساتھ ادا کرے، مثلا امام مسافر نے ظہر کی نماز پڑھائی دو رکعت ہو چکی قعدہ میں تھا کہ مقیم مقتدی بنا اب اس مقتدی مقیم کو چاہئے کہ اول یہ ہوگئی رکعتیں قرأت سے ادا کرے پھر باقی آخری دو رکعت خاموش رہ کر قیام کی حالت میں اور باقی ارکان رکوع وغیرہ کرتا رہے اور اس طرح چار رکعت پوری کرکے سلام پھیر دے۔

س : امام مسافر پوری نماز پڑھے تو کیا حکم ہے

ج : نماز کا اعادہ چاہئے مقتدیوں کو اور مسافر قصداً چار رکعت پڑھے اور دوسری رکعت میں بیٹھ جائے تو نماز ہو جائے گی مگر گناہ گار ہو گا اعادہ کر لے اور اگر بھول کر چار پڑھے اور دوسری رکعت میں بیٹھ جاوے تو سجدہ سہو کر لے اعادہ کی ضرورت نہیں۔

جماعت کے احکام

س : امام کا ذکر بار بار آیا ہے کیا امام کا ہونا اور جماعت سے نماز فرض ادا کرنا ضروری ہے؟

ج : جی ہاں : نمازِ فرض شروع ہی جماعت کے ساتھ ہوئی تھی جو شخص بلا عذر شرعی جماعت ترک کر دے اس کی نماز ناقص ہے، جماعت سے نماز پڑھنا قریب واجب کے ہے۔

س : وہ کون سے عذر ہیں جن سے جماعت ترک کرنا جائز ہے؟

ج : ترک جماعت کے چودہ عذر ہیں۔(۱) بقدر ستر کپڑا نہ ہونا (۲) سخت کیچڑ ہونا (۳) سخت بارش ہونا (۴) سخت سردی کہ بیمار ہو جائے یا بیماری بڑھ جانے کا ظن غالب ہو (۵) مال چوری ہونے کا خوف ہو (۶) دشمن کا خوف (۷) قرض خواہ کے تکلیف پہنچانے کا خوف ہو (۸) سخت اندھیری ہو (۹) رات کو سخت آندھی ہو (۱۰) تیمارداری (۱۱) سخت بھوک ہونا (۱۲) زور سے پیشاب یا پاخانہ معلوم ہونا (۱۳) سفر کا ارادہ اور قافلہ یا ریل کے نکل جانے سے پریشانی (۱۴) ایسی بیماری ہو کہ چل نہ سکے۔

س : کیا دوبارہ جماعت کرنا مسجد میں درست ہے؟

ج : جس مسجد میں امام یا مؤذن مقرر نہ ہو اور نہ وہ مسجد محلّہ کی ہو، تو دوسری مرتبہ جماعت کرنا درست ہے اور جو مسجد محلّہ کی ہو اور اس میں مؤذن اور اور امام مقرر ہوں اور محلّہ کے کچھ لوگ مقررہ طور سے جماعت سے نماز پڑھنے آتے ہوں تو اسمیں دوبارہ جماعت مکروہ تحریمی ہوتی ہے۔

س : اِمام کیسا ہونا چاہے اور کس کی نماز کس کے پیچھے نہیں ہوتی ؟

ج : سب سے زیادہ مستحق امامت کا وہ شخص ہے جو نماز کے مسائل سے خوب واقف ہو

اور قرآن شریف صحیح پڑھتا ہو اور اس قدر قرآن شریف حفظ ہو جتنا کہ مسنون طریقہ سے ہر نماز میں پڑھ سکے، پھر وہ شخص جو قرأت کے موافق پڑھتا ہے، پھر متقی، پھر زیادہ عمر والا، پھر خلیق، پھر خوبصورت، پھر شریف، پھر اچھی آواز والا، پھر وہ جو عمدہ لباس پہنتا ہو، پھر وہ جس کا سر سب سے بڑا ہو تناسب کے ساتھ ہو، پھر وہ جس میں زیادہ وصف ہوں وہ اس سے مقدم ہے جس میں اس کی نسبت سے کم وصف ہوں، کسی کے گھر نماز پڑھنا ہو تو گھر والا زیادہ مستحق ہے بشرطیکہ بالکل جاہل نہ ہو ورنہ جس کو وہ امام بنائے وہ امام ہونیکا مستحق ہے، جس مسجد میں امام مقرر ہو دوسرے کا استحقاق نہیں کہ بدون اس کی اجازت امامت کرے بعد اجازت مضائقہ نہیں، حاکم اسلام وسلطان اسلام کے ہوتے ہوئے دوسرے کو حق امامت کا نہیں، فاسق وبدعتی کا امام بنانا مکروہ تحریمی ہے، ہاں خدا نخواستہ ایسے شخص کے علاوہ دوسرا شخص وہاں نہ ہو پھر مجبوری ہے مکروہ نہیں، یا فاسق وبدعتی قوت والے ہوں کہ ان کو الگ کرنے پر قدرت نہیں فتنہ برپا ہوگا تب بھی مکروہ نہیں مقتدیوں پر کچھ نہیں۔

غلام، گاؤں کا رہنے والا، نابینا، ولد الزنا، بالغ حسین بے داڑھی، مونچھ، بے عقل ان کو امام بنانا مکروہ تنزیہی ہے، البتہ غلام، نابینا، ولد الزنا، گاؤں میں رہنے والے صاحب علم وفضل اور پاکی کی احتیاط رکھنے والے ہوں اور لوگوں کو ان کا امام بنانا گوارا ہو تو پھر مکروہ تنزیہی نہیں۔

امام کو زیادہ بڑی بڑی سورتیں جو مقدار مسنون سے بھی زیادہ ہوں یا رکوع سجدہ وغیرہ میں زیادہ دیر تک رہنا مکروہ تحریمی ہے، امام کو چاہیئے کہ مقتدیوں کی ضروریات وحاجت وبیماری وضعف وبڑھاپا وغیرہ کا خیال رکھ کر قرأت ورکوع، سجدے کرے۔

مرد کا صرف ان عورتوں کا امام بنا کہ جہاں نہ دوسرا کوئی مرد محرم ہو اور نہ اس امام کی کوئی محرم عورت ہو، مکروہ تحریمی گناہ کبیرہ ہے۔

امام کے علاوہ صرف ایک شخص اور ہو بالغ مرد یا نابالغ لڑکا ہو تو وہ امام کے دائیں جانب کھڑا ہو کہ پنجہ اس مقتدی کا امام کے ایڑی کے برابر ہو، اگر درمیان نماز میں کوئی اور مقتدی آجائے تو برابر والا مقتدی پیچھے ہٹ جائے، مگر آج کل مسائل معلوم نہیں اس لیے مقتدی کو ہٹانا مناسب نہیں، بلکہ امام ہی ایک قدم کہ مقتدی سجدہ بسہولت اور بطریق سنت کرسکیں آگے بڑھ جائے، اگر مقتدی عورت ہو اور محرمہ ہو یا لڑکی نابالغہ ہو اور جماعت کریں تو اس ایک کو بھی پیچھے ہی کھڑا ہونا چاہیئے۔

اگر مختلف قسم کے لوگ جماعت میں ہوں، مرد، بالغ، نابالغ، عورت، تو پہلے مردوں کی صفیں ہوں، پھر نابالغ لڑکوں کی، پھر بالغہ عورتوں کی، پھر نابالغہ لڑکیوں کی اور صف قائم ہونے کے وقت امام صفوں کو دائیں بائیں دیکھ کر سیدھا کرنے کا حکم دے، لوگوں کو مل کر کھڑا ہونا چاہیے۔

اگر ایک شخص تنہا نماز پڑھ رہا ہو فجر، مغرب یا عشاء کی آہستہ سے اور اسمیں کوئی دوسرا شخص آکر شریک ہوگیا تو اگر اس پہلے شخص نے امام بننے کی نیت کرلی تب تو جہاں پڑھ رہا تھا وہاں سے آگے آواز سے قرأت شروع کردینا واجب ہے اور اگر امام بننے کی نیت نہ کی تو آواز سے پڑھنا واجب نہیں اور اس مقتدی کی نماز ہوجائے گی۔

اگر کسی ایسی جگہ نماز تنہا یا جماعت سے پڑھی جائے جہاں لوگ گذرتے ہوں تو وہ شخص یا امام اپنے سجدہ کی جگہ قریب دائیں یا بائیں ابرو کے سامنے ایک ہاتھ یا اس سے لمبی ایک انگلی کے برابر موٹی کوئی چیز نصب کرلی جائے تو بہتر ہے تاکہ اس کے سامنے سے گذرنے والا گذرے تو بیچارہ گناہ گار نہ ہو، ورنہ جس طرح وہ گذرنے والا گناہ گار ہوگا اس طرح یہ نمازی بھی گنہگار ہوگا کہ ایسی جگہ کیوں کھڑا ہوا؟ سترہ کیوں نہ قائم کیا؟ ہاں کوئی لکڑی نہ ملے، نہ کوئی اوٹ کی جگہ ہو تو مجبوری ہے، مگر گذرنے والے کو چاہیے کہ دیکھکر گذرے۔

مقتدیوں کو ہر رکن کا امام کے ساتھ ہی بلا تاخیر ادا کرنا سنت ہے، تحریمہ، رکوع، قومہ، سجدہ، وغیرہ ہاں اگر قعدہ اول میں مقتدی کی التحیات باقی ہو تو پوری کر کے کھڑا ہو، اس طرح آخری رکعت میں امام سلام پھیر دے اور مقتدیوں کی التحیات ختم نہ ہوئی ہو تو ختم کر کے سلام پھیریں۔

اگر التحیات پڑھ کر مقتدی کھڑا ہو اور امام رکوع میں چلا جائے تو قیام میں تین بار سُبْحَانَ اللّٰهِ کی مقدار کھڑا ہو کر رکوع میں چلا جائے اور اسی طرح سب ارکان امام کے پیچھے ادا کرتا رہے خواہ امام کو کہیں جاکر پائے یہ بھی اقتداء ہی ہے، امام سے پہلے کام کرنا اقتداء کے خلاف ہے، اگر تنہا فرض پڑھ لے پھر جماعت کھڑی ہوئی تو فجر، مغرب اور عصر کی جماعت میں نہ شریک ہو، ظہر اور عشاء میں شریک ہوجائے تو بہتر ہے اور یہ نماز نفل نماز ہوگی، اگر کچھ رکعت فرض کی پڑھ لی ہوں، پھر جماعت کھڑی ہو تو اگر فجر کی نماز ہو اور دوسری رکعت کا سجدہ نہ کیا تو نماز قطع

کر کے جماعت میں شریک ہو جائے اور اگر دوسری رکعت کا سجدہ کر لیا ہو تو اپنی نماز پوری کر لے اور اگر مغرب کی نماز ہے تو جب تک دوسری رکعت کا سجدہ نہ کیا تو نماز قطع کر کے جماعت میں شریک ہو جائے ، ورنہ اپنی نماز پوری کر لے اور جماعت میں شریک نہ ہو اور اگر فرض ظہر ، عصر ، عشاء کے ہوں اور پہلی رکعت کا سجدہ نہ کیا ہو تو نماز قطع کر دے اور اگر سجدہ کر لیا ہو تو دو رکعت پوری کر کے تشہد ، درود شریف ، دعا پڑھ کر سلام پھیر دے اور اگر دو رکعتیں پڑھ کر تیسری بھی شروع کر دی تو تیسری رکعت کا سجدہ نہ کیا ہو تو سلام پھیر دے اور اگر سجدہ کر لیا ہو تو چاروں رکعت پوری کر لے اور فجر وعصر ومغرب کی نمازیں پوری کر کے دوبارہ جماعت میں شریک نہ ہو ، ظہر وعشاء میں شریک ہو جائے اور جن صورتوں میں نماز قطع کرنا ہو کھڑے کھڑے ایک طرف سلام پھیر دے ، اگر نفل نماز یا ظہر کی سنتیں یا قبل جمعہ کی سنتیں شروع کر دی ہوں اور پھر فرض ظہر یا خطبہ شروع ہو جائے تو نفل دو رکعت اور سنت پوری کر لے اگر جماعت ہو رہی ہو تو سنت شروع نہ کرے البتہ فجر کی سنتیں مسجد سے الگ یا ایسی جگہ نہ ہو تو صف سے الگ فرض ہونے کے وقت پڑھنا جائز ہیں بشرطیکہ ایک رکعت یا جماعت مل جانے کی امید ہو یا جماعت کا قعدہ مل جائے ، اگر قدر رکعت نہ ملے تب بھی جماعت کا ثواب ملے گا ، جس رکعت کا رکوع مل جائے تو سمجھا جائے گا کہ وہ رکعت مل گئی۔

جماعت کے صحیح ہونے کی شرطیں

س : جماعت کے صحیح ہونے کی کیا کیا شرطیں ہیں؟

ج : بارہ شرطیں ہیں۔ (۱) مسلمان ہونا (۲) عاقل ہونا (۳) مقتدی کا امام کی اقتداء کی نیت کرنا (۴) امام ومقتدی دونوں کے مکان کا متحد ہونا ، حقیقۃً یا حکماً حقیقۃً جیسے دونوں ایک مسجد یا ایک گھر میں کھڑے ہوں اور حکماً جیسے مقتدیوں کا مسجد کی چھت پر کھڑا ہونا یا گھر میں چھت مسجد سے ملی ہو ، درمیان میں کوئی چیز حائل نہ ہو ، اس پر مقتدی بن کر نماز پڑھنا اور بڑی مسجد میں مقتدی کا اس طرح کھڑا ہونا کہ امام ومقتدی کے درمیان دو صفوں کی جگہ خالی رہ جائے تو یہ مکان متحد نہ سمجھا جائے گا نماز نہ ہوگی ، اس طرح پیادے کی اقتداء سوار کے پیچھے ، سوار کی اقتداء سوار کے پیچھے صحیح نہیں (۵) مقتدی وامام کی نماز کا متحد ہونا مثلاً دونوں آج ہی کے ظہر کی نماز پڑھتے ہوں یا دونوں کل ہی

کے ظہر کی قضا پڑھتے ہوں (٦) امام کی نماز کا صحیح ہونا (٧) مقتدی کا امام کے آگے نہ ہونا، اس طرح کے مقتدی کی ایڑی سے آگے ہو چاہے پنجے آگے ہوں یا نہ ہوں (٨) مقتدی کو امام کے انتقالات مثلاً رکوع، قومہ، سجدہ، جلسہ، قعدہ، کا معلوم ہونا خواہ وہ اپنے امام و مقتدی کی آواز سنکر یا امام و مقتدی کو دیکھکر (٩) مقتدی کے تمام ارکان میں سوائے قرأت کے امام کا شریک ہونا خواہ امام کے ساتھ ادا کرے یا امام کے بعد یا امام سے پہلے ادا کرے بشرطیکہ اسی رکن کے آخر تک امام اس کا شریک ہو جائے (١٠) مقتدی کی حالت امام سے کم یا برابر ہو مثلاً قائم کی نماز قائم اور قاعد کے پیچھے درست ہے، متوضی کی نماز متیمم کے پیچھے اور موزوں و پٹی پھائے پر مسح کرنے والے کے پیچھے درست ہے، نفل پڑھنے والے کی اقتداء فرض و واجب پڑھنے والے کے پیچھے درست ہے، کفارہ کے قسم کی نماز نفل پڑھنے والے کے پیچھے درست ہے معذور کی اقتداء معذور کے پیچھے درست ہے، بشرطیکہ دونوں کا عذر ایک ہو، دونوں نے ایک ساتھ نذر کی تو ایک کی اقتداء دوسرے کیساتھ درست ہے، عورت و نابالغ کی اقتداء بالغ مرد کے پیچھے درست ہے، عورت کی اقتداء عورت کے پیچھے درست ہے، نابالغ عورت نابالغ لڑکے کی اقتداء نابالغ لڑکے کے پیچھے درست ہے، بالغ کی اقتداء نابالغ کے پیچھے درست نہیں، مرد کی اقتداء عورت کے پیچھے درست نہیں اگرچہ مرد نابالغ ہو، خنثی کی اقتداء خنثی کے پیچھے درست نہیں، بیٹھ کر پڑھنے والے کے پیچھے کھڑے یا بیٹھ کر پڑھنے والے کی نماز درست نہیں صاحب عقل کی اقتداء مجنون، مست، بیہوش کے پیچھے درست نہیں، ظاہر غیر معذور کی اقتداء معذور کے پیچھے درست نہیں، ایک عذر والے کی اقتداء دو عذر والے کے پیچھے درست نہیں، جتنی قرأت سے نماز درست ہو جاتی ہے اس کی نماز اس کے پیچھے جس کو اتنا بھی قرآن شریف یاد نہیں درست نہیں، اُمّی کی اقتداء اُمّی کے پیچھے درست نہیں، بشرطیکہ انہیں کوئی نماز پڑھانے کی مقدار قرآن شریف یاد والا نہ ہو، امی کی نماز گونگے کے پیچھے درست نہیں، بقدر فرض جسم ڈھانپنے والے کی نماز ننگے کے پیچھے درست نہیں، رکوع وسجدہ کرنے والے کی اقتداء ان سے عاجز ہونے والے کے پیچھے درست نہیں، فرض پڑھنے والے کی اقتداء نفل پڑھنے والے کے پیچھے درست نہیں ،نذر نماز پڑھنے والے اور کفارہ کی نماز پڑھنے والے کی اقتداء نفل پڑھنے والے کے پیچھے درست نہیں، جس سے حروف صاف ادا نہ ہو سکے اس کے پیچھے صحیح پڑھنے والے کی اقتداء درست نہیں لیکن

اگر ایک آدھ حروف میں غلطی ہو جائے کہ صحیح نہ پڑھا گیا تو درست ہے (۱۱) امام کا منفرد رہنا ضروری نہ ہونا مثلاً مقتدی مسبوق ہے اس کے پیچھے اقتداء درست نہیں، عورت مشتہاۃ، بالغ مرد کے برابر آکر کھڑی ہو تو مرد کی نماز درست نہیں ہوگی، بشرطیکہ امام نے اس عورت کی نماز کی نیت کی ہو اور نماز مرد مقتدی اور عورت کی ایک ہی ہو اور تحریمہ میں بھی ایک ہی ہو (۱۲) امام کے کسی کا مقتدی نہ ہونا پس مقتدی مدرک اور لاحق کے پیچھے نماز پڑھنا درست نہیں۔

س: امام کا مقیم و مسافر ہونا معلوم نہ ہو سکے تو کیا کرے؟

ج: امام شہر یا گاؤں میں نماز پڑھا رہا ہو اور کسی مقتدی کو اس کے مقیم ہونے کا خیال ہو اور اسنے نماز مسافر کی طرح پڑھائی ہو یعنی چار رکعت والی نماز میں دو رکعت پڑھ کر سلام پھیر دیا اور مقتدی کو امام کے متعلق سہو کا شبہ ہوا تو مقتدی چار رکعت پوری کرے اور پھر امام کی حالت کی تحقیق کرے، اگر تحقیق سے مسافر ہونا معلوم ہو جائے تو نماز صحیح ہوگی اور اگر سہو کا ہونا معلوم ہوا یا کچھ تحقیق نہ کی تو نماز کا پھر پڑھنا واجب ہے، اور اگر امام جنگل میں نماز پڑھا رہا ہو اور اس کے مقیم ہونے کا خیال ہو اور اس نے دو رکعت پڑھ کر سلام پھیر دیا اور مقتدی کو امام کے سہو کا شبہ ہوا تو اس صورت میں بھی نماز پوری پڑھ لے اور پھر تحقیق کرنا واجب تو نہیں، مگر اچھا ہے اور اگر نہ معلوم کرے تو نماز صحیح ہوگئی

اور اگر امام چار رکعت والی نماز شہر یا گاؤں یا جنگل میں پڑھائے اور کسی مقتدی کو اس کے مسافر ہونے کا خیال ہو لیکن امام نے چار رکعت پڑھائیں تب بھی مقتدی کو بعد میں تحقیق کرنا واجب نہیں نماز ہو جائے گی، اور فجر، مغرب میں تو امام اور مقتدی سب برابر ہیں تحقیق کی ضرورت نہیں۔

مریض کی نماز کا بیان

س: اگر بیماری وغیرہ کی وجہ سے کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کی طاقت نہ ہو تو کس طرح نماز پڑھے؟

ج: بیٹھ کر پڑھے، اگر بیٹھ کر پڑھنے کی طاقت نہ ہو تو لیٹ کر اس طرح پڑھے کہ چت

لیٹ جائے پاؤں قبلہ کی طرف کرلے اور رکوع کیلئے ذرا گردن اٹھادے اور سجدہ کیلئے رکوع سے ذرا زیادہ گردن اٹھائے غرض یہ کہ جب تک گردن سے رکوع سجدہ کرنے کا اشارہ کرسکتا ہے نماز پڑھنا فرض ہے خواہ چت لیٹ کر جیسا کہ بتایا گیا ہے اور خواہ کروٹ سے اس طرح کہ قبلہ کی طرف کروٹ کرلے کر منہ قبلہ کی طرف کرلے اور رکوع سجدہ کے لئے گردن سے اشارہ کرے اگر بیمار آدمی کا بستر نجس ہو اور بدلنے میں تکلیف ہو اسی پر نماز پڑھ لینا درست ہے، اگر ایک دن رات سے زیادہ ایسی حالت رہی کہ سر سے اشارہ کرنے کی طاقت نہیں یا ایک دن رات سے زیادہ بیہوشی رہی تو نماز معاف ہے، اچھے ہونے پر اس کی قضا نہیں، اور اگر استنجا کپڑے یا ڈھیلے یا پانی سے نہ کرسکے اور نہ بیوی ہو کہ وہ کرا سکے تو کسی اور کو استنجا کرانا درست نہیں، بلا استنجا کئے ہوئے اپنی نماز پڑھ لے جب تک نزعی غرغرہ کی حالت نہ ہو نماز معاف نہیں، اگر کھڑا ہو سکتا ہو مگر رکوع وسجدہ نہیں کرسکتا تو بیٹھ کر نماز پڑھنا بہتر ہے، اگرچہ کھڑے ہو کر پڑھنا اور رکوع وسجدہ کیلئے اشارہ کرنا درست ہے اور اگر کچھ نماز کھڑے ہو کر پڑھی اور پھر کھڑے ہونے کی طاقت نہ رہی تو بیٹھ کر پڑھے اور بیٹھ کر نہ پڑھ سکے تو لیٹ کر پڑھ لے، البتہ سر کے اشارہ سے رکوع سجدہ کیا ہو اور پھر رکوع سجدہ کرنے کی قوت نماز میں آجاوے تو اب نماز پھر سے پڑھ لے۔

سجدہ سہو کا بیان

س : اگر نماز میں کچھ غلطی ہو جائے تو کیا کیا جاوے؟

ج : وہ چیزیں جو نماز میں فرض ہیں ان میں سے کوئی قصداً یا سہواً بالکل چھوٹ گئی تب تو نماز پھر سے پڑھے اور اگر وہ چیزیں جو نماز میں واجب ہیں ان کو قصداً چھوڑ دیا تب بھی نماز پھر سے پڑھنا پڑھے گی اور اگر فرض وواجب کی ادائیگی میں تقدیم یا تاخیر ہو جائے یا فرض اور واجب کی باتوں کو چند بار کرنے یا واجب باتیں بھولے سے چھوٹ جائیں یا ایک واجب دوسرے فرض یا واجب کے بعد ادا کیا تو سجدہ سہو واجب ہو جائیگا، یعنی آخری رکعت میں التحیات کے بعد سجدہ سہو کرلیا جائے یعنی ایک طرف سلام پھیر کر دو سجدے کرنے کے بعد التحیات، درود شریف اور دعا پڑھ کر دونوں طرف سلام پھیر دیا جائے نماز ہو جائے گی، اگر بھولے سے بلا سلام پھیرے سجدہ سہو کرلیا

تب بھی نماز ہو جائیگی، اگر سجدہ سہو کے بعد کوئی غلطی قابل سجدہ سہو کے ہو جائے تو پھر سجدہ سہو نہیں۔

س : اگر قبلہ سے سینہ پھر جائے بعد کو سجدہ سہو کرنا یاد آجائے تو کیا سجدہ سہو کرنا درست ہے؟

ج : اگر کوئی ایسی بات جو نماز میں کرنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے، بعد سلام پھیرنے کے کرلی جائے تو پھر سجدہ کرنا درست نہیں، اب نئے سرے سے نماز پڑھے۔

س : اگر نماز میں شبہ ہو جائے کہ دو پڑھیں یا تین تیسری رکعت ہے یا چوتھی پہلی ہے یا دوسری تو کیا کرنا چاہئے؟

ج : جس طرف غالب گمان ہو وہی سمجھے اور اسی کے موافق نماز پوری کرلے اور اگر دونوں طرف کا خیال ہو شاید دوسری ہے یا تیسری تو کم سمجھے، مگر ہر رکعت میں بیٹھ کر التحیات پڑھے شاید یہ تیسری چوتھی رکعت ہو اور پھر کھڑا ہو جاوے اور اس رکعت میں بیٹھ کر التحیات پڑھ کر سجدہ سہو کرے پھر التحیات درود شریف اور دعا پڑھ کر سلام پھیر دے۔

س : اگر امام پر سجدہ سہو واجب ہو اور کوئی شخص آکر نماز میں شریک ہوا تو کیا مقتدی مسبوق کی نماز ہو جائے گی؟

ج : اگر امام نے سجدہ سہو کرلیا تو مقتدی کی نماز ہو جائے گی خواہ وہ مقتدی امام کے سجدہ سہو کرنے سے قبل شریک ہو یا امام کے سجدہ سہو کرنے کے بعد شریک ہو۔

نماز پڑھنے والے کے صفات

مدرک، مسبوق، منفرد اور لاحق کے احکام

س : مدرک، مسبوق، لاحق کسے کہتے ہیں، اور منفرد کس کو کہا جاتا ہے؟

ج : مدرک وہ ہے جو امام کے ساتھ شروع سے آخر تک شریک رہے، مسبوق وہ ہے کہ

جو کچھ رکعت جانے کے بعد شریک ہو، لاحق وہ ہے جو ابتداء سے شریک تھا درمیان میں حدث پیش آیا وضو کو چلا گیا اور کوئی رکعت چلی گئی، منفرد وہ ہے جو تنہا فرض نماز پڑھے۔

س : مسبوق اپنی نماز کس طرح ادا کرے؟

ج : جو رکعت امام کیساتھ نہ ملے اس کو امام کی نماز ختم کردینے کے بعد اس طرح ادا کرے کہ جو رکعت امام کیساتھ بھری پڑھی گئی ان کو پھر بھری اور جو خالی گئی اس کو خالی پڑھے، اگر کوئی رکعت نہیں ملی آخر میں شریک ہوا تو اب جس طرح شروع سے نماز پڑھی جاتی ہے کھڑے ہو کر اس طرح کل رکعت پڑھ لے اگر کوئی رکعت ملی ہے تو قعدہ کے اعتبار سے اس آئندہ رکعت کو دوسری رکعت سمجھے اور قرأت کے اعتبار سے پہلی سمجھے، مثلاً ایک رکعت ملی تو اس کو قعدہ کے اعتبار سے ایک رکعت ہو جانا سمجھے اور دوسری رکعت کیلئے التحیات کے واسطے قرأت کر کے بیٹھ جائے، پھر کھڑا ہو کر قرأت کرے اور اس رکعت میں نہ بیٹھے یہ تیسری ہے قعدہ کے اعتبار سے اور دوسری ہے قرأت کے اعتبار سے پھر کھڑا ہو کر سورۃ فاتحہ پڑھے کیونکہ یہ تیسری رکعت ہے قرأت کے اعتبار سے اور چوتھی ہے قعدہ کے اعتبار سے، لہذا اب بیٹھ کر تشہد و درود شریف اور دعا پڑھ کر سلام پھیر دے، نماز ختم ہوگئی، خلاصہ یہ ہے کہ جو رکعت امام کیساتھ بھری جائے وہ بھری پڑھے اور جو رکعت خالی جائے وہ خالی پڑھے۔

س : لاحق اپنی نماز کس طرح پڑھے؟

ج : اول تو یہ بہتر ہے کہ نماز پھر سے شروع کرے چاہے امام فارغ ہو چکا ہو یا نہ ہو چکا ہو اور اپنے کو مسبوق سمجھے اور مسبوق کی طرح نماز پڑھے ورنہ یہ بھی درست ہے کہ جب حدث ہو جائے تو وضو کرنے چلا جائے اور کسی سے کوئی بات نہ کرے؟ وضو کر کے جہاں سے گیا تھا وہاں آجائے یا جہاں موقع ہو وہاں کھڑا ہو جائے اور امام کے ساتھ نماز ادا کرے جب امام سلام پھیر دے تو یہ بھی سلام پھیر دے بشرطیکہ کوئی رکعت امام ساتھ نہ گئی ہو اور اگر کوئی رکعت چلی گئی تھی تو گئی ہوئی رکعت کھڑے ہو کر ادا کرے مگر اس میں کچھ نہ پڑھے، بس اتنی دیر اندازے سے کھڑا رہے جتنی دیر میں قرأت ہو سکتی ہے پھر تکبیر کہہ کر رکوع میں چلا جائے بس اس طرح اپنی گئی ہوئی رکعت ادا کرے اور جو رکعت حدث سے پہلے امام کیساتھ پڑھ لی تھیں وہ ہو چکیں ان کو نہ پڑھے، یہ

ہے طریقہ لاحق کی نماز کا۔

عورتوں کی نماز

عورتوں کی نماز کی کیفیت

س : عورتیں نماز کس طرح ادا کریں؟

ج : عورتوں کیلئے بھی نماز پڑھنے کا وہی طریقہ ہے جو پیچھے بیان کیا گیا ہے لیکن چند چیزوں میں مرد، عورت کی نماز میں فرق ہے اور وہ فرق یہ ہے۔

(۱) تکبیر تحریمہ کے وقت مردوں کو چادر وغیرہ سے ہاتھ نکال کر کانوں تک ہاتھ اٹھانے چاہئیں۔

(۲) مردوں کو قیام کے دوران ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے چاہئیں، اور عورتوں کو سینہ پر وہ بھی اس طرح کہ داہنی ہتھیلی بائیں ہاتھ کی پشت پر بچھ جائے، مردوں کی طرح دائیں ہاتھ کی انگلیوں کا حلقہ بنانا، اور بائیں کلائی کو پکڑنا عورتوں کیلئے ضروری نہیں۔

(۳) مردوں کو رکوع میں انگلیاں کھول کر گھٹنوں کو پکڑنا چاہیے۔

(۴) مرد حالت رکوع میں کہنیاں پہلو سے علیحدہ رکھے، لیکن عورتوں کو کہنیاں پہلو سے ملا کے رکھنی چاہیے۔

(۵) مردوں کو سجدہ میں پیٹ رانوں سے، اور بازو بغل سے جدا رکھنے کا حکم ہے لیکن عورتوں کو ملائے رکھنا، عورتوں کی کہنیاں بھی سجدہ کے دوران مردوں کی طرح زمین سے اٹھی ہوئی نہ ہوں بلکہ زمین پر بچھی ہوئی ہوں۔

(۶) مرد سجدہ میں اپنے دونوں پاؤں پنجوں کے بل کھڑے رکھتے ہیں مگر عورتوں کو دونوں پاؤں دائیں طرف نکال کر کولہوں کے بل بیٹھنا چاہیے، مردوں کیطرح یہ نہ کریں کہ دائیں پاؤں کو کھڑا رکھیں اور بائیں پاؤں پر بیٹھیں۔

جنازہ کی نماز کا بیان

س : نماز جنازہ فرض ہے یا سنت؟

ج : مسلمان میت کی نماز جنازہ فرض کفایہ ہے، اس نماز میں رکوع، سجدہ نہیں ہوتا، چار تکبیریں ہوتی ہیں، جو چار رکعت کے قائم مقام ہیں۔

نماز جنازہ کا طریقہ

س : جنازہ کی نماز کس طرح پڑھی جاتی ہے؟

ج : اس کا یہ طریقہ ہے کہ چار تکبیروں کی نیت کرتے ہیں اور اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ باندھ لیتے ہیں، یعنی اس طرح نیت کرتے ہیں کہ نیت کرتا ہوں چار تکبیروں کی اس جنازہ کی نماز کیلئے، ثناء واسطے اللہ تعالیٰ اور دعا واسطے اس میت کے، منہ میرا کعبہ شریف کی طرف، پیچھے اس امام کے، اللہ اکبر کہہ کر نیت باندھ لے اور نیت باندھ کر ثناء پڑھے، ثناء یہ ہے:

سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَ بِحَمْدِکَ وَ تَبَارَکَ اسْمُکَ وَ تَعَالٰی جَدُّکَ وَ جَلَّ ثَنَائُکَ وَ لَآ اِلٰہَ غَیْرُکَ ☆

پھر دوسری تکبیر بلا ہاتھ اٹھائے کہے اور درود شریف پڑھے درود شریف یہ ہے:

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ وَ سَلَّمْتَ وَ بَارَکْتَ وَ رَحِمْتَ وَ تَرَحَّمْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ یا درود ابراہیمی نماز والا پڑھ لے۔

پھر تیسری تکبیر بلا ہاتھ اٹھائے ہوئے کہے اور دعا پڑھے اور پھر چوتھی تکبیر بلا ہاتھ اٹھائے کہے اور سلام پھیر دے، دعا بالغ کی ایک ہے خواہ مرد ہو یا عورت ہو اور نابالغ لڑکے کی دعا اور ہے اور نابالغ لڑکی کی دعا اور ہے۔

مِنَّا فَتَوَفَّهٗ عَلَى الْاِيْمَانِ ☆

دعا نابالغ لڑکے کی یہ ہے:

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ لَنَا فَرَطاً وَّ اجْعَلْهُ لَنَا اَجْرًا وَّ ذُخْرًا وَّ اجْعَلْهُ لَنَا شَافِعاً وَّ مُشَفَّعاً☆

دعا نابالغ لڑکی کی یہ ہے:

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهَا لَنَا فَرَطاً وَّ اجْعَلْهَا لَنَا اَجْرًا وَّ ذُخْرًا وَّ اجْعَلْهَا لَنَا شَافِعَةً وَّ مُشَفَّعَةً☆

س : کیا نماز جنازہ سب بستی والوں پر فرض ہے؟

ج : نماز جنازہ سب بستی والوں پر فرض نہیں بلکہ یہ فرض کفایہ ہے اگر بعض آدمی ہی پڑھ لیں تو سب گناہ سے بچ گئے اور اگر کسی نے نہ پڑھی تو سب گناہ گار ہوتے ہیں۔

س : اگر کسی کو نماز جنازہ کی دعائیں وغیرہ یاد نہ ہو تو کیا کرے؟

ج : کھڑے ہو کر تکبیر یعنی اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہہ کر ہاتھ باندھ لے سُبْحَانَکَ اللّٰهُمَّ نماز میں جو پڑھتے ہیں وہ پڑھ لے، اگر وہ بھی یاد نہ ہو تو تین بار سُبْحَانَ اللّٰهِ کہہ لے پھر اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہہ کر درود شریف نماز والا پڑھ لے اگر وہ بھی یاد نہ ہو تو تین بار سُبْحَانَ اللّٰهِ کہہ لے پھر اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہے اور دعا یاد نہ ہو تو تین بار سُبْحَانَ اللّٰهِ کہہ لے، جنازہ کی نماز میں صرف تین چیزیں فرض ہیں، اول جنازہ کا سامنے ہونا، دوسرے قیام تیسرے چار تکبیریں۔

س : اگر میت کو بلا نماز پڑھے دفن کر دیں تو پھر کیا حکم ہے؟

ج : تین دن کے اندر اندر اس کے قبر پر جا کر نماز پڑھ لینا چاہئے، اگر کسی نے نماز نہ پڑھی تو تمام بستی والے گناہ گار ہونگے، لہذا جو طریقہ نماز جنازہ کا لکھا گیا ہے اس طرح تین چار آدمی قبر پر نماز پڑھ لیں، نہ یاد ہو تو جو دوسرا طریقہ بتا دیا گیا ہے اس طرح پڑھ لیں یا قریب کسی جاننے والے کو بلا کر پڑھوا دیں اور نماز یاد کرنا شروع کر دیں۔

س : کیا جنازہ کی نماز تیمّم کر کے پڑھ سکتے ہیں؟

ج : اگر یہ گمان غالب ہو کہ وضو کروں گا تو نماز ختم ہو جائے گی تو تیمّم کر کے پڑھ

سکتے ہیں۔

س : اگر کوئی بچہ ایسا پیدا ہو کہ نہ آواز کی، نہ سانس دیکھا تو کیا حکم ہے؟

ج : ایسے بچے کی نماز جنازہ نہیں ہے البتہ اس کا نام رکھ دیا جاوے اور پاک صاف کر کے پاک کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دیں۔

غسل دینے کا طریقہ

س : غسل دینے اور کفانے کا کیا طریقہ ہے؟

ج : غسل دینے کا طریقہ یہ ہے کہ پانی کو بیری کے پتے ڈال کر گرم کر لیا جائے اور میت کو پاک تختے پر لٹا دیں پھر میت کے کپڑے اتار کر ایک پاک کپڑا مرد کے ناف سے لیکر گھٹنوں کے نیچے تک ڈال دیں اور عورت کے سینے سے لیکر ٹخنوں تک ڈال دیں، پھر نہلانے والا اپنے ہاتھ میں کپڑے کا ایک تھیلا سا باندھ لے اور دوسرا شخص پانی ڈالتا جائے اور غسل دینے والا موضوع استنجا کو پاک کرے اور دیکھ لے کہ نجاست تو نہیں لگی ہوئی ہے اگر ہو تو پہلے ڈھیلے سے استنجا کرائے پھر پانی سے اس کے بعد وضو کرائے اور بجائے کلی کے روئی کے پھوئے سے زبان، منہ کو صاف کر دے، سر کو خطمی یا صابن سے دھو دے پھر بائیں جانب کروٹ دلا کر سر سے پاؤں تک تین بار پانی ڈالیں اور ہاتھ سے میل وغیرہ صاف کرتے رہیں۔ (یہاں تک کہ بائیں کروٹ تک پانی پہنچ جائے۔ پھر داہنی کروٹ پر لٹا دے اور اسی طرح سر سے پیر تک تین دفعہ اتنا پانی ڈالے کہ داہنی کروٹ تک پہنچ جائے) پھر میت کو بٹھا کر ہلکے سے پیٹ سونتیں اور تھیلا ہاتھ میں باندھ کر استنجے کی جگہ دیکھیں کچھ نجاست نکلے تو ڈھیلے سے صاف کر کے پانی سے دھو دیں ورنہ پھر دوبارہ غسل دینے کی ضرورت نہیں، پھر کافور گلاب ملا ہوا سر، پیشانی، ناک اور دونوں ہتھیلی، دونوں کہنی، پنجے وگھٹنوں پر لگا دیا جائے اور داڑھی پر لگایا جائے اور غسل کے تختے کو اول لوبان کے دھونی دے دی جاوے تو بہتر ہے۔

کفنانے کا طریقہ

س : کفنانے کا کیا طریقہ ہے؟

ج : کفنانے کا طریقہ یہ ہے کہ مرد کیلئے تین کپڑے ہیں اور عورت کیلئے پانچ کپڑے

کہ مرد کیلئے تین کپڑے ہیں اور عورت کیلئے پانچ کپڑے ہیں، مرد کے تین کپڑے یہ ہیں۔لفافہ ،چادر، کرتہ،عورت کے پانچ یہ ہیں۔لفافہ، چادر، کرتہ، سینہ نبد، سر بند، لفافہ کا طول پونے تین گز، عرض سوا گز، ڈیڑھ گز سر سے پاؤں تک مگر چار گرہ زیادہ، چادر اڑھائی گز طول وعرض مثل لفافہ سر سے پاؤں تک لفافہ سے چار گرہ کم، کرتہ اڑھائی گز یا پونے تین گز کا طول عرض ایک گز کندھے سے نصف پنڈلی تک، سینہ بند طول دو گز عرض سوا گز بغل کے نیچے سے پنڈلی تک، سر بند ڈیڑھ گز طول عرض بارہ گرہ جہاں تک آجائے، طریقہ یہ ہے کہ جس چارپائی پر میت کو لیجانا ہے اس پر اول لفافہ بچھا دیا جائے اس کے اوپر چادر بچھادی جائے اس کے اوپر کرتہ اس طرح کہ کرتہ کا ایک حصہ چادر پر بچھا دیا جائے اور دوسرا حصہ سمیٹ کر سرہانے رکھ دیا جائے، پھر مردہ کو اس کرتہ پر لٹا دیا جائے اور سرہانے رکھے ہوئے حصے کو سر میں سے نکال کر اس کے جسم پر ڈال دیا جائے، پھر چادر کا بایاں پلہ لوٹ کر اس پر دایاں پلہ لوٹ دیا جائے اسی طرح پھر لفافہ کو کر دیا جائے اور ایک کتر سے سرہانے و پاؤں کی جانب کو باندھ دیا جائے، سینہ بند سے عورت کی چھاتی لپیٹ دی جاویں، سر بند ،سر کے بال دو حصہ کر کے سر بند میں لپیٹ کر دائیں بائیں جانب سینہ کے رکھے جائیں۔

دفن کا طریقہ

س : دفن کا کیا طریقہ ہے؟

ج : قبر میں قبلہ رخ کروٹ سے رکھیں سر اور پاؤں کی جانب کے بند کھول دیں پھر تختے یا کچھی اینٹ سے بغلی کا منہ بند کر دیں، اگر صرف لحد ہو تو تختوں سے پاٹ دیا جائے اور کوہان نما مٹی ڈال کر قبر مکمل کر دی جائے اور اوپر کچھ پانی چھڑک دیا جائے، پھر حاضرین کھڑے ہو کر فاتحہ پڑھیں بلا ہاتھ اٹھائے ہوئے اس طرح کہ دس گیارہ بار یا تین بار سورہ اخلاص اور تین بار سورہ فلق ،تین بار سورۃ ناس، تین بار سورۃ الکوثر، تین بار سورۃ کافرون، تین بار الحمد شریف، تین بار درود شریف، پھر اس کا ثواب اول حضور پر نور احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کو پھر انبیاء علیھم السلام کو پھر صحابہ کرامؓ کو پھر اس میت کو بخش دیں، اور بہتر ہے کہ ایک شخص سرہانے کھڑے ہو کر سورۃ بقرۃ کی شروع الٓمّ سے مُفْلِحُوْنَ تک اور دوسرا شخص سورۃ بقرہ کے آخر اٰمَنَ الرَّسُوْلُ سے فَانْصُرْنَا عَلَى

الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ☆ تک پڑھ دے پھر چلے آئیں۔

دفن کے بعد کی دعا کا طریقہ

س : آپ نے فرمایا کہ قبرستان میں فاتحہ کے وقت ہاتھ نہ اٹھائے جائیں یہ نئی بات کیسی ہے، ہم ہمیشہ اپنے بڑوں کو دیکھتے چلے آئے ہیں کہ ہاتھ اٹھا کر فاتحہ پڑھتے رہے ہیں؟

ج : جی ہاں جس بات کا علم نہیں ہوتا اور عمل میں ایک زمانہ سے صحیح طریقہ کے خلاف دیکھنا ہوتا ہے اور پھر جاننے والا اس عمل پر روک ٹوک کرتا ہے تو وہ بات نئی ہی معلوم ہوتی ہے اور چونکہ وہ بات عادت کے خلاف ہوتی ہے اور نیز چونکہ ایسی بات کو دین کی بات ہی سمجھے ہوئے ہوتے ہیں اس لئے گرانی ہوتی ہے اور ترک کرنے کو دل گوارا نہیں کرتا سو عزیز من! یہ من مانی بات اور طبعی حال ہوا شرعی اور عقلی کام نہ ہوا، میں نظیر پیش کرتا ہوں غور سے سنیئے جس وقت ہمارے پیغمبر محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو آپ نے دیکھا کہ اہل مکہ کعبۃ اللہ شریف کا طواف مرد وعورت سب مل کر کرتے ہیں اور مرد ننگے ہوتے ہیں اور عورتیں ذرا سا کپڑا مثل لنگوٹی باندھے ہوتی ہیں اور جانور قربانی کر کے اس کے خون سے بیت اللہ شریف کے دیوار پر چھاپہ مار دیتے ہیں، تو آپ نے فرمایا کہ یہ انسانیت سے گذری ہوئی حیاءسوز حرکتیں کیسی، اول تو خود ننگا ہونا ہی کیا کچھ بدترین فعل ہے اور عورتوں کے سامنے یہ حالت تو چوپایوں کے مانند ہے اور بیت اللہ شریف جو نہایت متبرک پاک چیز ہے اس کو اپنے ہاتھ سے خون کے چھاپے مار مار کر ناپاک کرتے ہو، تو اس پر مشرکین عرب کہنے لگے اس میں کوئی حرج نہیں ہے اگر اس میں کوئی عیب و برائی کی بات ہوتی تو ہمارے پہلے بزرگ بڑے بوڑھے ایسا کیوں کرتے، ہمیشہ سے اسی طرح چلا آیا ہے آپ آج نئی بات بزرگوں، باپ، دادا کے خلاف کہتے ہیں، یہ نئی بات کیسی تو ذرا غور کیجئے کہ ان اہل عرب کو عادت سابقہ باوجود خلاف عقل ہونے کے محض آبائی باپ، دادا کی رواج دی ہوئی کا کتنا خیال ہوا، بلکہ عمدہ ہونا معلوم ہوا کہ ایک پیغمبر کے بتانے پر بھی وہی اپنی رسمی بات پر جمے رہے اور اس کی برائی کے بجائے بھلائی، گناہ کے بجائے ثواب و نیکی نظر آنے لگی، اسی طرح آج ہمارا حال ہے کہ ہم بہت سے کام نیکی برباد گناہ لازم کے کر رہے ہیں، مگر چونکہ باپ، دادا کے رسمی، رواجی کام میں طبیعتیں عادی

ہوگئی ہیں اور ان کاموں کو نیکی کا کام بھی سمجھ بیٹھے ہیں، اس لئے حضرات علماء نائبین رسول ﷺ کے بتانے سمجھانے پر بھی یہی کہہ دیتے ہیں کہ یہ نئی بات کیسی، ہمیشہ سے اسی طرح ہوتا چلا آیا ہے کیا آپ ہی نئی مولوی پیدا ہوئے، پہلے مولوی نہ تھے، اس کا جواب عزیز من وہی ہے جو حضور پرنور ﷺ نے اہل عرب کو دیا تھا، یہ بات ہمیشہ سے چلی آرہی ہے، اور دین کی ثواب کی ہے تو محض اس کے کہنے سے کیا ہوتا ہے ہمیشہ سے باپ دادا سے چلی آرہی ہے اس کے لئے تو نبیوں کا ارشاد اور ان پر جو کتابیں نازل ہوئی تھیں ان کا حوالہ دیکر ثابت کرو کہ یہ ننگا ہو کر طواف کرنا خون کا چھاپہ مارنا نیکی کی بات ہے، ثواب ہے دین میں داخل ہے اسی طرح ہم بھی کہتے ہیں کہ اس کہنے سے کام نہیں چلتا کہ باپ، دادا سے یہ باتیں چلی آرہی ہیں، یاد رکھیئے کہ ہر دینی کام کیلئے دین کی کتاب سے ثابت کرنا ہوتا ہے تو یہ طریقے دینی کتابوں سے کہیں ثابت نہیں اسی طرح فاتحہ پڑھنا بھی ہے قبرستان میں ہاتھ اٹھا کر نہ پڑھنا چاہئے کہ اس میں کفار کو یہ شبہ، وہم ہوسکتا ہے کہ جس طرح ہم اپنے دیوتاؤں سے مانگتے ہیں یہ مسلمان بھی ان قبر والوں سے ہاتھ پسار کر مانگ رہے ہیں لہذا اس سے منع کر دیا گیا۔

نماز جمعہ کا بیان

س : جمعہ کی نماز کس طرح پڑھی جاتی ہے اور کس بستی میں کس پر پڑھنا فرض ہے؟

ج : جمعہ کی نماز کا وقت تو وہی ہے جو ظہر کی نماز کا ہے البتہ فرق یہ ہے کہ جمعہ کی دو رکعت فرض ہیں اور اس سے پہلے چار رکعت سنت ہیں پھر چھ رکعت سنت ہیں جن میں دو سنت مؤکدہ نہیں ہیں چار رکعت مؤکدہ ہیں، ان دو سنتوں کے بعد دو رکعت نفل ہیں، اور فرض سے پہلے چار رکعت سنت مؤکدہ ہیں نیز جمعہ کے فرض سے پہلے خطبہ پڑھنا ضروری ہے اگر بلا خطبہ کے نماز پڑھ لی گئی تو نماز نہ ہوگی اور مرد، آزاد، بالغ، عاقل، بینا، مقیم، تندرست پر جمعہ فرض ہے، شہر اور قصبہ اور اس جگہ کہ جس سے شہر کی کچھ ضروریات متعلق ہوں مثلاً دفن ہونا، فوجی چھاؤنی ہونا جس کو فناء شہر کہتے ہیں، ان تینوں جگہوں میں نماز جمعہ پڑھنے سے نماز ادا ہوتی ہے پس اگر اس جگہ جس کو لوگ گاؤں سمجھتے ہوں وہاں نماز جمعہ ادا نہیں ہوتی اگر وہاں گاؤں میں نماز جمعہ پڑھی جائے گی تو ظہر کی نماز ان کے

ذمہ باقی رہ جائیگی، رہی یہ بات کہ جمعہ کی بھی پڑھ لیں اور پھر ظہر کی بھی پڑھ لیں جس کو بعض لوگ احتیاط الظہر کے نام سے پڑھ لیتے ہیں، اس کا جواب یہ ہے کہ اگر جمعہ کی نماز ہوگئی تو پھر احتیاط الظہر کی کیا ضرورت اور اگر نہیں ہوئی تو پڑھنے سے کیا نفع ہوا، اگر کہا جاوے کہ نفل میں شمار ہوکر ثواب مل جائے گا سو اس کا یہ جواب ہے کہ جب اس نماز کے نفل ہو جانے کا خیال ہے تو نفل نماز میں چھ آدمیوں سے زیادہ جماعت مکروہ ہے نیز نفل نماز کیلئے اتنا اہتمام اور جب خطبہ بھی پڑھا گیا تو معلوم ہوا کہ جمعہ ہی کا قصد ہے اور جمعہ گاؤں میں درست نہیں، پھر جو کام کرنا درست نہیں اس کو کرنا کس ثواب میں داخل ہوسکتا ہے، جب جدہ اور بمبئی حتی کہ مدینہ منورہ مسجد نبوی ﷺ میں پہنچ کر حج کرنے سے حج نہیں ہوتا حالانکہ نہ کرنے سے تو کرنا اچھا ہے تو پھر گاؤں میں جمعہ نہ پڑھنے سے پڑھنا کیوں اچھا ہوگیا، بات یہ ہے کہ جس چیز کا رواج عام سا ہوجایا کرتا ہے اس کی برائی ذہن میں آتی نہیں کوئی کیسا ہی سمجھائے بس یوں کہہ دیتے ہیں کہ یہ تو پہلے سے ہوتا آرہا ہے کیا پہلے علماء نہ تھے، حالانکہ پہلے علماء بھی آج کے علماء کی طرح کہتے تھے مگر جس طرح اب نہیں مانتے اسی طرح پہلے بھی نہ مانا نہ چھوڑا اس لئے اب تک وہی بات ہوتی چلی آرہی ہے گو ان پہلی پرانی رسموں میں بہت کمی ہوگئی ہے، غرض یہ کہ گاؤں میں جمعہ درست نہیں، جنگل میں درست نہیں صرف شہر اور فناء شہر اور جس کو عرف عام میں قصبہ کہہ سکیں ان تین جگہوں میں جمعہ جائز و درست ہے اگرچہ ان جگہوں میں امام کے علاوہ تین ہی مرد بالغ ہوں، خطبہ کے وقت سے پہلی رکعت کے سجدہ تک، لہذا اگر سجدہ کرنے کے بعد سب مقتدی چلے جائیں صرف امام ہی رہ جائے اور وہ نماز پوری کرے تب بھی جمعہ کی نماز ہوجائے گی، پس اگر جمعہ کی شرائط نہ پائے جانے کے باوجود نماز جمعہ پڑھی جائیگی تو وہ مکروہ تحریمی ہے۔

نماز جمعہ کی شرائط

س : نماز جمعہ کیلئے کیا کیا شرطیں ہیں؟

ج : جمعہ کی نماز صحیح ہونے کیلئے کچھ شرائط ہیں۔ جہاں کہیں وہ تمام شرائط پائی جائینگی وہاں جمعہ کی نماز درست ہوگی، اگر کوئی ایک شرط بھی ان میں سے نہ پائی جائے تو جمعہ کی بجائے ظہر

کی نماز پڑھی جائے ، یہ شرائط تعداد میں پانچ ہیں۔

اول : شہر یا قصبہ یا بڑا گاؤں ہونا، چھوٹے گاؤں میں جمعہ کی نماز درست نہیں۔

دوم : ظہر کا وقت ہونا۔

سوم : نماز سے پہلے خطبہ پڑھنا۔

چہارم : امام کے علاوہ جماعت کیلئے کم از کم تین آدمیوں کا ہونا۔

پنجم : اذن عام ہونا یعنی جس جگہ جمعہ کی نماز پڑھائی جائے اس جگہ ہر شخص کو آنے کی اجازت ہو۔

جمعہ کی نماز ظہر کی نماز کے قائم مقام ہے وقت بھی وہی ہے جو ظہر کی نماز کا ہے لیکن فرض کی رکعتیں چار کے بجائے دو ہیں ، جو شخص جمعہ کی نماز پڑھے گا اسے ظہر کی نماز پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے، نماز جمعہ کی کل رکعتیں چودہ ہیں جو اس ترتیب سے پڑھی جائینگی ، اولا جمعہ کی پہلی اذان کے بعد لیکن خطبہ کی اذان ہونے سے پہلے چار رکعت سنت پڑھی جائینگی ، پھر جماعت کے ساتھ دو رکعت فرض، پھر چار رکعت سنت پھر دو رکعت سنت ، پھر دو نفل۔

دو رکعت فرض کے بعد چار رکعت سنت سب کے نزدیک سنت مؤکدہ ہیں ، بعد کی دو رکعت امام ابی یوسف کے نزدیک سنت مؤکدہ ہیں

امام اعظم کے نزدیک فرض جمعہ کے بعد صرف چار رکعت سنت مؤکدہ ہیں اور امام ابی یوسف کے نزدیک چھ رکعت سنت مؤکدہ ہیں۔ (کبیری ص:٣٧٢)

نماز جمعہ سے پہلے خطبہ کا عربی زبان میں پڑھنا ضروری ہے جو خطبہ چاہیں پڑھ سکتے ہیں مگر اس میں اللہ کا ذکر ہونا ضروری ہے ہم نے سہولت کیلئے کتاب کے آخر میں ایک قبول عام خطبہ لکھ دیا ہے۔

جمعہ کے آداب

س : جمعہ کے کچھ آداب بیان کیجئے ؟

ج : (١) جمعہ کے دن نماز فجر کے بعد غسل کرنا سنت ہے اور بہت زیادہ ثواب کا باعث ہے۔

(۲) جمعہ کے دن غسل کے بعد عمدہ سے عمدہ کپڑے جو میسر ہوں پہن لیں، ممکن ہو تو خوشبو بھی لگائیں اور ناخن وغیرہ بھی کتروائیں۔

(۳) جامع مسجد میں بہت سویرے جائیں جو شخص جتنے سویرے جامع مسجد میں داخل ہوگا اسی قدر اس کو ثواب زیادہ ملے گا۔

خطبہ پڑھنے کا مسنون طریقہ

س : خطبہ پڑھنے کا مسنون طریقہ کیا ہے؟

ج : نماز سے پہلے امام منبر پر بیٹھے اور اس کے سامنے کھڑے ہوکر مؤذن اذان کہے، جب اذان ہو چکے تو امام نمازیوں کی طرف منہ کر کے کھڑا ہو جائے اور بلند آواز سے پہلا خطبہ پڑھے، پھر ذرا سی دیر کیلئے بیٹھے اور پھر کھڑے ہوکر دوسرا خطبہ پڑھے، جب خطبہ ختم ہو جائے تو امام منبر سے اتر کر محراب کے سامنے آئے اور مؤذن تکبیر کہے اور پھر سب کھڑے ہوکر جماعت سے نماز پڑھیں، جب امام خطبہ پڑھے تو سب لوگوں کو بالکل خاموش ہوکر خطبہ سننا چاہئے، خطبہ کے وقت بات کرنا، کسی کو ڈانٹنا یا اشارہ کرنا، نماز پڑھنا، درود شریف، تسبیح یا اور کچھ پڑھنا سب ناجائز ہے۔

خطبہ کا بیان

عربی کے سوا دوسری زبان میں خطبہ

س : خطبہ اردو نثر یا نظم میں پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

ج : سوائے عربی کے اردو نثر یا نظم میں خطبہ پڑھنا جائز نہیں، مکروہ تحریمی ہے، سنت کے بالکل خلاف ہے، گو نفس فرض ادا ہو جائے، اس پر ہم کچھ دلیلیں لکھتے ہیں، مہربانی فرما کر خالی الذہن ہوکر سنیئے، ہٹ اور ضد خلاف سنت کام کرنے میں نہ کیجئے، خلوص کو پیش نظر رکھیئے۔

پہلی دلیل : حق تعالیٰ نے فرمایا یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوۃِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَۃِ فَاسْعَوْا اِلٰی ذِکْرِ اللّٰہِ اس مقام پر حق تعالیٰ نے جمعہ کے دن بعد اذان ذکر کی طرف سعی کرنے کا حکم فرمایا ہے اور ذکر جمعہ میں خطبہ بھی ہے اور صلوٰۃ جمعہ بھی ہے لہذا یہ کیسے

ہوسکتا ہے کہ ایک مقام پر تو ایک لفظ سے کچھ مراد ہو اور دوسرے مقام پر اسی لفظ سے کچھ اور مراد ہو کہ یہ اسلوبِ کلام اور فنِ بدیع و بلاغت کے خلاف ہے، لہذا جب ذکر اس جگہ صلوٰۃ کی طرف بھی منسوب ہے اور خطبہ کی طرف بھی، تو جو مراد ذکر سے صلوٰۃ میں ہوگا وہی مراد خطبہ سے لیا جائے گا، پس اگر ذکر سے مراد وعظ و نصیحت ہے جو کہ اردو زبان میں ہوتا ہے اور خطبہ اس معنی کے اعتبار سے اردو میں جائز ہے تو پھر نماز بھی اردو میں جائز ہونی چاہئے اور اس کا کوئی قائل نہیں اور نہ کوئی اسکو جائز کہتا ہے، لہذا خطبہ بھی اردو میں ہونے کا قائل نہیں ہونا چاہئے اور اردو میں جائز نہ رکھنا چاہئے، پس معلوم ہوا کہ ذکر سے مراد وعظ و نصیحت نہیں، لہذا خطبہ جمعہ کا اردو میں پڑھنا جائز نہیں، مکروہ تحریمی ہے گو نفس فرض ادا ہو جاتا ہے۔

دوسری دلیل : ایک تذکیر ہے، دوسرا تذکر ہے، تیسرا ذکریٰ ہے اور چوتھا ذکر ہے، ہر ایک کے معنی میں فرق ہے، تذکیر کے معنی نصیحت کرنا، اور تذکّر کے معنی نصیحت قبول کرنا، ذکریٰ کے معنی نصیحت اور ذکر کے معنی لغت میں حقیقۃً یاد کے ہیں اور جو اسمائے الٰہی اور تلاوت کلام پاک و کلمہ شریف کا ورد کیا جاتا ہے اس کو بھی ذکر کہتے ہیں، اور یہ سب عربی میں ہیں، اور کلام پاک میں خطبہ کیلئے ذکر کا لفظ بولا گیا ہے، نہ تذکیر و تذکر و ذکریٰ کا، لہذا لفظ ذکر سے ثابت ہوا کہ خطبہ عربی میں درست ہوگا نہ کہ دوسری زبان اردو وغیرہ میں۔

تیسری دلیل : حضور پرنور ﷺ نے ہمیشہ خطبہ عربی میں پڑھا، صحابہ کرامؓ آپ کے زمانے میں بعد فتوحات دوسرے ملکوں میں پہنچے مگر خطبہ ہمیشہ عربی میں دیا، حالانکہ جس قدر اہتمام تبلیغ کا ان حضرات کو تھا اس کو عشر عشیر اب کسی کو نہیں نیز زمانہ صحابہ، خلفاء راشدین میں دور دور تک غیر ممالک عربی فارس وغیرہ فتوحات کرتے ہوئے پہنچے مگر خطبہ ہمیشہ عربی میں پڑھا، حالانکہ مخاطب عربی داں ہی نہ ہوتے تھے، اگر خطبہ وعظ و نصیحت کا نام ہے تو صحابہ کرام نے خطبہ حاضرین کی زبان میں کیوں نہ دیا، حالانکہ بعض صحابہ دوسرے زبان کے جاننے والے موجود تھے۔

لہذا فعلِ حضور ﷺ سے جو ہمیشگی کے ساتھ رہا عربی ہی میں خطبہ پڑھنا ثابت ہوا اور فعل صحابہ کرامؓ سے کہ جنہوں نے باوجود دوسری زبان جاننے کے دوسرے ملکوں میں بھی خطبہ

ہمیشہ عربی زبان میں پڑھا، ثابت ہوا کہ خطبہ عربی ہی میں مسنون ہے۔ عربی ہی میں پڑھنا چاہئے، دوسری زبان میں درست نہیں۔

چوتھی دلیل: امام شافعی صاحبؒ جو کہ اجلہ فقہاء میں سے ہیں ان کا تو یہ مذہب ہے کہ غیر عربی میں خطبہ پڑھنے سے جمعہ کی نماز صحیح نہیں ہوتی، چنانچہ سید مرتضٰی زبیدی کی شرح جلد سوم صفحہ ۲۲۶ میں منقول ہے کہ هَلْ يَشْتَرِطُ كَوْنُ الْخُطْبَةِ كُلِّهَا بِالْعَرْبِيَّةِ وَ جْهَانِ: اَلصَّحِيْحُ اِشْتِرَاطُه، فَاِنْ لَّمْ يَكُنْ فِيْهِمْ مَنْ يُّحْسِنُ الْعَرْبِيَّةَ خَطَبَ بِغَيْرِهَا وَ يَجِبُ عَلَيْهِمُ التَّعَلُّمُ وَ اِلَّا عَصَوْا وَ لَاجُمْعَةَ لَهُمْ☆ یعنی صحیح بات یہ ہے کہ تمام خطبہ کا عربی زبان میں ہونا جمعہ کے صحیح ہونے کیلئے شرط ہے، ہاں عربی زبان میں عمدہ طریقہ سے خطبہ پڑھنے والا کوئی نہ ہو تو مجبوراً دوسری زبان میں درست ہے اور لوگوں پر عربی زبان کا سیکھنا واجب ہے، اگر عربی نہ سیکھی اور اردو وغیرہ میں خطبہ پڑھتے رہے تو سب گناہ گار ہونگے اور جمعہ کی نماز ان کی صحیح نہ ہوگی، تو اگر خطبہ عربی زبان کے علاوہ دوسری زبان میں درست ہوتا تو امام شافعی صاحبؒ یوں نہ فرماتے کہ عربی کے علاوہ دوسری زبان میں خطبہ پڑھا گیا تو نماز نہ ہوگی، معلوم ہوا کہ ان کے یہاں عربی ہی میں ہونا شرط ہے، اگر خطبہ وعظ ہوتا تو اس قدر تشدد کا حکم کہ غیر عربی میں خطبہ ہونے سے نماز جمعہ کی صحیح ہی نہ ہوگی، کیونکر ہوتا، لہٰذا جمعہ میں خطبہ عربی کے علاوہ اردو وغیرہ دیگر زبان میں نہ پڑھنا چاہئے۔

پانچویں دلیل: ہر مذہب وملت میں اپنی زبان کی حفاظت اور قانونی زبان کی ترویج ورواج دینا اہم مقاصد میں سے ہے، کیونکہ اس مذہب وملت کی خصوصیت وامتیاز اور شان وشوکت وجلالت اسی زبان میں ہوتی ہے، چنانچہ حکومت انگریز میں زبان انگریزی اور حکومت جرمنی میں زبان جرمنی، حکومت ترکی میں زبان ترکی اور حکومت عربی میں زبان عربی اور حکومت مرہٹہ میں زبان مرہٹی گورمکھی حکومت ہندو زبان ہندی کے رواج دینے اور دفاتر وغیرہ میں اس اپنی اپنی زبان کو قائم کرنے کو لازم قرار دیا جاتا ہے، حالانکہ رعایا اور مملکت میں ہر قسم کی زبان کے افراد ہوتے ہیں، تو پھر جبکہ قانون الٰہی کی زبان عربی ہو، اور پیغمبر آخر الزماں ﷺ کی زبان عربی ہو

اور اہل جنت کی زبان بھی عربی ہو تو اس زبان عربی کو رواج دینا، ترقی دینا، کیونکہ نہ ضروری و لازم نہ دیا جائے گا، اگر عموماً نہیں تو کم از کم اپنی عبادت کے موقعوں پر فعل دعا و تسبیح تکبیرات و قرأت اور خطبہ میں اس کا کیوں نہ التزام رکھا جائے، پس زبان عربی میں ہی خطبہ دینا ضروری ہوا، غیر زبان عربی میں خطبہ دینا درست نہیں، مکروہ تحریمی ہے۔

چھٹی دلیل : اگر خطبہ وعظ ہوتا تو وعظ میں طہارت شرط نہیں اور خطبہ میں طہارت شرط ہے بلا طہارت خطبہ جائز نہیں اور نہ ہی مثل اذکار کے ہے کہ جن میں طہارت شرط نہیں ہے، پس معلوم ہوا کہ جمعہ کا خطبہ جزوِ صلوٰۃ ہے، لہٰذا مثل صلوٰۃ کے طہارت کا ہونا خطبہ میں شرط ٹھہرا اور جب خطبہ ایک گونہ جزو صلوٰۃ ہے تو اس کا عربی زبان میں ہونا ضروری ہے، جیسا کہ علماء محققین کا ارشاد ہے کہ اَلْخُطْبَةُ تَقُوْمُ مَقَامَ رَكْعَتَيْنِ وَ هٰذَا لَاتَجُوْزُ اِلَّا بَعْدَ دَخُوْلِ الْوَقْتِ کہ خطبہ دو رکعت کے قائم مقام ہے، اس لئے زوال سے پہلے خطبہ درست نہیں اور زوال کے آنے کے بعد خطبہ درست ہوگا، جیسا کہ علامہ سرخسیؒ کی کتاب مبسوط میں ہے۔

س : اگر خطبہ صلوٰۃ کا جزو ہے تو پھر استقبال قبلہ کیوں نہیں، لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر پڑھنا کیسا؟ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خطبہ وعظ ہے۔

ج : چونکہ خطبہ عین صلوٰۃ نہیں بلکہ مثل شرط صلوۃ ہے لہٰذا جس طرح وضو طہارت جو کہ شرط صلوٰۃ ہے مگر اس میں استقبال قبلہ شرط نہیں، اسی طرح خطبہ جو کہ نماز جمعہ کے صحیح ہونے کی شرط ہے اس میں بھی استقبال قبلہ شرط نہ ہوا۔

س : یہ تو خوب سمجھ میں آگیا، مگر یہ تو فرمائیے کہ خطبہ میں کچھ باتیں احکام و مسائل وفضائل کی بھی ہوتی ہیں تو مخاطب عربی نہ جاننے والے کیونکر سمجھیں گے؟

ج : میں کہہ چکا ہوں کہ خطبہ وعظ ہے ہی نہیں، ذکر ہے، رہا محض مسائل وغیرہ کا تو وہ وقتی طور پر خطبہ میں ذکر ہوتا ہے سو خطبہ کے ترجمہ کو حاصل کر لینا کچھ مشکل نہیں، ایک وقت اپنے کاموں سے نکال کر خطبہ کا ترجمہ سیکھ لیں، اس طرح یہ مقصد بھی حاصل ہو جائے گا اور خطبہ کا عربی میں ہونا بھی باقی رہ جائے گا، نیز یہ بھی ممکن ہے کہ نماز سے قبل یا نماز کے بعد ہی خطبہ کا ترجمہ سنا دیا

جایا کرے جس کو اس جمعہ میں پڑھا گیا ہے جیسا کہ متبع سنت ایسا ہی کرتے ہیں، یہ کیا ضروری ہے کہ جو چیز مقصود نہیں اس کو مقصود بنا لیا جائے اور جو مقصود ہے اس کو غیر مقصود قرار دے کر ترک سنت کیا جائے اور ارتکاب مکروہ تحریمی کا ہو، خوب سمجھ لو۔

س : ہم نے کہیں کہیں بڑے بڑے علماء کو یہ دیکھا کہ جمعہ کے آخری دوسرے خطبہ میں عباد اللہ سے پہلے کچھ باتیں وقتی ضروریات کی کہتے ہیں، چار چھ منٹ اردو میں بیان فرما دیتے ہیں پھر عباد اللہ سے آخیر تک خطبہ پڑھ کر ختم کر دیتے ہیں کیا یہ سنت کے خلاف ہوگا؟

ج : اول تو وہ موقع ختم خطبہ کا ہے، پھر چار چھ منٹ کچھ کہنا اس کو عرف میں وعظ کوئی نہیں کہتا، مسلسل اردو میں پڑھتے رہنا یہ خلاف سنت ہے گو کہ آخر میں عربی کے کچھ کلمات پڑھ کر خطبہ کو ختم کر دیا جائے بہر صورت خطبہ کا عربی میں ہی پڑھنا ضروری ہے، دوسری زبان میں پڑھنا ضروری ٹھیک نہیں، خلاف سنت اور مکروہ تحریمی ہے۔

نماز تراویح کا بیان

س : تراویح کے نماز کا کیا حکم ہے؟

ج : رمضان کا چاند دیکھ کر عشاء کے فرض وسنت کے بعد تراویح کی نماز شروع ہوتی ہے تراویح کی بیس رکعت ہیں خواہ دو رکعت کی نیت باندھی جائے یا چار چار کی، افضل دو دو کی نیت باندھنا ہے اور چار رکعت کے بعد تھوڑی دیر بیٹھ کر آرام لینا مستحسن ہے، خواہ خاموش بیٹھا رہے خواہ کچھ پڑھتا رہے، تراویح میں ایک مرتبہ تمام قرآن شریف ختم کرنا سنت ہے، اگر حافظ صاحب کچھ لیکر قرآن شریف سنائیں تو ہرگز نہ سنیئے بلکہ الم ترکیف سے کوئی ناظرہ خواں تراویح پڑھا دے یہ بہتر ہے کچھ لیکر قرآن شریف سننے سنانے سے یہ قرآن شریف کو بیچنا ہے اور یہ حرام ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَلَاتَشْتَرُوْا بِاٰیٰتِیْ ثَمَناً قَلِیْلاً ☆

س : جس شخص نے عشاء کی فرض جماعت سے نہ پڑھے ہوں کیا اسے رمضان شریف میں وتر جماعت سے پڑھنا درست ہے اور کیا جو شخص فرض پڑھائے وہی وتر بھی پڑھائے؟

ج : عشاء کی نماز بلا جماعت پڑھے بھی وتر جماعت سے پڑھنا درست ہے بلکہ زیادہ

ثواب ہے اور یہ ضروری نہیں کہ جس شخص نے فرض پڑھائے ہوں وہی وتر بھی پڑھائے۔

س : اگر تراویح کی کچھ رکعت باقی رہ گئی ہوں کیا وتر جماعت سے پڑھ لینا درست ہے؟

ج : اگر تراویح کی نماز باقی رہ جائے اور وتر کی جماعت شروع ہو جائے تو وتر جماعت سے پڑھ لے بعد میں تراویح پڑھے۔

س : تراویح میں کس جگہ آواز سے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھنا چاہئے؟

ج : تراویح میں کسی ایک جگہ خواہ شروع میں، خواہ درمیان میں، خواہ آخر میں ایک مرتبہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم آواز سے پڑھ لینا ضروری ہے اور یہ بسم اللہ آواز سے پڑھنا اس بسم اللہ کے علاوہ ہے جو سورۃ النمل میں بسم اللہ لکھی ہوئی ہے جس کو سلیمانؑ نے بلقیس کے پاس خط لکھتے وقت خط کے شروع میں بسم اللہ لکھا تھا۔

س : تراویح کی کچھ رکعت فاسد ہو جاویں تو کیا اتنا قرآن شریف جو ان رکعت میں پڑھ لیا ہے پھر ان رکعات کے لوٹانے میں پڑھا جائے؟

ج : جو رکعت تراویح کی نہیں ہوئیں ان کو لوٹانے کے وقت ان رکعت میں پڑھا ہوا قرآن شریف ان رکعت میں پھر پڑھا جائے۔

س : کیا نابالغ کے پیچھے تراویح ہو جاتی ہیں؟

ج : نابالغ کے پیچھے تراویح درست نہیں۔

سجدہ تلاوت کا بیان

س : سجدہ تلاوت کس طرح کیا جاتا ہے اور قرآن شریف میں کل کتنے سجدے ہیں؟

ج : قرآن شریف میں کل چودہ سجدے ہیں۔ سورۃ اعراف میں، سورۃ رعد میں، سورۃ نحل میں، سورۃ اسریٰ میں، سورۃ کھیٰعص میں، سورۃ حج میں پہلا سجدہ، سورۃ فرقان میں، سورۃ نمل میں، سورۃ آلم سجدہ میں، سورۃ صٓ میں، سورۃ صٰفّٰت میں، سورۃ نجم میں، سورۃ اِنشقّتْ میں، سورۃ علق میں، طریقہ یہ ہے کہ سجدہ تلاوت کی نیت کر کے بلا ہاتھ اٹھائے اللہ اکبر کہہ کر سجدے میں چلا جاوے اور سجدہ کی تسبیح کہے اور پھر اللہ اکبر کہکر کھڑا ہو جاوے بس سجدہ تلاوت ہو گیا، کھڑے

ہو کر سجدہ تلاوت کرنا افضل ہے اور سلام پھیرنے کی ضرورت نہیں۔

س : سجدہ تلاوت ایک جگہ کئی بار پڑھا یا کئی جگہ پڑھا تو کیا حکم ہے؟

ج : سجدہ تلاوت ایک جگہ کئی بار پڑھنے سے ایک ہی سجدہ لازم ہوتا ہے اور کئی جگہ پڑھنے سے اتنے ہی سجدے لازم ہوں گے۔

س : اگر آیت سجدہ کی تلاوت کی اور سجدہ نہ کیا پھر نماز شروع کر دی اور اسی آیت سجدہ کی قرأت نماز میں کی تو کیا حکم ہے؟

ج : نماز میں سجدہ تلاوت کا سجدہ کر لینے سے سجدہ ادا ہو جائے گا، اب مستقل سجدہ کرنے کی ضرورت نہ رہے گی۔

س : اگر سجدہ کی آیت نماز میں پڑھی اور سجدہ نہ کیا گیا تو کیا بعد میں سجدہ کیا جائے؟

ج : جب نماز میں آیت سجدہ کی تلاوت پر سجدہ نہ کیا تو بعد نماز سجدہ نہیں ہے، صرف توبہ ہے، البتہ آیت سجدہ کے متصل رکوع میں چلا جائے اور نیت سجدہ کی کرے تو سجدہ تلاوت ہو جائے گا اور سجدہ میں جا کر بلا نیت ہی سجدہ تلاوت ادا ہو جاتا ہے۔

س : کوئی شخص پہلی رکعت میں آیت سجدہ پڑھے اور سجدہ کر لے پھر اسی آیت سجدہ کو اسی رکعت یا دوسری رکعت میں پڑھے تو کیا دوسرا سجدہ ہوگا؟

ج : نہیں وہی پہلا سجدہ کافی ہے۔

س : کوئی شخص چار رکعت کی نیت باندھے اور پہلی دو رکعت میں سے کسی ایک رکعت میں آیت سجدہ پڑھے اور سجدہ کر لے پھر اسی آیت سجدہ کو آخری دو رکعتوں میں سے کسی ایک رکعت میں پڑھے تو کیا دوسرا سجدہ ہوگا؟

ج : جی ہاں دوسرا سجدہ کرنا ہوگا وہی سجدہ کافی نہیں ہے۔

س : کوئی شخص تاگہ پھیلانے کیلئے چکر لگاتا ہوا یا تیرنے والا یا دائیں چلانے والا یا ایک شاخ سے دوسری شاخ پر جانے والا آیت سجدہ کو مکرر پڑھے تو کیا ایک ہی سجدہ ہوگا؟

ج : نہیں بلکہ اس کے لئے ہر جگہ مختلف جگہ سمجھی جائے گی اور جتنی بار ایک آیت سجدہ کی تلاوت کرے گا اتنے ہی سجدے کرنا ہوں گے۔

نماز توڑ دینے کا بیان

س : کیا کسی صورت میں نماز توڑ دینا درست ہے؟

ج : جی ہاں درست ہے اور وہ یہ باتیں ہیں جن کی وجہ سے نماز توڑ دینا درست ہے، ریل چل دی اور بیوی، بچے، سامان ریل میں ہو، سانپ کا آجانا، کسی کو جوتی اٹھاتے دیکھ لینا، ہانڈی کا جلنا، ابلنا کہ جس کی لاگت دس بارہ روپیہ ہو یا ایسی ہی قیمت کی کسی چیز کا نقصان ہونا جیسے بلی مرغی پر حملہ کرنا، کسی اندھے آدمی کا کنویں کی طرف چلا جانا کہ گر جائے گا، کسی کے جسم میں کپڑوں میں آگ لگ کر جلنے لگی، ماں، باپ، دادا، نانا، نانی کسی مصیبت میں پکاریں اور دوسرا وہاں امداد کو نہ ہو سنت اور نفل میں ماں، باپ، دادا، دادی، نانا، نانی پکاریں خواہ کسی تکلیف کی وجہ سے یا یوں ہی اور ان کو نماز پڑھنے کا علم نہیں تو ان اخیر کی چار صورتوں میں نیت توڑ دینا واجب ہے۔

نماز عیدین کا بیان

س : نماز عیدین کس طرح پڑھی جاتی ہے اور کیا سب پر واجب ہیں؟

ج : عید، بقر عید کی نماز بالغ، عاقل، مسلمان، قصبہ اور شہر والوں پر واجب ہے، گاؤں والوں پر واجب نہیں، طریقہ عید: بقر عید کی نماز کا یہ ہے کہ نیت کرے اس طرح کہ نیت کرتا ہوں دو رکعت نماز عید الفطر کی یا عید الاضحٰی کی چھ واجب تکبیروں کیساتھ واسطے اللہ تعالی کے پیچھے اس امام کے اللہ اکبر، اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ باندھ لے اور ثناء پڑھے، پھر ہاتھ اٹھا کر اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ چھوڑ دے، پھر ہاتھ اٹھا کر اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ چھوڑ دے، پھر ہاتھ اٹھا کر اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ باندھ لے، اب امام اعوذ باللہ بسم اللہ پڑھ کر آواز سے الحمد للہ پڑھے اور سورہ ملائے، پھر رکوع، قومہ، دونوں سجدے کر کے کھڑا ہو جائے اور بسم اللہ پڑھ کر آواز سے الحمد اور سورۃ پڑھ کر کانوں تک ہاتھ اٹھائے اور اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ چھوڑ دے، پھر ہاتھ اٹھا کر اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ چھوڑ دے، پھر ہاتھ اٹھا کر اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ چھوڑ دے، پھر بلا ہاتھ اٹھائے اللہ اکبر کہہ کر رکوع میں چلا جائے اور باقی رکعت کو پورا کر دے، یہی طریقہ بقر عید کا ہے، نماز سے فارغ ہو کر دعا مانگیں، پھر خطبہ پڑھا جائے، یہ خطبہ

عید بقر عید کا شرط نہیں ہے، سنت ہے، خطبہ کے بعد دعا مانگنے کا رواج خلاف اصول ہے ترک کرنا چاہئے طریق سنت یہی ہے کہ بعد نماز دعا مانگی جائے اور عیدین کی نماز بلا جماعت پڑھنا درست نہیں اور عید الفطر کی نماز دوسرے دن اور بقر عید کی نماز بارہویں تاریخ تک پڑھنا درست ہے، مگر بلا عذر تاخیر کرنا مکروہ ہے۔

س : عید کے دن کتنا صدقہ کس پر واجب ہے؟

ج : عید کی صبح صادق کے وقت جس کے پاس نصاب زکوٰۃ کے موافق یعنی ساڑھے باون تولہ چاندی یا ساڑھے سات تولہ سونا ہو یا ان دونوں کی قیمت کے برابر کوئی چیز، اپنی ضرورت سے زیادہ ہو خواہ وہ چیز مکان ہو، یا زیور ہو، یا نقد روپیہ یا لچکا وغیرہ ہے، خواہ تجارت کیلئے ہو یا نہ ہو جیسے کسی کے پاس دو مکان ہیں ایک میں خود رہتا ہے اور دوسرا کرایہ پر دے رکھا ہے یا خالی پڑا ہے بشرطیکہ اس مکان کے کرایہ پر اپنا گزارا نہ ہو بلکہ اپنی ضروریات سے زیادہ ہو تو اگر اس مکان کی قیمت اتنی ہو کہ ساڑھے باون تولہ چاندی یا ساڑھے سات تولہ سونا آ سکتا ہے تو صدقہ فطر واجب ہوگا، گیہوں پونے دو سیر، جو ساڑھے تین سیر، بہتر یہ ہے کہ ان کی قیمت دیدے خواہ ایک فقیر کو دیدے یا چند فقیروں کو دیدے اور اسی طرح چند آدمی بھی ایک فقیر کو دیدے تب بھی درست ہے، مرد پر اپنا اور چھوٹے بچوں کا واجب ہے، بشرطیکہ ان چھوٹے بچوں کے پاس نصاب کے مقدار کے موافق مال نہ ہو اور اگر اتنا مال ہو تو ان ہی کے مال سے ادا کرے اور عورت پر خود اپنی طرف سے واجب ہے اور جو شخص عید الفطر کی صبح کو مسلمان ہو یا کوئی بچہ پیدا ہو تو اس پر بھی واجب ہے اور اس پر بھی جس نے روزے رکھے ہوں یا نہ رکھے ہوں۔

س : کیا تیمّم سے عیدین کی نماز پڑھنا درست ہے؟

ج : اگر جماعت ختم ہونے کا خوف ہو، خواہ شروع ہی میں یا درمیان میں وضو ٹوٹ جائے تو تیمّم کر کے پڑھ سکتا ہیں۔

س : اگر امام تکبیر کہنا بھول جائے تو کیا کرے؟

ج : اگر رکوع میں یاد آ جائیں تو رکوع میں کہہ لے ورنہ نہ کہے اور کثیر مجمع ہونے کی وجہ سجدہ سہو نہ کرے۔

س : اگر مقتدی کی تکبیر چھوٹ جائیں تا کیا کرے اور اگر رکعت چھوٹ جائے تو کس طرح ادا کرے؟

ج : امام قیام میں ہو تو تکبیریں کہہ کر شریک ہو جاوے اور اگر رکوع میں ہو تو تکبیر تحریمہ کے بعد رکوع میں چلا جائے اور بجائے رکوع کی تسبیح کے بلا ہاتھ اٹھائے تین تکبیر کہہ لے اور اگر ایک رکعت چلی گئی ہے تو کھڑے ہو کر پہلے قرأت کرے پھر تین تکبیریں کہہ کر چوتھی تکبیر بلا ہاتھ اٹھائے کہہ کر رکوع میں چلا جائے اور اگر دونوں رکعت نہ ملی ہوں تو امام کے سلام پھیرنے کے بعد کھڑا ہو جائے اور جس طرح شروع سے عیدین کی نماز سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ پڑھ کر پڑھی جاتی ہیں اسی طرح دونوں رکعتوں کو پڑھ لیا جائے۔

س : بقرعید میں تکبیریں کب سے شروع ہوتی ہیں؟

ج : بقرعید کی تکبیریں جن کو تکبیرات تشریق کہتے ہیں نویں تاریخ کی صبح کی نماز سے واجب ہوتی ہیں اور تیرہ تاریخ کی عصر کی نماز کے بعد ختم ہو جاتی ہیں، ہر نماز فرض کے بعد مقیم جماعت سے نماز پڑھنے والے پر ایک مرتبہ آواز سے کہنا واجب ہے اس طرح کہے، اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ ، لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اللّٰہُ اَکْبَرُ ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَ لِلّٰہِ الْحَمْدُ . اور اگر منفرد، مسافر، عورت بھی تکبیر بعد فرض کے کہہ لے تو بہتر ہے۔

نماز کسوف کا بیان

س : صلوٰۃ کسوف کیا ہے؟

ج : کسوف سورج گرہن کو کہتے ہیں، جب سورج میں گرہن ہو تو اس وقت امام دو رکعت نفل پڑھاوے اس میں قرأت آہستہ سے کرے اور قرأت طویل ہو اور بعد سلام بہت دیر تک دعا کی جاوے، یہاں تک کہ سورج روشن ہو جاوے۔

س : اگر جماعت سے نماز کسوف نہ پڑھیں تو کیا تنہا بھی نہ پڑھیں؟

ج : اگر امام نماز پڑھانے والا نہ ملے تو اپنی اپنی تنہا ہی پڑھ لیں۔

نمازخسوف کا بیان

س : صلوٰۃ خسوف کیا ہے؟

ج : خسوف کہتے ہیں چاند گرہن کو؟ جب چاند میں گرہن ہو اس وقت تنہا تنہا بلا جماعت دو رکعت گھر یا مسجد میں طویل قرأت کیساتھ جہر سے یا آہستہ پڑھیں اور بعد سلام دعا طویل کریں یہاں تک کہ چاند روشن ہونا شروع ہو جاوے، یہ خسوف کی نماز ہے۔

نماز استسقاء کا بیان

س : صلوٰۃ استسقاء کیا ہے؟

ج : جس وقت بارش رک جائے، موسم برسات میں کافی زمانہ نکل جاوے بارش بالکل نہ ہو اس وقت امام مسلمانوں کیساتھ جنگل، عید گاہ وغیرہ میں جائے وہاں دو رکعت نماز جہر سے پڑھاوے اور بعد اس کے خطبہ پڑھے اور دعا مانگے پھر جو چادر امام اوڑھے ہوئے ہو اس کو پلٹ دے اوپر کا حصہ نیچے اور نیچے کا اوپر کردے اور اگر چادر اوڑھے ہوئے نہ ہو تو اچکن عبا کا دایاں، بائیں جانب اور بایاں، دائیں جانب کردے اور اس نماز میں کفار مشرکین شریک نہ ہوں، تین دن تک متواتر ایسا ہی کریں، بعد تین دن کے نہیں، عید گاہ یا جنگل جانے سے قبل خیرات کریں تو بہتر ہے

نمازخوف کا بیان

س : صلوٰۃ خوف کونسی نماز ہے اور اس کا کیا طریقہ ہے؟

ج : جب جہاد کیلئے نکلتے ہیں اس وقت میدان میں اگر کفار مہلت ہی نہ دیں اور برابر لڑنا پڑے تب تو نماز ملتوی کر دی جاوے جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ خندق میں چار نمازیں نہ پڑھیں اور اگر ایسی لڑائی نہ ہو تو نماز کا وقت آنے پر میدان میں دوسری طرف جا کر نماز پڑھیں، اس کا طریقہ یہ ہے کہ لشکر کے دو حصے کر دئے جائیں، ایک دشمن کے مقابلے میں بھیج دیا جاوے اور دوسرے لشکر کو امام پہلے فجر کی ایک رکعت پڑھاوے اور مغرب میں دو رکعت اور اگر مقیم ہوں تو اول دو رکعت پڑھاوے پھر یہ جماعت دشمن کے مقابلے میں چلی جائے اور کھڑی رہے پھر دوسری

جماعت امام کے پیچھے آجائے اور امام اس جماعت کو بقیہ نماز پڑھا کر سلام پھیر دے، پھر یہ جماعت دشمن کے مقابلے میں چلی جائے اور پہلی جماعت پھر یہاں آکر اپنی رہی ہوئی نمازیں پوری کرے یعنی اتنی دیر خاموش کھڑے رہیں جتنی دیر میں سورۃ فاتحہ ختم ہوتی ہے پھر یہ جماعت نماز پوری کر کے دشمن کے مقابلے میں چلی جاوے اور دوسری جماعت یہاں آکر مثل مسبوق قرأت کے ساتھ اپنی نماز پوری کر لے، یہ نماز خوف کہلاتی ہے۔

س : کیا نماز خوف تنہا نہ پڑھیں؟

ج : جی ہاں۔ جب جماعت سے پڑھنے میں سخت دشواری ہو کہ سخت خوف لاحق ہو کہ حملہ کر بیٹھیں تو اس وقت تنہا تنہا پیدل یا سواری پر پڑھ لیں، قبلہ رخ ہو سکیں یا نہ ہو سکیں۔ ہر طرح درست ہے۔ اگر نماز میں لڑنا تلوار چلانا شروع کر دیا تو نماز فاسد ہو جائیگی۔

بیت اللہ شریف میں نماز پڑھنے کا بیان

کعبہ کے اندر تنہا نماز پڑھنا بھی جائز ہے، اور جماعت سے بھی اور وہاں یہ بھی شرط نہیں کہ امام اور مقتدیوں کا منہ ایک ہی طرف ہو، اس لئے کہ وہاں ہر طرف قبلہ ہے، ہاں البتہ یہ شرط ضرور ہے کہ مقتدی امام سے آگے نہ ہو، اگر مقتدی کا منہ امام کے سامنے ہو تب بھی درست ہے، اس لئے کہ اس صورت میں وہ مقتدی امام سے آگے نہ ہوگا، آگے جب ہوتا ہے کہ جب دونوں کا منہ ایک ہی طرف ہوتا اور پھر مقتدی آگے بڑھا ہوا ہوتا، ہاں مگر نماز اس صورت میں مکروہ ہوگی اس لئے کہ کسی آدمی کیطرف منہ کر کے نماز پڑھنا مکروہ ہے، لیکن اگر کوئی چیز درمیان میں کر لی جائے تو یہ کراہت نہ رہے گی۔

شہید کا بیان

س : شہید کسے کہتے ہیں اور شہید کو غسل دینا اور اسکی نماز جنازہ پڑھنا چاہئے یا نہیں؟

ج : جس مسلمان عاقل، بالغ کو میدان جنگ میں قتل کر دیں یا میدان جنگ میں مرا ہوا پایا جاوے اور اس پر زخم بھی ہو یا کسی مسلمان نے دھاردار آلہ سے مسلمان کو قصداً جان کر قتل کر دیا یا کفار نے بدون میدان جنگ کے مسلمان کو مار ڈالا، اگرچہ مسلمان سے کوئی ایسی بات بھی وقوع میں

آئے جو باعث قتل ہو یا مسلمان باغیوں نے مسلمان کو مار ڈالا یا ڈاکوؤں نے مسلمان کو مار ڈالا وہ شہید کہلایا جاتا ہے، اس کا حکم یہ ہے کہ اس کا خون نہ دھویا جائے گا، نہ غسل دیا جائے گا نہ اس کے کپڑے اتارے جائیں گے البتہ اس کی نماز پڑھائی جائے گی، ہاں اس کے جسم پر کپڑے زیادہ ہوں اچکن وغیرہ یا ہتھیار، زرہ، خود ہوں وہ اتار لیے جائیں گے۔

س : اگر بحالت جنابت قتل کیا جائے کیا تب بھی غسل نہیں ہے؟

ج : جنابت کی حالت میں قتل کئے جانے پر غسل دیا جائے گا اسی طرح حیض ونفاس کی حالت میں قتل ہو جانے پر غسل دیا جائیگا۔

س : اگر کوئی شہر کے اندر مرا ہوا پایا جاوے تو اس کا کیا حکم ہے؟

ج : اگر کوئی شہر میں محلّہ کے اندر مقتول پایا جاوے اور قاتل نہ معلوم ہو کہ کون ہے اور نہ یہ معلوم ہو سکے کہ چور، ڈاکوؤں کا یہ کام ہے تو ایسے قتل سے اہل محلّہ پر قسامت لازم آتی ہے اور اس مقتول کو غسل بھی دیا جائے گا اور نماز بھی پڑھائی جائیگی۔

چاند دیکھنے کا بیان

س : رمضان شریف کے چاند ہونے کا کب اعتبار کرنا چاہیئے؟

ج : اگر بادل نہ ہوں آسمان صاف ہو تو اگر اتنے آدمی چاند دیکھنا بیان کریں کہ اتنے لوگوں کا جھوٹا ہونا دل قبول نہ کرے تب رمضان شریف اور عید، بقرعید کے چاند ہونے کا اعتبار کیا جائے گا اور بادل اگر ہوں تو رمضان شریف کے چاند کیلئے ایک مسلمان مرد یا عورت پرہیزگار کی گواہی کہ میں نے رمضان کا چاند دیکھا ہے معتبر ہے چاند کا ثبوت ہو جائے گا، اور اگر عید، بقرعید کا چاند ہے تو بادل ہونے کی حالت میں دو پرہیزگار مرد یا ایک دیندار مرد اور دو دیندار عورتیں گواہی دیں کہ ہم نے عید کا چاند دیکھا ہے تب عید کا چاند ثابت ہوگا اور اگر صرف عورتیں ہی گواہی دیں تو چار عورتیں بھی ہوں تب بھی قبول نہیں۔

س : اگر چاند دیکھنے کی خبر مشہور ہو تو کیا وہ معتبر ہے؟

ج : صرف مشہور ہونے کا کوئی اعتبار نہیں جب تک کہ خود دیکھنے والے آکر گواہی نہ

اب ہم روزے کے متعلق کچھ مسائل واحکام بیان کرتے ہیں۔

س : روزہ کسے کہتے ہیں اور کس وقت کس پر فرض ہے؟

ج : صبح صادق سے سورج ڈوبنے تک نیت کر کے کھانے پینے اور جماع سے رکے رہنے کا نام روزہ ہے، مسلمان، عاقل، بالغ پر فرض ہے، رمضان کے مہینہ میں فرض ہے۔

س : نیت کرنے کا کیا مطلب ہے؟

ج : دل میں روزہ رکھنے کا خیال کرنے کا نام نیت ہے اور زبان سے بھی کہے تو اچھا ہے اس طرح کہ کل میرا روزہ ہے اور رمضان شریف میں خواہ کیسی نیت سے روزہ رکھا جائے رمضان ہی کا روزہ مانا جائے گا خواہ قضا کا رکھے یا نذر وغیرہ کا۔

س : نیت کا وقت کب سے کب تک ہے؟

ج : رمضان شریف کے روزے اور نذر معین اور نفل کے روزے کیلئے تو صبح صادق سے دوپہر یعنی زوال کے وقت تک وقت ہے اور رات کو نیت کر لینا بھی کافی ہے اور قضا رمضان اور نذر غیر معین کا روزہ دن میں نیت کرنے سے درست نہ ہوگا، بلکہ رات کو صبح صادق سے قبل نیت کر لینا ضروری ہے۔

س : نذر معین کسے کہتے ہیں؟

ج : کسی نے یوں کہا کہ میرا فلاں کام ہو گیا تو چوتھی محرم کو روزہ رکھوں گا اسے نذر معین کہتے ہیں کہ دن یا تاریخ مقرر کر دی، اگر دن یا تاریخ معین نہ کرے صرف یونہی کہہ دے کہ فلاں کام ہو گیا تو روزہ رکھوں گا اسے نذر غیر معین کہتے ہیں۔

س : نذر جس کو منت ماننا کہتے ہیں، اس کی تفصیل کیا ہے اور منت ماننا کس طرح درست ہے اور کس چیز کی؟

ج : ناجائز کاموں کی منت ماننا تو حرام ہے مثلاً یوں کہے کہ اگر چوری میں مال ہاتھ لگ گیا تو چار رکعت پڑھوں گا یا چار روزے رکھوں گا، ہاں جائز کاموں کی منت ماننا درست ہے، مثلاً یوں کہے کہ میرا بھائی آ گیا یا میں امتحان میں پاس ہو گیا، میرا بچہ اچھا ہو گیا تو دو روپیہ خیرات کروں گا آٹھ رکعت نماز پڑھوں گا، دو روزے رکھوں گا مگر منت ایسی چیز کیساتھ مانے کہ جس کے کرنے میں

دیں یا ایسے دو شخص پرہیز گار کہ جنہوں نے چاند دیکھنے والوں سے خود سنا ہو کہ ہم نے چند دیکھا ہے تب چاند کا ہونا ثابت ہوگا، اگر تار سے چاند کی خبر آئے تب بھی معتبر نہیں۔

س : کسی ایک شخص نے رمضان شریف کا چاند دیکھا اور اعتبار نہ کیا گیا تو کیا حکم ہے؟

ج : دوسرے لوگ تو روزہ نہ رکھیں لیکن یہ شخص روزہ رکھے پھر تیس روزے اس شخص کے ہو جائیں اور چاند نظر نہ آئے تو اکتیسواں روزہ رکھے اور بستی والوں کیساتھ عید کرے، اسی طرح اگر کسی شخص نے عید کا چاند دیکھا اور اعتبار نہ کیا گیا تو اس عید کا چاند دیکھنے والے کو بھی عید کرنا درست نہیں، صبح کو روزہ رکھنا لازم ہے اپنے چاند دیکھنے کا اعتبار نہ کرے۔

روزوں کا بیان

اسلام کا دوسرا رکن روزہ ہے، حدیث شریف میں روزہ کا بڑا ثواب آیا ہے، اللہ تعالیٰ کے نزدیک روزہ دار کا بڑا رتبہ ہے۔

قرآن پاک میں ارشاد ہے ''اے ایمان والوں تم پر روزے فرض کئے گئے جیسا کہ تم سے پہلی امتوں پر فرض کئے گئے تھے، (ان روزوں کا مقصد یہ ہے کہ) تا کہ تم متقی بن جاؤ''

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے رمضان کے روزے محض اللہ تعالیٰ کے واسطے ثواب سمجھ کر رکھے تو اس کے سب اگلے گناہ صغیرہ بخش دیے جائیں گے۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ روزہ داروں کے واسطے دسترخوان چنا جائے گا وہ لوگ اس پر کھانا کھائیں گے، اور سب لوگ ابھی اپنے حساب ہی میں لگے ہونگے، اس پر وہ لوگ کہیں گے یہ لوگ کیسے ہیں کہ کھانا کھا پی رہے ہیں اور ہم ابھی حساب ہی میں پھنسے ہوئے ہیں، ان کو جواب ملے گا کہ یہ لوگ روزہ رکھا کرتے تھے اور تم روزے نہ رکھتے تھے، اور یہ لوگ نماز (تراویح) پڑھتے تھے اور تم سوتے تھے۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ روزہ دار کی منہ کی بد بو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشک کی بو سے بھی زیادہ پیاری ہے۔

شریعت سے ثواب کا وعدہ ثابت ہو اور جس کام کے کرنے میں شرع سے ثواب کا وعدہ نہیں اس کے کرنے کی منّت ماننا درست نہیں مثلا کام ہو جانے پر میلا دشریف کرانے کی یا مزار پر چادر چڑھانے کی یا مسجد کا طاق بھرنے کی منت ماننا درست نہیں ، اور منت صرف اللہ تعالی کیلئے ماننا درست ہے، کسی پیر، سید، شہید، جن وغیرہ کی منت ماننا حرام ہے، شرک ہے مثلا یوں نہ کہے کہ اے پیر صاحب، اے سید صاحب میرا بیٹا ہوا تو تمھارے مزار پر مٹھائی یا چادر چڑھاؤں گا یا کونڈا کروں گا، مولی مشکل کشا کا روزہ رکھوں گا ، یہ سب شرک و ناجائز ہیں ، بلکہ ایسی منت کی چیز کھانا بھی حرام ہے، عورتوں کی قبر پر جانے کی سخت ممانعت آئی ہے ہمارے حضرت پیغمبر ﷺ نے قبر پر جانے والی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے اور منت کی ہوئی شئی کسی خاص شخص کو دینے کی نیت ہو یا کسی خاص جگہ صرف کرنے کی نیت ہو تو اس طرح کرنا ضروری نہیں بلکہ صرف اس نیت کا پورا کرنا واجب ہے، مثلا یوں کہے کہ فلاں کام ہو گیا تو مکہ کے فقراء کو اتنا خیرات کروں گا، فلاں شخص کو اتنا دوں گا، جامع مسجد میں نفل پڑھوں گا اس سے مکہ کے فقراء یا اس شخص کو دینا یا جامع مسجد میں ہی نماز پڑھنا لازم نہ ہو گا بلکہ کسی غریب کو دیدے کسی جگہ نماز نفل پڑھ لے اور درود شریف اور کلمہ شریف وقرآن شریف پڑھنے کی منت کی تو واجب ہو جائے گی اور اگر سبحان اللہ اور لاحول پڑھنے کی منت کی تو واجب نہ ہو گی۔

س : کیا بے ہوش اور پاگل پر بھی روزہ فرض ہیں اور قضا لازم ہے؟

ج : اگر تمام رمضان بے ہوش رہے تو پورے رمضان کی قضا رکھے اور اگر کچھ رمضان میں دیوانہ پاگل رہے تو پھر اچھا ہو جائے تو اچھا ہونے کے بعد روزے رمضان میں شروع کرے اور جو روزے جنون کی حالت میں نہ رکھے تھے ان کی قضا رکھے ، اگر تمام رمضان دیوانہ پاگل رہے تو پھر روزوں کی قضا نہیں اور رمضان میں جس دن اور جس رات بے ہوش رہا اس ایک دن کی قضا نہیں کیونکہ وہ دن مسلمان کے ظاہری حال کے اعتبار سے روزہ میں شمار ہو گا ، باقی تمام بے ہوشی کے دنوں کی قضا واجب ہے، البتہ جس دن یا جس رات صبح کو روزہ رکھنے کی نیت نہ تھی یا صبح کو کوئی دوا حلق میں ڈالی گئی تو اس دن کا روزہ بھی قضا رکھا جائے گا۔

س : رمضان شریف میں روزہ نہ رکھنا کب جائز ہے؟

ج : طبیب ، ڈاکٹر مسلمان دیندار کہہ دے کہ روزہ نقصان دے گا یا اپنے تجربہ سے معلوم ہو اور سچے دل سے سمجھ میں آوے کہ روزہ رکھنا نقصان دے گا یا بیماری بڑھنے کا ڈر ہو یا بیماری تو نہ بڑھے گی مگر دیر میں اچھا ہونیکا ڈر ہو یا حاملہ یا دودھ پلانے والی عورت کو اپنے یا بچہ کے نقصان کا ڈر ہو یا سفر اڑتالیس میل یعنی چھتیس کوس کا ہو یا حیض آئے یا نفاس ، تو ان صورتوں میں روزہ نہ رکھنا درست ہے پھر قضا رکھے ، حیض و نفاس میں تو روزہ جائز ہی نہیں ، البتہ جنابت کی حالت میں درست ہے مگر جلد نہا لے۔

س : روزہ رکھ کر توڑ دینا کب درست ہے؟

ج : اچانک ایسی بیماری یا پیاس ، بھوک کا لگ جانا کہ اگر کچھ نہ کھائے پیئے تو جان کے ہلاک ہو جانے کا خوف ہو تو روزہ توڑ ڈالنا درست ہے اور پھر قضا رکھے کفارہ نہیں ، کفارہ کے بیان آگے آتا ہے۔

نفل روزوں کا بیان

س : رمضان المبارک کے علاوہ کیا اور بھی روزے ہیں؟

ج : جی ہاں ، فرض روزے تو نہیں ہیں ، البتہ ویسے جب چاہے رکھے ، مگر عید کے دن اور بقرعید کی دسویں ، گیارہویں ، بارہویں اور تیرہویں تاریخ میں یہ پانچ روزے سال بھر میں حرام ہیں ، لہذا کوئی پورے سال بھر روزے رکھنے کی منت مانے تب بھی یہ پانچ روزے نہ رکھے ، پھر رکھ لے اگر کسی نے ان پانچ دنوں میں نفل روزہ رکھ لیا تب بھی توڑ دے اور ان کی قضا بھی نہیں ہے ، اسی طرح رات کو نفل روزہ رکھنے کی نیت کی اور صبح صادق سے قبل ارادہ بدل دیا تو قضا واجب نہیں ، البتہ رکھ کر توڑ دیا تو قضا واجب ہے ، کفارہ نہیں ، نفل روزہ بلا اجازت شوہر کے نہ رکھے ، جبکہ شوہر گھر پر ہو۔

س : کیا شریعت سے خاص خاص دنوں میں نفل روزے رکھنا ثابت ہیں؟

ج : جی ہاں ، ثابت ہیں سنیئے ہر ماہ کی تیرہویں ، چودھویں ، پندرہویں ، پیر ، جمعرات ، محرم کی دسویں ، نویں یا گیارہویں تاریخوں کو روزے رکھنا ثابت ہیں ، صرف دسویں محرم کا روزہ

رکھنا مکروہ ہے، ایسے ہی شعبان کی پندرہویں، عید کے چھ روزے اور بقرعید کے نویں تاریخ کو بھی رکھنا ثابت ہیں اور اگر بقرعید کی یکم سے نویں تاریخ تک برابر روزے رکھے تو اور بھی بہتر ہے۔

روزہ توڑنے والی چیزوں کا بیان

س : روزہ توڑنے والی چیزیں کیا کیا ہیں؟

ج : رمضان شریف میں رات سے نیت کر کے دن میں قصداً کسی ایسی چیز کو کھا پی لیا جس کو کھایا پیا جاتا ہے، یا جماع کرلیا یا کسی دوا کو بلاضرورت کھا پی لیا تو روزہ ٹوٹ جاتا ہے، اور قضا وکفارہ دونوں واجب ہوتے ہیں، اگر رمضان شریف کے مہینہ میں ایسا نہ کیا یا رمضان شریف کے مہینہ ہی میں ایسا کیا مگر رات کو نیت نہ کی تب صرف قضا ہے کفارہ نہیں۔

س : کفارہ کسے کہتے ہیں؟

ج : رمضان شریف کا روزہ توڑ ڈالنے پر دو مہینہ کے برابر لگاتار روزے رکھنے کا نام کفارہ ہے۔

س : کسی شخص میں کفارے کے روزے رکھنے کی طاقت نہ ہو تو کیا کرے؟

ج : اگر روزہ رکھنے کی طاقت نہ ہو تو ساٹھ بالغ مسکینوں کو پیٹ بھر کر دو وقت کھانا کھلادے یا ساٹھ مسکینوں میں سے ہر ایک کو یا ایک مسکین کو ساٹھ دن تک صدقہ فطر کے مطابق کچا اناج یا اس کی قیمت دیدے، البتہ ایک ہی مسکین کو ایک دن میں سب ایک ساتھ دینا درست نہیں ہے نہ ایک مسکین کو ایک دن میں ساٹھ دفعہ کر کے دینا درست ہے اور نہ ایک مسکین کو صدقہ فطر کی مقدار سے کم دینا درست ہے، ہاں یہ جائز ہے کہ ایک مسکین کو اگر ساٹھ دن تک لگاتار نہ کھلا سکے تو کبھی کبھی کھلا کر ساٹھ دن پورے کردے اور یہ بھی جائز ہے کہ دوسرا شخص اس کی اجازت سے کفارہ ادا کردے، اناج وغیرہ دے کر، روزے رکھ کر نہیں، اور بے اجازت کفارہ دینا درست نہیں، نیز ایک ہی رمضان کے کئی روزے توڑ ڈالنے پر ایک ہی کفارہ ہے اور کفارہ کے روزے لگاتار رکھنے چاہئیں، اگر بیچ میں ناغہ ہو گئے تو پھر سے رکھنے پڑیں گے اگر چہ نفاس کی وجہ ناغہ ہوئے ہوں البتہ حیض کی وجہ سے جو روزے نہ رکھے گئے تب پھر سے روزے رکھنے کی ضرورت نہیں بلکہ بقیہ روزے

بعد حیض رکھنا شروع کر دے۔

س : ایسی کونسی بات ہے جس کے ہو جانے سے یہ خیال کر کے کہ روزہ ٹوٹ گیا قصداً کچھ کھا پی لیا تو قضا و کفارہ دونوں واجب ہوتے ہیں؟

ج : سرمہ لگانا، فصد لینا، سر میں تیل ڈالنا، پھول سونگھنا یا خود بخود دھواں یا غبار حلق میں چلا گیا تو روزہ نہیں ٹوٹا، لہذا اگر کسی نے یہ خیال کیا کہ ان باتوں سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور قصداً کچھ کھا پی لیا اس سے قضا و کفارہ دونوں واجب ہوتے ہیں، البتہ قصداً دھواں یا گبار منہ میں لیا، یا لوبان سلگایا اور قصداً سونگھا تو روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور صرف قضا آتی ہے، کفارہ نہیں۔

س : پان وغیرہ منہ میں دبا کر سو جائے اور صبح ہونے پر آنکھ کھلی روزہ رہا یا نہیں؟

ج : روزہ نہیں ہوگا؟ قضا رکھے اور پان کھا کر خوب غرغرہ کر کے منہ صاف کر لیا مگر تھوک میں سرخی رہی تو روزہ رہ گیا۔

س : کوئی ایسی بات بتائیے جس سے یہ معلوم ہو جائے کہ کب روزہ نہیں ہوتا اور کب ٹوٹ جاتا ہے اور کب صرف قضا لازم آتی ہے اور کب قضا و کفارہ دونوں لازم آتے ہیں؟

ج : اگر بھولے سے کچھ کھا پی لیا اور کچھ استعمال کر لیا تو روزہ نہیں ٹوٹتا، اس طرح اگر بلا اندر داخل کیئے کوئی چیز استعمال کی تب بھی روزہ نہیں ٹوٹتا جیسے سرمہ لگانا، تیل لگانا، پھول سونگھنا، خود بخود قے کا ہونا، ان باتوں سے روزہ نہیں ٹوٹتا، ہاں بہت زیادہ منہ بھر کر قے قصداً کرے تو روزہ ٹوٹ جاتا ہے، اگر تھوڑی سی خود ہی کرے تب بھی نہ ٹوٹے گا، ہاں اگر خود ہی لوٹا لی تب ٹوٹ جائیگا اور اگر خود لوٹ جائے تب نہ ٹوٹے گا اور اسی طرح اگر منہ سے خون تھوک سے کم نکلا تو روزہ نہ ٹوٹے گا اور اگر خون تھوک کے برابر یا تھوک پر غالب آجائے تب ٹوٹ جاتا ہے، اور اگر ناک، کان، مسامات یا آگے پیچھے کی راہ سے کوئی چیز رقیق کھانے پینے یا دوا یا کسی اور قسم کی چیز جیسے دھواں دھونی کا ستعمال کیا یا غلطی سے کوئی چیز حلق میں چلی گئی جیسے وضو میں، کلی میں پانی چلا گیا تو روزہ ٹوٹ جاتا ہے، بشرطیکہ روزہ یاد ہو اور صرف قضاء لازم آتی ہے کفارہ نہیں، مگر کان مین پانی ڈالنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا تیل اور دوا ڈالنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور اگر منہ کے ذریعہ سے قصداً ایسی چیز کھا لی یا دوا پی کہ جس کو کھایا پیا جاتا ہے تو روزہ ٹوٹ جاتا ہے، اور قضا و کفارہ دونوں لازم ہوں

گے، اسی طرح جس چیز سے روزہ ٹوٹنے کا شبہ بھی نہیں اس کو کرنے سے یہ سمجھ کر کہ روزہ ٹوٹ گیا پھر قصداً کچھ کھا پی لیا قضا و کفارہ دونوں لازم ہوں گے، نیز قصداً جماع کر لیا تو روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور قضا و کفارہ دونوں لازم ہوں گے۔

س : سحری کھانے کے بعد معلوم ہوا کہ صبح ہونے کے بعد سحری کھائی تھی تو روزہ ہو گیا یا نہیں؟

ج : اگر رات سمجھ کر سحری کھائی پھر معلوم ہوا کہ صبح ہونے کے بعد سحری کھائی تھی تو روزہ نہیں ہوا قضا رکھے کفارہ نہیں اور اگر یہ نہ معلوم ہو کہ صبح ہو گئی تھی یا نہیں بلکہ شبہ رہے تو روزہ ہو جائے گا، لیکن احتیاط اس میں ہے کہ قضا رکھے، اس طرح جب تک سورج ڈوبنے میں شبہ رہے تو روزہ افطار نہ کرے، اصل چیز اپنے دل کی شہادت ہے، اس لئے اگر اذان بھی ہو جائے مگر خود سورج ڈوبنے میں شبہ ہے تب بھی روزہ افطار کرنا درست نہیں، جب سورج ڈوبنے کا پورا یقین ہو تب روزہ کھولے، اگر روزہ کھولنے کے بعد سورج نکل آیا تو پھر روزہ قضا رکھے کفارہ نہیں۔

س : دانتوں میں کچھ اٹکا ہوا اور منہ میں چلا جائے تو کیا روزہ ٹوٹ جائے گا؟

ج : اگر منہ سے باہر نکال کر نگل گیا تب روزہ ٹوٹ جائے گا خواہ وہ کتنا ہی بڑا ہو اور اگر منہ سے باہر نہ نکالا بلکہ دانت سے نکال کر اندر ہی اندر نگل گیا تو چنے سے چھوٹا ہو تو نہیں ٹوٹا اور اگر چنے کے برابر یا چنے سے بڑا ہے تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔

س : اگر کسی میں روزہ رکھنے کی طاقت نہ یا ہو مگر نہ رکھ سکا اور مر گیا تو کیا کیا جائے؟

ج : اگر کسی میں روزہ رکھنے کی طاقت نہ ہو تو ہر روزے کے بدلے مقدار صدقہ فطر ایک مسکین یا چند مسکینوں کو اناج یا اس کی قیمت دیدے یا دو وقتیہ کھانا کھلائے اور اگر پھر طاقت روزہ رکھنے کی آ گئی تو ان روزوں کی قضا واجب ہے، اگر روزے نہ رکھ سکا اور مر گیا تو اگر وصیت کر گیا ہے تو اس کے تہائی مال میں سے فدیہ روزوں کا ادا کیا جائے، اگر تہائی مال کافی نہ ہو اور ورثہ بالغین بعد تقسیم ترکہ اپنے حصہ میں سے دیدیں تب بھی درست ہے، نابالغ کے حصہ میں سے دینا درست نہیں ہے، اور بلا وصیت بلا رضامندی ورثاء بالغین فدیہ دینا درست نہیں ہے، یہی حکم اس شخص کی زکوۃ کا ہے جس نے اپنی زندگی میں ادا نہ کی اور مر گیا اگر وصیت کر دی ہے تب تو اس کے

تہائی مال میں سے ادا کرے یا بالغ وارثوں نے اپنی خوشی سے اپنے مال سے ادا کردی تو ادا ہو جائے گی اور بلا وصیت وارثوں کے دینے سے زکوٰۃ ادا نہ ہوگی البتہ ثواب صدقہ کا پہنچے گا۔

اعتکاف کا بیان

س : اعتکاف کسے کہتے ہیں؟

ج : رمضان شریف کی بیسویں تاریخ کو سورج غروب ہونے سے پہلے عورت کوئی خاص جگہ اپنے گھر میں مقرر کرکے اور مرد ایسی مسجد میں کہ اس میں جماعت پنج وقتیہ ہوتی ہو، عید کا چاند نظر آنے تک روزہ کیساتھ وہاں موجود رہے، اسے اعتکاف کہتے ہیں۔

س : کیا اس جگہ سے نہ ہٹنا چاہئے؟

ج : ہاں اسی جگہ رہنا چاہئے، البتہ پیشاب یا پاخانہ اور غسل کی حاجت ہو تو غسل اور وضو کیلئے نکلنا درست ہے، اور کھانا لانے والا کوئی نہ ہو تو کھانے کیلئے بھی نکلنا درست ہے اور مرد کو جمعہ کی نماز کیلئے بھی نکلنا درست ہے، مگر جمعہ کی فرض یا پوری نماز سے فارغ ہو کر فوراً چلا آوے، اگر وہاں بیٹھا رہا یا راستہ میں کھڑا ہو گیا تو اعتکاف جاتا رہے گا، حتی کہ اگر اپنی مسجد سے بھول کر بھی باہر نکل گیا تب بھی اعتکاف جاتا رہتا ہے، اعتکاف میں بیوی سے ہم بستر ہونا لپٹنا، چمٹنا بھی درست نہیں عورت حیض ونفاس میں اعتکاف چھوڑ دے اور پاک ہونے کے بعد خاص اس دن کی قضا ضروری ہے اگر یہ قضا رمضان شریف ہی میں کی گئی تو رمضان ہی کا روزہ کافی ہے اور بعد رمضان قضا کی تو اس دن روزہ رکھنا بھی ضروری ہوگا۔

س : کیا اعتکاف کرنا ہر شخص کے ذمہ ہے؟

ج : نہیں بستی میں سے کسی ایک شخص نے بھی اعتکاف کرلیا تو سب کے ذمہ سے یہ فرض کفایہ ساقط ہو جائے گا اور اگر کسی نے نہ کیا تو سب اہل شہر گناہ گار ہونگے۔

زکوٰۃ کا بیان

اسلام کا تیسرا رکن زکوٰۃ ہے، جس کے پاس مال ہو اور اس کی زکوٰۃ نہ نکالتا ہو وہ اللہ

تعالیٰ کے نزدیک بڑا ہی گناہ گار ہے، قیامت کے دن اس پر بڑا سخت عذاب ہوگا، قرآن پاک میں جہاں نماز کا ذکر ہے وہاں ساتھ ہی زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم ہے اور زیادہ آیتیں ایسی ہی ہیں جن میں نماز کیساتھ زکوٰۃ کا بھی حکم ہے، زکوٰۃ ادا کرنے والوں کے بارے میں حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ''جولوگ اپنا مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں ان کی مثال اس دانہ کی طرح ہے جس میں سات بالیں ہوں کہ ہر بال میں سو دانے'' اور جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''جس کے پاس سونا چاندی ہو اور وہ اس کی زکوٰۃ نہ دیتا ہو تو قیامت کے دن اس کے لئے آگ کی تختیاں بنائی جائینگی پھر ان کو دوزخ کی آگ میں گرم کر کے اس کی دونوں کروٹیں اور پیشانی داغی جائینگی اور جب ٹھنڈی ہو جائینگی پھر گرم کر لی جائینگی اسی طرح بے شمار احادیث میں زکوٰۃ نہ دیے والوں کے بڑی سخت وعیدیں فرمائی ہیں۔

اب ذیل میں زکوٰۃ کے احکام و مسائل بیان کیے جاتے ہیں۔

س : زکوٰۃ کسے کہتے ہیں؟

ج : اپنی اصل حاجت سے زائد ایک خاص مقدار شرعی مال میں سے سال کے بعد حصہ مقررہ نکالنے کا نام زکوٰۃ ہے، بشرطیکہ وہ مقدار شرعی ایک سال تک برابر یا شروع اور اخیر میں باقی رہے، اگرچہ مال وسط سال میں مقدار شرعی سے کم ہو گیا ہو، ہاں سب مال جاتا رہو تو البتہ زکوٰۃ معاف ہے۔

س : وہ کتنی مقدار ہے جس پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے اور کتنی واجب ہوتی ہے؟

ج : ساڑھے باون تولہ چاندی یا ساڑھے سات تولہ سونے میں زکوٰۃ واجب ہوتی ہے اس کو نصاب کہتے ہیں، اس سے زیادہ ہو تو بھی واجب ہے اور چالیسواں حصہ واجب ہے۔

س : کیا سونے چاندی پر ہی زکوٰۃ واجب ہے اگر ان میں سے کوئی چیز نہ ہو اور چیز ہو اس پر واجب نہیں ہے؟

ج : سونے چاندی اور اس کے زیور اور سکے و برتن، سچا گھوٹا، ٹھپہ سب پر زکوٰۃ اجب ہے چاہے استعال کیا جاوے یا بند رکھے رہیں، البتہ اس مقدار نصاب سے کم ہو جو بیان کی گئی ہے تو زکوٰۃ واجب نہ ہوگی۔

س : سال ختم ہونے سے پہلے سونے چاندی کی قسم سے کوئی اور چیز آجائے تو کیا اس کو اس پہلے مال کیساتھ ملاکر اس سب کی زکوٰۃ سال کے ختم پر دی جائے گی یا اس درمیان میں آئے ہوئے سونے چاندی کی زکوٰۃ کا حساب الگ کریں گے؟

ج : اس پہلے مال کے ساتھ ملاکر زکوٰۃ دی جائے گی مثلاً کسی کے پاس سو روپیہ یا سونا چاندی ضرورت سے زائد رکھے تھے، سال پورا ہونے سے پہلے پچاس روپیہ یا کچھ سونا چاندی اور مل گیا تو ان پچاس روپیہ سونے چاندی کا الگ حساب نہ کریں گے بلکہ اسی روپیہ یا چاندی سونے کیساتھ ملاکر اس چاندی سونے اور اس روپیہ کا جب سال تمام ہوگا تو پورے ڈیڑھ سو روپیہ اور پورے چاندی سونے کی زکوٰۃ واجب ہوگی۔

س : اگر کسی کے پاس اتنا مال ہے جس پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے مگر وہ قرضدار بھی ہے تو پھر زکوٰۃ کس طرح دینا واجب ہے؟

ج : قرضہ کو اس کے مال میں سے نکال کر دیکھیں اگر وہ مقدار زکوٰۃ کے نصاب کے برابر ہو تو زکوٰۃ اس بچے ہوئے مال میں واجب ہے ورنہ نہیں۔

س : اگر نہ سونے کی مقدار پوری ہو اور نہ چاندی کی، بلکہ ہر ایک نصاب سے کم ہے تب زکوٰۃ کا کیا طریقہ ہے؟

ج : ایسی صورت میں دونوں کی قیمت ملاکر ساڑھے باون تولہ چاندی یا ساڑھے سات تولہ سونے کے برابر ہو جائے تو زکوٰۃ واجب ہے ورنہ نہیں، مثلاً اگر دونوں چیزیں اتنی تھوڑی ہیں کہ دونوں کی قیمت نہ اتنی چاندی کے برابر ہے نہ اتنے سونے کے برابر تو زکوٰۃ واجب نہیں، اور اگر سونے اور چاندی دونوں کی مقدار پوری پوری ہے تو قیمت لگانے کی ضرورت نہیں، بلکہ سونے کی زکوٰۃ اس کے نصاب کا حساب کر کے الگ دے اور چاندنی کی زکواۃ اس کے نصاب کا حساب کر کے الگ دے اور اگر اس صورت میں بھی حساب لگا کر دینا چاہے تو اس شرط سے جائز ہے کہ جس طرح قیمت لگانے میں غریبوں کا بھلا ہو اس طرح قیمت لگا دے۔

س : کیا سونے چاندی کے علاوہ کسی اور دھات لوہا، انگا وغیرہ یا مکان دھراؤ قیمتی جوڑے وغیرہ میں زکوٰۃ واجب ہے؟

ج : سونے چاندی کے علاوہ جتنا مال اسباب دیگر قسم کے دھات لگن، دیگ وغیرہ اور مکانات حتیٰ کہ سچے موتی کا ہار جواہرات وغیرہ کی چیز پر زکوٰۃ نہیں، البتہ اگر سوداگری کیلئے وہ سامان ہو اور اس کی قیمت ساڑھے باون تولہ چاندی یا ساڑھے سات تولہ سونے کے برابر ہے تو سال گذرنے پر اس سامان تجارت پر زکوٰۃ واجب ہوگی اور سوداگری کا مال وہی کہلایا جاتا ہے جو سوداگری ہی کی نیت سے خریدا ہو لہذا اگر کسی اور نیت سے لیا پھر اس کو بیچنے کا ارادہ کیا تو مال تجارت نہ کہا جائے گا، اس لئے اس پر زکوٰۃ بھی واجب نہ ہوگی۔

س : مہر جو کہ شوہر پر قرض ہوتا ہے وہ بیوی کو اصول ہو اس پر زکوٰۃ کب سے دی جائے گی؟

ج : مہر کے اصول ہونے کے بعد اگر سال بھر تک بمقدار نصاب باقی رہے تو اس پر زکوٰۃ واجب ہے سال تمام کے بعد اور پچھلے سالوں کی زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔

س : اگر مالدار آدمی کہ جس پر زکوٰۃ واجب ہے وہ سال گذرنے سے پہلے زکوٰۃ دیدے تو جائز ہے یا نہیں؟

ج : جائز ہے بلکہ ایسا آدمی جو کہ صاحب نصاب ہے کئی سالوں کی پیشگی دیدے یہ بھی جائز ہے، لیکن کسی سال مال بڑھ گیا تو بڑے ہوئے کی زکوٰۃ پھر دینا پڑیگی اور صاحب نصاب کو کسی جگہ سے مال ملنے کی امید ہے اور اس نے موجودہ مال نصاب اور اس ملنے والے مال دونوں کی زکوٰۃ پیشگی دیدی تو یہ بھی جائز ہے، البتہ جس شخص پر زکوٰۃ واجب نہیں بلکہ کسی جگہ سے مال ملنے کی امید ہے اور وہ شخص مال ملنے سے پہلے زکوٰۃ دیدے تو یہ زکوٰۃ ادا نہ ہوگی بلکہ جب مال مل جائے اور سال گذر جائے تو پھر زکوٰۃ دینا واجب ہے۔

س : اگر سال ختم ہونے سے پہلے تمام مال چوری ہو جائے یا خیرات کر دیوے، یا کچھ مال خیرات یا چوری ہو جائے تو کیا زکوٰۃ واجب رہیگی؟

ج : تمام مال چوری ہو جائے یا خیرات کر دیا جاوے تو زکوٰۃ معاف ہے اور اگر کچھ چوری ہو گیا یا خیرات کر دیا تو اس کے موافق زکوٰۃ ساقط ہو جائے گی، باقی مال میں زکوٰۃ واجب رہے گی اور اگر نہ خیرات کیا نہ چوری کیا بلکہ بعد سال تمام کسی کو ہبہ کر دیا یا کسی طرح اپنے اختیار

سے ہلاک کرڈالا تو زکوٰۃ ادا نہ ہوگی، بلکہ کل مال کی زکوٰۃ دینا پڑے گی۔

زکوٰۃ ادا کرنے کا طریقہ

س : زکوٰۃ کیسے شخص کو دینا چاہئے اور دیتے وقت کیا نیت کرنا بھی ضروری ہے؟

ج : زکوٰۃ مسلمان غریب کو جس کے پاس نصاب کے برابر مال نہ ہو دینی چاہئے، اور زکوٰۃ دیتے وقت زکوٰۃ کی نیت کرلینا ضروری ہے، اگر دیتے وقت زکوٰۃ کی نیت نہ کی تو جب تک اس شخص کے پاس زکوٰۃ کی رقم موجود ہے تب بھی زکوٰۃ کی نیت کرلینا درست ہے، بلکہ زکوٰۃ کی نیت سے رقم نکال کر الگ رکھ دی اور پھر مستحق مل جانے پر بلا نیت مستحق کو وہ رقم زکوٰۃ کی دیدی تب بھی زکوٰۃ ادا ہوگئی، اس شخص پر یہ ظاہر کرنا ضروری نہیں ہے کہ یہ رقم زکوٰۃ کی ہے بلکہ کسی کو انعام کے نام سے دیدی، یا قرض کیلئے کوئی غریب آیا قرض کے نام سے دیدی مگر دل میں نیت زکوٰۃ کی کرلی تب بھی زکوٰۃ ادا ہوگئی۔

س : کسی پر ہمارا قرض ہو اور ہم زکوٰۃ کی نیت سے اس پر چھوڑ دیں تو زکوٰۃ ادا ہوجائے گی یا نہیں؟

ج : اس طرح زکوٰۃ ادا نہ ہوگی، ہاں اگر جتنے روپیہ اس پر قرض ہیں اتنے روپیہ اگر زکوٰۃ کی نیت سے دے دیئے جائیں اور پھر وہ روپے اپنے قرضہ میں اس سے لے لیے جائیں تو زکوٰۃ ادا ہوجائے گی۔

س : کوئی شخص زکوٰۃ خود ادا نہ کرے بلکہ دوسرے کو زکوٰۃ کی رقم دے کہ وہ ادا کردے تو ادا ہوجائے گی یا نہیں؟

ج : آپ نے کسی کو زکواۃ کی رقم دی کہ یہ کسی مستحق کو دیدینا تو اگر اس نے بعینہ وہی روپے کسی غریب کو دیدیئے یا دوسرے اپنے پاس سے دیدئے اور آپ کے روپے اسکے پاس موجود ہیں خرچ نہیں کئے بلکہ یہ خیال کیا کہ وہ میں لے لونگا تو زکواۃ ادا ہوجائیگی چاہے وہ اپنے کسی رشتہ دار ماں باپ وغیرہ ہی کو دیدئے البتہ خود نہیں لے سکتا۔ ہاں اگر یوں کہہ دیا کہ جو چاہے کرو تب خود بھی لے سکتا ہے اور اگر آپ کے دیئے ہوئے روپیہ خرچ کرڈالے اور پھر اپنے پاس سے غریب

کو دیدئے تو زکواۃ ادا نہیں ہوئی۔اسی طرح اگر آپ کے روپیہ اس کے پاس موجود ہے اور دوسرے روپیہ اپنے پاس سے دیدئے اور دیتے وقت یہ نیت نہ تھی کہ اسکے روپیہ میں لے لونگا تب بھی زکواۃ ادا نہ ہوگی۔اب وہ روپیہ پھر زکواۃ میں دیئے جائیں۔

س: کوئی شخص بلا اجازت کسی کی طرف سے زکواۃ ادا کردے تو زکواۃ ادا ہو جائے گی یا نہیں؟

ج: اگراس شخص نے اجازت دیدی کہ تم ہماری طرف سے زکوٰۃ ادا کردینا کہ اس نے اس کی طرف سے زکوٰۃ دی تب تو ادا ہوگئی اور جتنا زکوٰۃ میں دیا ہے اب اس سے لے لیوے اور اگر تمہاری بلا اجازت زکوٰۃ تمہاری طرف سے دیدی تو زکوٰۃ ادا نہیں ہوئی حتی کہ تم منظور بھی کرلو تب بھی درست نہیں اور نہ اس کو تم سے اس رقم کے وصول کرنے کا حق ہے۔

س: نوٹوں پر زکوٰۃ واجب ہے یا نہیں اور نوٹوں سے زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے یا نہیں؟

ج: نوٹوں پر زکوٰۃ واجب ہے مگر نوٹ سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی۔

﴿نوٹ﴾ لیکن اس وقت اہل فتاوی کا موقف یہ ہے کہ نوٹ بذات خود مال ہے، لہذا نوٹ سے زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے۔ (عبدالواحد عفی عنہ)

س: یہ کیا بات کہ نوٹوں پر زکوٰۃ واجب ہے مگر نوٹ سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی؟

ج: چونکہ نوٹ خود کوئی مال نہیں بلکہ یہ ایک قسم کی رسید حوالہ ہے جو کہ قرضہ ہے اور وہ قرضہ بلا وصول کئے زکوٰۃ کی نیت سے اسی پر چھوڑ دیا تو زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی اور زکوٰۃ میں زکوٰۃ ادا کرنے کے وقت مالک کا بنانا ضروری ہے اور نوٹ دینے کی صورت میں وہ اصل قرضہ کا مالک نہیں ہوتا لہذا اسی طرح یہاں بھی نوٹ دینے سے زکوٰۃ ادا نہ ہوگی، البتہ ان نوٹوں سے غلہ، کپڑا، جوتا استعمال کی چیز خرید کرادا کریں تو ادا ہو جائے گی اور یا اس سے جس کو زکوٰۃ میں نوٹ دے رہے ہیں یہ کہہ دیں کہ ان نوٹوں سے اپنے استعمال کی چیز خرید لینا اور وہ خرید بھی لے تب بھی زکوٰۃ ادا ہو جائے گی اور اگر کوئی چیز نہ خریدی اور ضائع ہو گئے یعنی استعمال میں نہ آسکے اور دینے والے کو معلوم ہو جائے تو پھر ادا کرنی ہوگی، چونکہ قرضہ پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے، لہذا نوٹوں پر (جو کہ قرضہ ہے گورمنٹ پر) زکوٰۃ واجب ہوگی۔

پیداوار کی زکوٰۃ کا بیان

س : کیا ہر قسم کی زمین کی پیداوار میں زکوٰۃ واجب ہے اور کیا اس کا نام بھی زکوٰۃ ہے یا کچھ اور؟

ج : ہر قسم کی زمین پر واجب نہیں ہے بلکہ اس زمین پر ہے جو عشری ہو اور زمین کی پیداوار پر جو واجب ہوتا ہے اس کو عشر اور اس زمین کو عشری کہتے ہیں۔

س : زمین عشری کی ذرا تفصیل کیجئے کہ کونسی زمین کو عشری زمین کہتے ہیں؟

ج : کوئی ملک یا شہر کافروں کے قبضہ میں ہو اور وہ لوگ وہاں رہتے سہتے ہوں، پھر مسلمان وہاں چڑھ آئیں اور لڑ کر وہ ملک یا شہر فتح کرلیں اور وہاں اسلام پھیلا دیں اور اس شہر کی یا ملک کی تمام زمین مسلمان حکمرانوں نے مسلمانوں پر تقسیم کردی تو ایسی زمین کو زمین عشری کہتے ہیں یا بلا لڑے ہوئے اس شہر کے سب لوگ اپنی خوشی سے مسلمان ہو گئے تب بھی اس شہر کی سب زمین عشری کہلائے گی، ملک عرب کی سب زمین عشری ہے، اگر کسی کے باپ دادا سے ہی زمین عشری چلی آئی ہو یا کسی ایسے مسلمان سے خریدی ہو جس کے پاس اسی طرح چلی آئی ہو تو ایسے زمین کی پیداوار سے زکوٰۃ یعنی عشر دینے کا طریقہ یہ ہے کہ اگر کھیت میں صرف بارش کے پانی سے پیداوار ہو جائے یا ندی دریا کے کنارے ترائی میں بے سینچے پیداوار ہوگئی تو اس پیداوار میں سے دسواں حصہ نکالنا چاہئے، مثلاً ایسی زمین سے سو (۱۰۰) من پیداوار ہو تو دس من اور دس سیر میں ایک سیر حصہ خیرات کردے اور اگر اس زمین کو کسی اور طرح سینچا ہے مثلاً کنوئیں کے پانی سے یا رہٹ چلا کر یا بمبو نکے پانی سے آب پاشی ادا کر کے سینچا ہے تو اس میں جو کچھ پیدا ہو اسکا بیسواں حصہ خیرات کرنا واجب ہے مثلاً سو من میں سے پانچ من دس سیر میں سے آدھ سیر۔

س : کتنی پیداوار میں دسواں یا بیسواں حصہ خیرات کرنا واجب ہے؟

ج : اس کی کوئی قید نہیں جس قدر بھی پیداوار ہو کم و زیادہ میں فرق نہیں۔

س : کیا ہر قسم کی پیداوار میں صدقہ واجب ہے؟

ج : جی ہاں، خواہ دانہ کی قسم سے ہو، جیسے گیہوں، جو، چنا، مٹر، مکا وغیرہ خواہ ترکاری کی

قسم سے ہو جیسے پالک ، میتھی ، لوکی وغیرہ ، ترکاریاں خواہ میوہ جات کی قسم سے ہو انگور ، انار ، سیب وغیرہ البتہ گھر میں کوئی درخت یا ترکاری وغیرہ کی قسم سے بویا جائے تو اس کے پھل پیداوار میں صدقہ واجب نہیں ہے۔

س : اگر کافر زمین عشری کو کسی مسلمان سے خریدے یا کوئی مسلمان اس کافر سے خریدے یا کسی اور طرح سے ہبہ وغیرہ کے ذریعہ سے وہ زمین کافر سے مسلمان کو مل جائے کیا تب بھی عشر ہی واجب ہے؟

ج : عشری زمین کو کافر مسلمان سے خریدے ، یا مسلمان اس کافر سے خریدے ، یا کسی اور طرح سے اس کو مل جائے تو پھر عشر واجب نہیں ہوتا۔

س : یہ عشر مالک زمین پر ہے یا پیداوار کے مالک پر؟

ج : اس میں اختلاف ہے ، صحیح تو یہ ہے کہ پیداوار کے مالک کے ذمہ ہے ، لہذا کھیت اگر ٹھیکہ پر ہو خواہ نقد پر یا غلہ پر تب تو کاشت پر واجب ہے ، اور اگر کھیت بٹائی پر ہے تو زمیندار اور کسان دونوں کے ذمہ اپنے اپنے حصہ کا واجب ہے۔

کن کن لوگوں کو زکوٰۃ دینا جائز ہے ، اور کن کو نہیں

س : زکوٰۃ کیسے شخص کو دینا جائز ہے؟

ج : ایسے مسلمان کو جو کہ صاحب نصاب نہ ہو یعنی اس کے پاس ساڑھے باون تولہ چاندی یا ساڑھے سات تولہ سونا نہ ہو ، اور نہ اتنی قیمت کا سوداگری کا مال ، اور نہ اتنی قیمت کا اپنی ضرورت سے زائد دوسری قسم کا مال ہو ، اس کو بلا کسی عوض کے مالک بنا کر زکوٰۃ دینا درست ہے ، کافر کو زکوٰۃ ، صدقہ فطر ، نذر ، کفارہ ، عشر کی رقم دینا درست نہیں باقی خیرات دینا درست ہے۔

س : ضرورت کے سامان ہونے کا کیا مطلب ہے؟

ج : جو سامان اسباب اکثر کام میں آتا ہے جیسے اپنی گھر پہننے کے کپڑے ، نوکر چاکر گھر کی گرہستی ، پڑھے ہوئے آدمی کے پاس اس کی سمجھ کے موافق پڑھنے کی کتابیں ، دس ، پانچ گھر کا ہونا جو کہ کرایہ پر چلتے ہیں جن کی آمدنی سے اپنی گذر ہوتی ہے ، یا ایک آدھ گاؤں کہ جس کی آمدنی

سے گذر اوقات بھی نہیں ہوتی، یا ہزار، بارہ سو روپیہ موجود ہے مگر اتنے ہی یا اس سے زیادہ کا قرضہ بھی ہے یا قرضہ کم ہے مگر قرضہ ادا کر کے اتنی رقم نہیں بچتی کہ جس میں زکوٰۃ واجب ہو ان کو اسباب ضروری کہا جاتا ہے، بخلاف دیگ، لگن، شامیانے وغیرہ کہ گھر میں رکھے رہتے ہیں کبھی اتفاقی بیاہ شادی میں کام آجاتے ہیں وہ سامان ضروری میں داخل نہیں لہذا ان کی قیمت ساڑھے باون تولہ چاندی یا ساڑھے سات تولہ سونا یا چون روپیہ کے برابر ہو تو زکوٰۃ لینا درست نہیں۔

س : اگر ایک شخص مال دار ہے لیکن سفر میں احتیاج پیش آگئی کہ روپیہ پاس نہ رہا گھر تک کا کرایہ بھی نہ رہا کیا ایسے شخص کو زکوٰۃ دینا درست ہے؟

ج : درست ہے۔

س : کیا زکوٰۃ کا پیسہ مسجد و کفن دفن اور مدرسین و مؤذن، اور امام کو تنخواہوں میں دینا درست ہے؟

ج : ان موقعوں میں دینا درست نہیں، حتی کہ میت کا قرضہ بھی زکوٰۃ کے پیسے سے ادا کرنا درست نہیں ہے، زکوٰۃ کیلئے یہ شرط ہے کہ ایسے غریب مسلمان کو دی جائے کہ وہ اس پیسے کا مالک بن سکے اور کسی کام کے عوض نہ دیا جائے۔

س : کیا نابالغ کو زکوٰۃ دینا درست نہیں ہے؟

ج : اگر نابالغ کا باپ مال دار ہو تو اس کو زکوٰۃ دینا درست نہیں اور اگر باپ مالدار نہ ہو تو ماں مالدار ہو تو نابالغ بچہ کو زکوٰۃ دینا درست ہے۔

س : اولاد فاطمہ اولاد حضرت علیؓ جو کہ حضرت فاطمہؓ سے ہوں اور برادر چچازاد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو زکوٰۃ دینا درست ہے؟

ج : اولاد فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اولادِ حضرت علیؓ جو کہ حضرت فاطمہؓ سے ہوں اور برادر چچازاد حضور صلّی اللہ علیہ وسلم کو زکوٰۃ دینا درست نہیں ہے اور نہ صدقات واجبہ، جیسے نذر، کفّارہ، عشر، صدقہ فطر، ان کے علاوہ ہر قسم کے صدقہ نفلی یونہی اللہ واسطے دینا درست ہے۔

س : کیا نوکر، ماما، دائی، خدمتگار وغیرہ کو صدقہ واجبہ کا پیسہ دینا درست ہے؟

ج : درست ہے لیکن تنخواہ میں نہ لگائے، بلا تنخواہ یونہی بطور انعام کے دیا جائے اور دل

میں زکوٰۃ دینے کی نیت کر لی جائے۔

س : ایسا قاعدہ بتاؤ کہ جس سے یہ معلوم ہو جائے کہ کس کو زکوٰۃ دینا درست ہے کس کو نہیں؟

ج : اپنے اصول جیسے ماں، باپ، دادا، سگر دادا وغیرہ، اسی طرح نانا، نانی، پر نانا، سگر نانا وغیرہ اور اپنی فروع یعنی اولاد در اولاد بیٹا، بیٹی، پوتا، پوتی، پڑپوتی، نواسی، درنواسی، وغیرہ اور شوہر بیوی کو اور بیوی شوہر کو اور غلام سیدوں کو زکوٰۃ دینا درست نہیں، ان کے علاوہ سب غریب مسلمانوں کو زکوٰۃ دینا درست ہے، خواہ وہ بہن، بھائی، پھوپھی، چچی، ساس، سسر، سالی، بھانجی، خالہ، سوتیلا باپ، سوتیلی ماں وغیرہ کوئی ہو۔

س : عورت کہ جس کا مہر بمقدار نصاب شوہر پر چاہئے کیا اس کو زکوٰۃ دینا درست ہے؟

ج : اگر خاوند غریب ہو ادا نہیں کر سکتا یا امیر ہے دیتا نہیں، یا مہر معاف کر دیا تو ایسی عورت کو زکوٰۃ دینا درست ہے، اور اگر یہ امید ہے کہ جب مانگے گی تب دیدیگا انکار نہ کرے گا تو ایسی عورت کو زکوٰۃ دینا درست نہیں ہے۔

س : جن کو زکوٰۃ دینا درست نہیں اگر غلطی سے ان کو زکوٰۃ دیدی جائے تو ادا ہو جائے گی یا نہیں؟

ج : اگر وہ شخص کافر نہ ہو تو ادا ہو جائے گی، مثلاً کسی کو مستحق سمجھ کر زکوٰۃ دیدی پھر معلوم ہوا کہ وہ سید ہے، یا مالدار ہے، یا اندھیرے میں کسی کو زکوٰۃ دیدی پھر معلوم ہوا کہ وہ تو میری ماں ہے، یا باپ، یا لڑکی، یا ایسا رشتہ دار نکلا کہ جس کو زکوٰۃ دینا درست نہیں تو زکوٰۃ ادا ہوگئی، مگر ان کو جب معلوم ہو جائے کہ یہ پیسہ زکوٰۃ کا ہے اور میں زکوٰۃ کا مستحق نہیں ہوں تو واپس کر دے، اگر وہ شخص کافر نکلے تو زکوٰۃ ادا نہ ہوگی، اس سے لے لے اگر وہ نہ دے تو پھر کسی مستحق کو ادا کرے۔

س : کوئی آدمی ہے اور اس کا غریب یا مالدار اور سید وغیرہ ہونا کچھ معلوم نہ ہو تو کیا اس کو زکوٰۃ دینا درست ہے؟

ج : ایسے شبہ کی حالت میں پیسہ نہ دینا چاہئے، اگر بلا تحقیق دیدیا تو دل اگر اس کے غریب ہونے کی طرف زیادہ جائے تب تو زکوٰۃ ادا ہوگئی، پھر سے دوبارہ نہ دے اور اگر دل یہ کہے

کہ یہ مالدار ہے تو زکوٰۃ ادا نہ ہوگی پھر ادا کی جائے۔

س : سب سے زیادہ زکوٰۃ کے کون لوگ مستحق ہیں؟

ج : سب سے زیادہ اپنے رشتہ دار ہیں مگر ان سے یہ ظاہر نہ کرو کہ یہ زکوٰۃ کا پیسہ ہے تا کہ ان کو عار نہ آئے، برا نہ مانے،، ان کے بعد دوسرے لوگ ہیں اور مدارس دینیہ ہیں، کیونکہ مدارس دینیہ میں صدقات، زکوٰۃ، فطر، چرم قربانی وغیرہ کی رقم دینے کا بہت ثواب ہے، اول غریب ہونے کا، دوسرے مسافر ہونے کا، سوم مہمان رسول اللہ ﷺ ہونے کا، چہارم طالب علم ہونے کا جہاں تک ہو سکے ایک شہر کی زکوٰۃ دوسرے شہر میں نہ پہنچے یہ مکروہ ہے، اپنی ہی بستی کے مدارس غرباء پر تقسیم کی جائے، ہاں دوسرے شہر کے لوگ زیادہ محتاج ہوں یا اپنے رشتہ دار دوسری جگہ رہتے ہوں تو بھیجنا درست ہے، مکروہ نہیں۔

صدقہ فطر کا بیان

س : صدقہ فطر کسے کہتے ہیں؟

ج : رمضان شریف کے بعد عید کے دن عید کی نماز سے پہلے جو ایک خاص مقدار میں ہر شخص صاحب نصاب غریب کو خیرات کرتا ہے اسے صدقہ فطر کہتے ہیں۔

س : صدقہ فطر کس پر واجب ہے؟

ج : ہر مسلمان مالدار، بالغ و نابالغ، مرد و عورت پر صدقہ فطر واجب ہے خواہ روزہ رکھے یا نہ رکھے۔

س : مالدار ہونے سے کیا مطلب ہے؟

ج : مالدار ہونے کا یہ مطلب ہے کہ جتنی مقدار پر زکوٰۃ واجب ہے اتنا مال ہو اپنی ضرورت اور قرضہ سے زائد بچا ہوا ہو، یا اتنی قیمت کا مال و اسباب ہو، رہنے کے علاوہ دوسرا مکان موجود ہو خواہ وہ مال و اسباب سوداگری کا ہو یا نہ ہو، اس پر سال گذر چکا ہو یا نہ گذر چکا ہو بلکہ عید کے دن صبح صادق سے پہلے ہی اتنا مال مل جائے میراث یا ہبہ وغیرہ میں تب بھی صدقہ فطر واجب ہے۔

س : صدقہ فطر کب واجب ہوتا ہے؟

ج : عید کے دن صبح صادق کے وقت واجب ہوتا ہے، اگر کوئی صبح صادق سے پہلے مر گیا اس پر واجب نہیں، اسی طرح جو بچہ صبح صادق کے بعد پیدا ہو گیا یا صبح صادق کے بعد کوئی کافر مسلمان ہو گیا تو ان پر صدقہ فطر واجب نہیں۔

س : صدقہ فطر کس وقت ادا کرنا چاہیے؟

ج : مستحب اور بہتر یہ ہے کہ عید کی نماز کو جانے سے پہلے ادا کریں تاکہ بیچارے غریب لوگ بھی اس کے ذریعہ سے اپنے گھر میں کھانے پکانے کا سامان کر لیں اور اپنے بچوں کو خوش کر سکیں اور اگر بعد عید یا رمضان شریف میں ادا کر دیں تب بھی ادا ہو جائے گا، اگر عید سے پہلے ادا نہ کیا ہو تو یہ نہیں کہ معاف ہو گیا بلکہ کسی دن ادا کرنا ضروری ہے۔

س : صدقہ فطر اپنی ہی طرف سے واجب ہے یا دوسرے کی طرف سے بھی مثلاً ماں، باپ، اولاد، بیوی کی طرف سے بھی؟

ج : صرف اپنی ہی طرف سے واجب ہے، ماں، باپ، میاں، بیوی کی طرف سے واجب نہیں، البتہ مرد پر نابالغ اولاد کا بھی واجب ہے لیکن اگر وہ نابالغ اولاد مالدار ہے تو پھر ماں، باپ کے ذمہ نہیں، بلکہ ان کی مال میں سے دیدیوے، اور بالغ اولاد کی طرف سے واجب نہیں، اگر کسی کا لڑکا مجنون ہو تو اس کی اجازت سے دیدے اگر بچہ عید کے دن صبح صادق کے بعد پیدا ہو تو اس کی طرف سے فطرہ واجب نہیں۔

س : صدقہ فطر کس قدر واجب ہے؟

ج : گیہوں یا گیہوں کا آٹا یا ستو پونے دو سیر ہے، مگر احتیاطاً دو سیر دیدیا جائے اور جو اور جو کا آٹا یا ستو اس کا دگنا دیا جائے اور چنے اور جوار دی جائے تو اس قدر دی جائے کہ اس کی قیمت اتنے گیہوں یا جو کے برابر ہو جائے جو کہ بیان کی گئی ہے اور سب سے اچھا یہ ہے کہ اس وقت جو نرخ گیہوں کا یا جو کا ہو اس بھاؤ سے اتنے وزن گیہوں یا جو کی قیمت دیجائے۔

س : صدقہ فطر ایک ہی فقیر کو دیا جائے یا تھوڑا تھوڑا کئی فقیروں کو دیا جائے؟

ج : سب طرح جائز ہے خواہ ایک آدمی کا صدقہ فطر ایک ہی آدمی کو دیا جائے، یا

چند فقیروں کو یا کئی آدمیوں کا صدقہ فطر ایک فقیر کو دیا جائے یا چند فقیروں کا دیا جائے، لیکن چند آدمیوں کا صدقہ فطر ملا کر اتنا فقیر کو نہ دیا جائے کہ وہ زکوٰۃ کے نصاب کی مقدار پہنچ جائے کیونکہ اتنا دینا مکروہ ہے۔

قربانی کا بیان

قربانی کا بہت بڑا ثواب ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''قربانی کے دونوں میں قربانی سے زیادہ کوئی چیز اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں ان دنوں میں یہ نیک کام سب نیکیوں سے بڑھ کر ہے اور قربانی کرتے وقت یعنی ذبح کرتے وقت خون کا جو قطرہ زمین پر گرتا ہے تو زمین تک پہنچنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے پاس مقبول ہو جاتا ہے''۔

تو خوب خوش دل کھول کر قربانی کیا کرو، اور حضور ﷺ نے فرمایا کہ ''قربانی کے بدن پر جتنے بال ہوتے ہیں ہر ہر بال کے بدلے میں ایک ایک نیکی لکھی جاتی ہے'' بھیڑ کے بدن پر جتنے بال ہوتے ہیں اگر کوئی صبح سے شام تک گنے تب بھی نہ گنے جا سکے، اگر اللہ تعالیٰ نے امیر اور مالدار بنایا ہے تو مناسب ہے کہ جہاں اپنی طرف سے قربانی کرے وہاں ان رشتہ داروں کیلئے بھی کرے جو انتقال کر گئے ہیں جیسے ماں، باپ وغیرہ کہ ان کے روح کو بھی اتنا بڑا ثواب پہنچ جائے اور حضور ﷺ کی طرف سے، آپ کی بیویوں کی طرف سے اور اپنے پیر وغیرہ کی طرف سے بھی کر دے، اور نہیں تو کم از کم اپنی طرف سے قربانی ضرور کرے، کیونکہ مالدار پر تو واجب ہے جس کے پاس مال و دولت سب کچھ موجود ہے اور قربانی کرنا اس پر واجب ہے پھر بھی اس نے قربانی نہ کی اس سے بڑھ کر بدنصیب اور محروم کون ہوگا اور گناہ الگ رہا۔

قربانی کے احکام

س : قربانی کس پر فرض ہے؟

ج : جس پر صدقہ فطر واجب ہے اس پر قربانی فرض ہے، اس کے کرنے میں بہت بڑا ثواب ہے، اسلئے مسافر شرعی اور جس پر فرض بھی نہ ہو اگر وہ بھی قربانی کرے تو بیحد ثواب پاوے، ہاں اگر مسافر قربانی کے دنوں میں سے کسی دن اپنے گھر لوٹ آیا اور اس کے پاس اتنا مال ہے کہ

جس پر قربانی فرض ہوتی ہے تو تیسرے دن قربانی کرنا ہوگی۔

س : قربانی کا وقت کب سے کب تک ہے؟

ج : بقرعید دسویں تاریخ کو نماز کے بعد سے لیکر بارہویں تاریخ تک سورج غروب ہونے سے پہلے بھی کر لینا درست ہے، اسی طرح اگر شہر اور قصبہ کے رہنے والے شخص نے اپنی قربانی کا جانور گاؤں میں بھیج دیا تھا تو اب اس کی قربانی نماز سے پہلے کرنا درست ہے، بعد ذبح گوشت منگوالے اور کھائے۔

س : کیا قربانی اپنے ہاتھ سے کرنے، اور کیا ذبح کے وقت کسی دعا کا پڑھنا ضروری ہے؟

ج : نہ اپنے ہاتھ سے کرنا ضروری اور نہ کسی دعا کا پڑھنا ضروری ہے، ہاں اگر خود ذبح کرنا آتا ہو اور دعا یاد ہو تو خود ذبح کرنا اور دعا پڑھ لینا اچھا ہے صرف دل میں قربانی کا یہ خیال کر لینا کافی ہے کہ میں قربانی کرتا ہوں البتہ ذبح کے وقت بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہنا ضروری ہے اگر قصداً یہ نہ پڑھے جب کہ یاد بھی ہو تو قربانی درست نہ ہوگی، ہاں ذبح کے وقت بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہنا بھول گیا تو قربانی صحیح ہے۔

س : ذبح کی وقت کی دعا کیا ہے؟

ج : یہ دعا ہے: اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّ مَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ اِنَّ صَلَاتِیْ وَ نُسُكِیْ وَ مَحْیَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ، لَا شَرِیْكَ لَهٗ وَ بِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَ اَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ، اَللّٰهُمَّ مِنْكَ وَ لَكَ پھر بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہکر ذبح کرے اور ذبح کرنے کے بعد یہ دعا پڑھے اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْهُ مِنِّی كَمَا تَقَبَّلْتَ مِنْ حَبِیْبِكَ مُحَمَّدٍ وَّ خَلِیْلِكَ اِبْرَاهِیْمَ عَلَیْهِمَا الصَّلٰوةُ وَ السَّلَامُ ☆

س : قربانی اپنی ہی طرف سے فرض ہے یا بیوی بچوں کی طرف سے؟

ج : قربانی صرف اپنی ہی طرف سے فرض ہے، نہ بیوی کی طرف سے نہ اولاد کی طرف سے بلکہ نابالغ اولاد مالدار بھی ہو تب بھی قربانی اس کی طرف سے فرض نہیں نہ اپنے مال میں سے نہ

اسکے مال میں سے اگر کرے گا تو نفل ہوگی، مگر اس کے مال میں سے ہرگز نہ کرے ورنہ گناہ گار اور اتنے مال کا ضامن ہوگا۔

س : جس پر قربانی واجب نہیں اگر اس نے جانور قربانی کا خرید لیا تو کیا قربانی اس پر واجب ہو جائے گی؟

ج : جی ہاں! اب واجب ہو جائے گی، اگر وہ جانور گم ہو گیا تو اب دوسرا جانور خریدنا واجب نہیں اگر خرید لیا تو قربانی واجب ہو جائے گی پھر اگر پہلا بھی مل گیا تو دونوں کی قربانی واجب ہو جائیگی، البتہ اگر وہ امیر ہے تو صرف ایک کی واجب ہوگی، لہذا اگر امیر آدمی کا جانور گم ہو گیا یا مر گیا یا کوئی عیب ایسا پیدا ہو گیا کہ قربانی درست نہیں ہوتی تو امیر آدمی کو دوسرا جانور خریدنا واجب ہے۔

س : یہ عجیب بات ہے کہ غریب جتنے جانور قربانی کی نیت سے خریدے تو اتنی ہی واجب ہونگی اور امیر پر ایک ہی واجب ہوگی، اس کی کیا وجہ ہے؟

ج : اس تعجب پر مجھے تعجب ہے کہ یہ تعجب ہی کیوں ہوا، سیدھی بات ہے کہ غریب پر من جانب اللہ واجب نہ تھی اس نے قربانی کی نیت کر کے اپنے اوپر خود واجب کر لی، پھر دوسری خریدی قربانی کی نیت سے وہ بھی واجب ہوگی، جیسے نفل نماز کی نیت باندھنے سے واجب ہو جاتی ہے فاسد کرنے سے پھر ادا کرنا لازم ہوتی ہے، بخلاف اس شخص کے جس پر پہلے ہی سے واجب ہے لہذا اس پر وہ ایک ہی واجب رہے گی اور یہ کرم خداوندی کس قدر ہے کہ امیر کے ذمہ گم ہو جانے پر دوسرا خریدنا لازم اور غریب کو دوسرا خریدنا لازم نہیں اس نے خود ہی دوسری خرید کر لازم کر لی پھر تعجب کی کیا بات ہے، شریعت میں کہیں تنگی نہیں جو کچھ تنگی معلوم ہوتی ہے یہ اپنے جہل اور ناواقفیت کی وجہ سے ہے۔

س : قربانی کرنے کیلئے کسی نے جانور خریدا، اور خریدنے کے وقت شریک کرنے نہ کرنے کی کچھ نیت نہ تھی اگر کوئی اور مل گیا تو اس کو بھی اس جانور میں شریک کر لیا تو کیا قربانی درست ہو جائے گی؟

ج : اگر خریدتے وقت شریک کرنے کی نیت ہو تب تو شریک کرنا درست ہے خواہ

شریک کرنے والا غریب ہو یا امیر، اور اگر خریدتے وقت شریک کرنے کی نیت نہ تھی بلکہ پورا جانور خود ہی کرنے کا ارادہ تھا تو اگر وہ غریب ہے کہ جس پر قربانی واجب نہ تھی اسے تو شریک کرنا درست نہیں اور اگر وہ امیر ہے کہ جس پر قربانی واجب ہے اسے دوسرے کو شریک کر لینا درست ہے مگر بہتر نہیں۔

س : قربانی کن کن جانوروں کی کرنا درست ہے؟

ج : بکری، بکرا، بھیڑ، دنبہ، گائے، بیل، بھینس، بھنسا، اونٹ، اونٹنی، ان جانوروں کی قربانی کرنا درست ہے، اور جانوروں کی درست نہیں۔

س : کیا ان سب جانوروں میں ایک ہی حصہ درست ہوتا ہے یا کئی شخص بھی شریک ہو سکتے ہیں؟

ج : اونٹ، اونٹنی، گائے، بیل، بھینس، بھینسا میں سات حصے تک درست ہیں، اگر سات آدمی اپنا اپنا حصہ لیکر ان جانوروں یعنی گائے، بیل، بھینس، بھینسا، اونٹ میں شریک ہو جائیں تو درست ہے مگر سب کی نیت قربانی کی ہو گوشت کھانے کی نیت نہ ہو اور نہ کسی کا حصہ پورے ایک حصہ سے کم ہو، اگر کسی کا حصہ ساتویں حصہ سے کم ہو یا آٹھ حصے ہو جائیں اور یا نیت کسی ایک کی گوشت کانے کی ہو تو پھر کسی کی قربانی درست نہ ہوگی نہ اس کی جس کا پورا حصہ ہے نہ اس کی جس کا ساتواں حصہ کم ہے۔

س : قربانی کے جانور کی عمر کیا ہونی چاہئے؟

ج : اونٹ پانچ برس کا، بکری، بکرا سال بھر کا، گائے، بھینس دو برس کی، البتہ دنبہ، بھیڑ اتنا فربہ ہو کہ ایک سال کے بھیڑ، دنبوں میں چھوڑ دیں تو سال بھر کا معلوم ہو تو ایسے بھیڑ، دنبہ چھ ماہ کے عمر کی بھی قربانی درست ہے، مگر بکرا، بکری پورے ایک سال کے ہی ہوں، اس سے بالکل کم نہ ہوں خواہ کیسے ہی فربہ ہوں۔

س : قربانی کے جانور میں اگر کسی جگہ عیب ہو تو کیا اس کی قربانی درست ہے؟

ج : جو جانور راندھا ہو یا کانا ہو یا ایک آنکھ کی تہائی یا زائد روشنی جاتی رہی ہو یا جس کے کان بالکل نہ ہوں پیدائش ہی سے یا ایک کان تہائی یا تہائی سے زائد یا دوم تہائی یا تہائی سے زائد

کٹ گئی، یا جس کے بالکل دانت نہ ہوں یا زائد گر گئے ہوں، یا جس کے سینگ بالکل جڑ سے ٹوٹ گئے ہوں گودا نظر آتا ہے یا اتنا لنگڑا کہ تین پاؤں سے چلتا ہے چوتھا پاؤں زمین پر رکھا ہی نہیں جاتا یا رکھا جاتا ہے مگر چل نہیں سکتا، یا اتنا دبلا ہے کہ ہڈیوں میں بالکل گودا نہ رہا تو ایسے جانور کی قربانی درست نہیں، ہاں اگر ایسا لنگڑا ہو کہ چلتے وقت لنگ والا پاؤں زمین پر رکھ کر چلتا ہو اور صرف کچھ کمزور ہو بالکل بے گودا نہ ہو، یا دانت زیادہ موجود ہوں تھوڑے گر گئے ہوں یا پیدائشی کان چھوٹے چھوٹے ہوں یا پیدائش ہی سے سینگ نہ ہوں، یا تھے تو مگر ٹوٹ گئے ہوں، البتہ بالکل جڑ سے نہیں ٹوٹے تو ایسے جانوروں کی قربانی درست ہے، اسی طرح خصی بکرے، مینڈھے کی قربانی بھی جائز ہے بلکہ خصی کی اولیٰ ہے۔

س : قربانی کا جانور خریدنے کے بعد ایسا عیب پیدا ہو گیا کہ جس سے قربانی درست نہیں تو کیا اس کی قربانی درست ہے؟

ج : اگر وہ شخص امیر ہے کہ جس پر قربانی واجب ہے تب تو دوسرا جانور خرید کر قربانی کرے، اگر وہ غریب ہے کہ جس پر قربانی واجب نہ تھی تو اسے درست ہے کہ اسی کی قربانی کردے، دوسرے جانور کو خرید کر قربانی کرنا لازم نہیں۔

س : قربانی کے جانور کے سات حصے لئے گئے کیا ان کو وزن سے تقسیم کیا جائے یا اٹکل سے بھی درست ہے؟

ج : اگر تقسیم نہ کریں بلکہ یکجائی احباب فقراء کو تقسیم کرنا یا پکا کر کھلانا چاہیں تو درست ہے، اور اگر شریک اس میں سے حصہ کرنا چاہیں تو پھر اٹکل سے تقسیم کرنا درست نہیں ہے سب کو ٹھیک ٹھیک تقسیم کرنا چاہئے، اگر کسی طرف زائد ہو جائے گا تو سود کا گناہ ہوگا، اور جس طرف زائد ہو گیا ہو اس کا کھانا بھی درست نہیں، البتہ ایک طرف سری پائے یا کھال ملالی تو اگر اس طرف گوشت کم ہو تو درست ہے ہاں جس طرف گوشت زیادہ ہو اس طرف سری پائے ملائے تو یہ بھی سود ہوا اور گناہ ہوگا۔

س : قربانی کا گوشت کیا کرنا چاہئے؟

ج : قربانی کا گوشت خود کھائے، اپنے رشتہ داروں کو دیوے، اور فقراء محتاجوں کو

خیرات کرے، اور اگر سب خود ہی کھالیا جائے تو یہ بھی درست ہے، مگر بہتر یہ ہے کہ گوشت کے تین حصے کرے ایک حصہ اپنے لئے، ایک رشتہ داروں میں بھیجنے کیلئے، ایک فقیراء غریبوں کیلئے، جن کے یہاں قربانی نہ ہو ان کے یہاں بھیجنا زیادہ مناسب ہے، اور گوشت یا چربی یا چھچڑے قصائی کی مزدوری میں نہ دے، بلکہ مزدوری اپنے پاس سے الگ دے۔

س : قربانی کے کھال کا کیا جائے؟

ج : اگر کھال کو بلا بیچے ہوئے یونہی اپنے کام میں لائے جیسے چڑس، چھلنی، مشک، ڈول، جائے نماز بنوالی تو درست ہے، مگر جب بیچ دی تو پھر اس کے دام خیرات کرنا لازم ہے کسی غریب کو دیدیں، مسجد یا کفن یا کنویں وغیرہ کسی ایسی جگہ خرچ کرنا درست نہیں ہے، نہ کسی کی مزدوری اور تنخواہ میں دینا درست ہے، ہاں مدرسوں میں دے دی جائے اور اہل مدارس قاعدے کے موافق تملیک کرلیں، تب جس جگہ صرف کریں درست ہے یا طلباء پر کھانے کپڑے وغیرہ میں صرف کریں، رسی، جھول قربانی کے جانور کے جو ساتھ آتی ہے سب خیرات کردینا چاہیئے۔

س : اگر کسی نے اپنے کام ہوجانے پر قربانی کرنے کی نیت کی، تو کیا کام پورا ہو جانے پر اس کا پورا کرنا واجب ہے؟

ج : جو شخص قربانی کرنے کی منت مانے اور کام پورا ہو جائے تو اس قربانی کا کرنا واجب ہو جائے گا، خواہ وہ مالدار ہو یا نہ ہو، اور منت کی قربانی کا سب گوشت خیرات کرنا واجب ہے نہ خود کھائے نہ امیروں کو دے، جتنا خود کھائے گا یا امیروں کو دے گا تو اتنا پھر خیرات کرنا ہوگا، دوسری بات یہ ہے کہ قربانی ہی کے دنوں میں کرے ہاں اگر ذبح کرنا مراد ہو تو جب چاہے ذبح کردے قربانی کے دنوں میں ذبح کرنے کی قید نہیں ہوگی۔

س : مردے کی طرف سے قربانی کرنا درست ہے یا نہیں؟

ج : اگر اپنی خوشی سے کسی مردے کو ثواب پہنچانے کیلئے قربانی کی جائے تو درست ہے اور اس کے گوشت کا خود کھانا یا تقسیم کرنا بھی سب درست ہے، مثل اپنی قربانی کے لیکن اگر کوئی وصیت کر کے مرا ہو کہ میرے ترکہ میں سے میری طرف سے قربانی کر دی جائے اور اسکی وصیت کی بناء پر اس کے مال میں سے قربانی کی گئی تو اس قربانی کا تمام گوشت خیرات کردینا واجب ہے، اور

اگر وصیت کی بناء پر قربانی کی مگر اپنے روپیہ سے کی تو پھر خیرات کرنا ضروری نہیں بلکہ اس کا حکم مثل اپنے قربانی کے ہے ہاں ثواب میت کو ملے گا۔

س : اگر کسی کی طرف سے اس کی بلا اجازت قربانی کر دی جائے تو کیا درست ہے؟

ج : بلا اجازت قربانی کا کرنا درست نہیں یہ قربانی درست نہ ہوگی اور اگر کسی جانور میں کسی کا حصہ بلا اجازت لے لیا تو اور حصہ داروں کی بھی قربانی صحیح نہ ہوگی۔

س : اگر کوئی جانور گابھن نکل آئے تو کیا کیا جائے؟

ج : قربانی اس کی درست ہے اور اگر بچہ زندہ نکلے تو اس کو بھی ذبح کر دیں یہ نہیں کہ دوسرے سال قربانی کریں، لیکن بجائے اس گابھن کے اور دوسری لے لیں تو اچھا ہے مگر اس میں یہ خیال رکھنا ضروری ہے کہ جو جانور دوسرا لیا جائے وہ اگر قیمت میں اس سے کم ہو تو یقیناً اتنے دام خیرات کرنے ہونگے، مثلاً پہلا دس روپیہ کا تھا دوسرا آٹھ روپیہ کا تو دو روپیہ خیرات کرنا ہونگے اور اگر بدلنے والا غریب ہے تو اس کو چاہئے کہ پہلے اپنی گائے دیدے پھر دوسری لے لے کیونکہ اگر ایسا نہ کیا بلکہ پہلے دوسری لے لی تو اب دونوں کی قربانی اس پر واجب ہو جائے گی اور اگر وہ امیر ہو کہ جس پر قربانی واجب تھی تو خواہ پہلے اپنی دیکر دوسری لے خواہ دوسری لے کر اپنی دے ہر طرح اس پر ایک ہی جانور کی قربانی واجب ہے۔

عقیقہ کا بیان

س : عقیقہ کسے کہتے ہیں؟

ج : عقیقہ اسے کہتے ہیں کہ جسکے کوئی لڑکا یا لڑکی پیدا ہو اور ساتویں دن یا جب توفیق ہو جائے تو کوئی بکرا، بکری، دنبہ، مینڈھا ذبح کر دیا جائے اور اس بچے کا نام رکھ دیا جائے، عقیقہ کرنے سے سب الا بلا دور ہو جاتی ہے اور اللہ کے حکم سے آفتوں سے دور رہتا ہے۔

س : کیا لڑکا لڑکی کیلئے ایک ایک بکرا، بکری ہے، اور ساتویں دن عقیقہ نہ کر سکے تو پھر کب کرے؟

ج : لڑکے کے واسطے دو بھیڑ یا دو بکری، اور لڑکی کیلئے ایک بکری یا بھیڑ ذبح کرے اور

اگر حصہ لیا جائے تو لڑکے کے واسطے دو حصے اور لڑکی کے واسطے ایک حصہ لے لیوے اگر ساتویں دن نہ کر سکے تو ساتویں دن ہو جانے کا خیال کرنا بہتر ہے اور وہ اسطرح ہے کہ جس دن بچہ پیدا ہوا اس سے ایک دن پہلے عقیقہ کر دے مثلاً بدھ کو پیدا ہو تو عقیقہ منگل کو کر دے۔

س : کیا دو بکرے، بکری یا مینڈھا لڑکے کے واسطے کرنا لازم ہے؟

ج : نہیں، وسعت ہو تو دو کر دے نہیں تو ایک کر دے، اور ایک کے بھی وسعت نہ ہو تو قرض لیکر نہ کرنا چاہیے، جب وسعت ہو کر دے نہیں تو نہ کرے۔

س : کیا بچہ کے سر پر استرا رکھنا اور اسی وقت جانور کا ذبح کرنا ضروری ہے؟

ج : توبہ، توبہ یہ فضول رسم ہے، ہر طرح جائز ہے چاہے پہلے ذبح کرے بعد کو سر منڈاوے، یا پہلے سر منڈاوے بعد کو ذبح کرے بلکہ اچھا تو یہ ہے کہ ذبح سے پہلے سر منڈا جائے۔

س : عقیقہ کس جانور کا درست ہے؟

ج : جس جانور کی قربانی درست ہے اسی کا عقیقہ بھی درست ہے اور جس جانور کی قربانی درست نہیں اس کا عقیقہ بھی درست نہیں۔

س : عقیقہ کا گوشت کیا کرنا چاہیے؟

ج : عقیقہ کا گوشت چاہے سب کچا تقسیم کر دیے چاہے پکا کر تقسیم کر دے، چاہے پلاؤ وغیرہ پکا کر کھلائے، دعوت کر دے چاہے خود پکا کر کھائے اور کچھ اعزاء رشتہ داروں وغریبوں میں تقسیم کر دے سب درست ہے، اور ماں، باپ، دادا، دادی، نانا، نانی وغیرہ سب کو کھانا درست ہے اور یہ جو مشہور ہے کہ دادا، دادی، نانا، نانی کو نہ کھانا چاہیے غلط ہے، البتہ اس طرح مستحب ہے کہ ایک ران دائی کو اور سر نائی کو اور ایک حصہ سے تہائی گوشت کچا یا پکا خیرات کر دے اور دو تہائی یعنی دو حصے غریبوں میں تقسیم کر دے، یا ان دو حصوں میں سے چاہے تو خود بھی کھائے اور بہتر ہے کہ عقیقہ کی ہڈیاں توڑی نہ جائیں اور یہ باتیں ضروری نہیں ہیں لہذا اگر ران دائی کو اور سری نائی کو نہ دیں تو نہ کچھ گناہ ہے اور نہ نائی اور دائی کو برا ماننا چاہیے، اور کسی کو ان باتوں کے ترک پر طعن نہ کرنا چاہیے کیونکہ مستحب کام کے ترک پر کسی کو برا کہنا، طعن کرنا یہ گناہ ہے کیونکہ طعن اور برا سمجھنا تو واجب کے ترک پر ہوتا ہے اور جب ترک مستحب پر طعن کیا تو مستحب کو واجب سمجھنا لازم آیا اور

مستحب کو واجب سمجھنا یہ گناہ ہے، اور اس سے یہ بات بھی معلوم ہوگئی ہوگی کہ میلاد شریف کرنا ایک مستحب امر ہے، اس کے تارک کو طعن کرنا ہرگز درست نہیں، اگر کرے گا تو اس نے مستحب کو واجب سمجھا اور یہ خود گناہ ہے اور اگر میلاد شریف میں وہ باتیں جو آج کل کی جاتیں ہیں کہ مل کر آواز ملا کر پڑھتے اور گاتے ہیں اور روایات غلط بھی ہوتی ہیں اور عورتوں کی مجلس میں ایسا کرنا تو اور زیادہ برا ہے، تب تو مستحب بھی نہیں رہتا اور اگر کہیں قیام میں حضور اکرم ﷺ روحی فداہ کے تشریف آوری کا عقیدہ ہو تب تو عقیدہ کے فساد سے معصیت ہوتی ہے اور بجائے ثواب کے گناہ ہوتا ہے، قرآن، حدیث وفقہ کی کسی کتاب سے ثابت نہیں، اگر کسی بزرگ کا فعل ہو تو وہ حجت نہیں کیونکہ اگر کشف سے ان کو اس وقت معلوم ہوا ہو تو وہ ان کا ذوق ہے کسی پر حجت نہیں اور دوسری بات یہ ہے کہ جس چیز کو ہمارے محبوب احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ حیات شریف میں پسند نہ فرماتے تھے بعد وفات کے کیسے پسند فرمائیں گے اور جو چیز آپ پسند نہ فرماتے ہوں ہم غلاموں کے ذمہ یہی ہے کہ اس کو ہرگز نہ کریں، اگرچہ محبت میں اس کے کرنے کو جی چاہتا ہو، مگر آپ کا اتباع مقدم ہے اور اصل ہے، ورنہ تو اپنے جی چاہی بات کرنا اور حکم کا اتباع نہ کرنا اتباع نفس ہے، نہ اتباع رسول ﷺ یہ عجیب چیز ہے کہ محبت کا دعویٰ اور کام خلاف محبت، حدیث شریف میں ہے کہ صحابہ فرماتے ہیں کہ ہم بیٹھے ہوتے تھے کہ آپ تشریف لاتے تھے تو ہم کھڑے ہو جاتے تھے تو آپ کو گرانی ہوتی تھی، پیشانی پر شکن پڑھ جاتے تھے آخر کار ہم نے کھڑا ہونا چھوڑ دیا اگرچہ دل چاہتا تھا اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ ☆ یعنی کہہ دیجئے اے رسول اگر تم لوگ اللہ تعالیٰ کو محبوب رکھتے ہو تو میرا اتباع کرو اللہ تعالیٰ تم کو محبوب رکھیں گے، حضور ﷺ کی خدمت میں جب ہمارے اعمال پیر و جمعہ کو پیش ہوتے ہوں گے تو ان میں ہمارے یہ عمل بھی آپ کی مرضی کے خلاف پیش ہوتے ہونگے تو کیا کچھ آپ کو گرانی نہ ہوتی ہوگی، آپ کی گرانی تو منظور مگر اس کو ترک کرنا منظور نہیں ایسی محبت کس کام کی کہ محبّ سے محبوب کو تکلیف ہو، علاوہ ازیں یہ تو مشاہدہ ہے کہ میلاد شریف پڑھنے والے جھوم جھوم کر بیان کرتے ہیں، نعت وسلام اور بہت ہی محبت کا اظہار کرتے ہیں، ان کی صورت دیکھئے تو بالکل خلاف محبوب، کہ محبوب کی داڑھی تھی ان کی داڑھی ہی نہیں، محبوب تو نماز پڑھتے تھے اور حکم بھی فرمایا مگر یہ نماز ہی نہیں پڑھتے، جب فرائض میں یہ کوتاہی ہے تو دیگر

عبادات تہجد دیگر نوافل روزے وغیرہ کی کمی کا کیا ٹھکانا، نہ درود شریف کی کثرت، نہ کلمہ شریف کی، نہ استغفار کا ذکر، پس محبت کا صرف دعویٰ ہی دعویٰ ہے جس کا غلط ہونا ان کے افعال سے ثابت ہے کہ یہ افعال محبوب کے مرضی کے خلاف ہیں، بلکہ محض ایک رسم ہوگئی ہے جس کا ترک کرنا نہایت ضروری ہے۔

حج کا بیان

اسلام کا چوتھا ستون حج ہے، جس شخص کے پاس ضروریات سے زائد اتنا خرچ ہو کہ سواری پر متوسط گذران سے کھاتا پیتا چلا جائے اور حج کر کے چلا آئے اس کے ذمہ حج فرض ہو جاتا ہے، حج کی بڑی فضیلت آئی ہے، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ''جو حج گناہوں اور خرابیوں سے پاک ہو اس کا بدلہ بجز بہشت کے اور کچھ نہیں'' اور جس پر حج فرض ہو اور پھر وہ نہ کرے، اور نہ وصیت ہی کر جائے تو اس کے بارے میں حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ جس شخص کے پاس کھانے پینے اور سواری کا اتنا سامان ہو جس سے وہ بیت اللہ شریف جاسکے اور پھر وہ حج نہ کرے تو وہ یہودی ہو کر مرے یا نصرانی ہو کر مرے، خدا کو اسکی کچھ پروا نہیں۔

اب ہم ذیل میں حج کے احکام و مسائل بیان کرتے ہیں۔

س : حج کرنا کس پر فرض ہے؟

ج : جس شخص عاقل، بالغ، بینا مسلمان کے پاس اپنے ضرورت سے زائد اتنا خرچ ہو کہ مکہ معظمہ سواری پر درمیانی طریقہ سے کھاتا پیتا چلا جائے اور حج کر کے چلا آئے اور گھر پر اپنی بیوی اور نابالغ اولاد کیلئے لوٹنے تک کھانے پینے کا سامان چھوڑ جائے، راستہ میں امن وامان ہو تب حج فرض ہوتا ہے، نابالغ اور بالغ اندھے پر اور غلام پر حج فرض نہیں ہے۔

س : کیا حج کرنے میں دیر کرنا درست ہے گناہ تو نہ ہوگا؟

ج : جب حج جس پر فرض ہو گیا فوراً اسی سال حج کرنا فرض ہے بلا عذر دیر لگانا درست نہیں اگر موت سے قبل کر لیا تو ادا ہو گیا کیونکہ ادا کرنا تو فرض ہے البتہ دیر کرنے کا گناہ ہوگا اور اس کا کفارہ توبہ ہے۔

س : وہ عذر کیا ہیں جن سے حج کرنے میں دیر کرنا درست ہے؟

ج : بیماری، راستہ امن وامان والا نہ ہونا، کسی دشمن کا اندیشہ ہونا، اور عورت کیلئے عدت میں ہونا اور محرم کا ساتھ نہ ہونا، البتہ مکہ معظّمہ سے اڑتالیس میل سے کم پر رہتی ہو تو بلا محرم بھی جاسکتی ہے، پھر دیر لگانا درست نہیں۔

س : کیا حج عمر میں ایک بار فرض ہے یا کئی بار؟

ج : صرف ایک بار فرض ہے باقی نفل اور ان کا بھی بہت بڑا ثواب ہے۔

س : اگر نابالغ ہونے کے زمانے مین حج کرلیا تو کیا بالغ ہونے کے بعد فرض نہ ہوگا؟

ج : نابالغ ہونے کے زمانے میں حج کیا وہ ثواب نفل کا ملے گا فرض حج اس کے ذمہ سے ساقط نہ ہوگا۔

س : کیا نابالغ کیساتھ سفر کرنا درست ہے؟

ج : نابالغ کیساتھ بھی جانا درست نہیں، بلکہ بالغ محرم فاسق، فاجر کہ ماں، بہن وغیرہ سے بھی اس پر اطمینان نہیں اس کے ساتھ بھی سفر درست نہیں، ہاں جب اطمینان کا محرم مل جائے تب عورت کو حج کیلئے جانا لازم ہو جائے گا، اگر شوہر روکے تب بھی اس کہنا نہ مانے شوہر کو روکنا درست نہیں ہے اور جو شخص ساتھ جائے اس کا سارا خرچہ اسی عورت کے ذمہ ہے۔

س : جو محرم شخص کے ساتھ جانے والا اس عورت کو نہ ملے تو کیا اس کے ذمہ سے حج چھوٹ گیا؟

ج : اگر مرتے وقت تک کوئی ایسا محرم نہ ملے یا کسی کو کسی وجہ سے جانا نہ ہوسکا تو مرتے وقت وصیت کرجانا لازم ہے کہ میری طرف سے حج کرا دینا لہٰذا مرجانے کے بعد اس کے وارث اسی کے مال سے جو کہ قرض وکفن دفن کے بعد جو کچھ بچے اس میں سے تہائی مال میں سے حج کرانا واجب ہے، اگر تہائی مال کافی نہ ہو تو بلا سبب وارثوں کے رضامندی کے دوسرے کے مال سے لیکر حج کرانا درست نہیں، اسی طرح نابالغ کے حصے میں سے بھی لینا درست نہیں اگر چہ وہ اجازت بھی دیدے، یہی روزہ داروں کی قضا کی وصیت کا حکم ہے اور زکوٰۃ کی ادائیگی کا بھی یہی حکم ہے اس کو حج بدل کہتے ہیں کیونکہ یہ شخص اس مستحق کے بدلے حج کو گیا۔

س : حج بدل کیلئے کیسا آدمی ہونا چاہئے؟

ج : مستحب یہ ہے کہ یہ شخص پہلے حج کر چکا ہو اور جسکی طرف سے حج کرایا جارہا ہے اسی کے وطن سے حج شروع کرے البتہ وہ روپے اس کے شہر سے کافی نہ ہوں تو جس جگہ سے کافی ہو جائیں وہاں سے کسی کو تجویز کرلیا جائے، مثلاً جدہ سے ان روپوں میں حج ممکن ہے تو جدہ سے کسی کو تجویز کرلیا جائے، کسی حاجی کو وہ روپے دیدیئے جائیں کہ وہ جدہ سے تجویز کرے۔

س : کیا بغیر وصیت کے حج کرانا درست ہے؟

ج : بلا وصیت اس کے مال میں سے تو درست نہیں ہے البتہ دیگر بالغ ورثاء میراث میں سے بخوشی اجازت دیدیں تو جائز ہے، انشاء اللہ تعالی فرض ادا ہو جائے گا، مگر نابالغ کی اجازت کا اعتبار نہیں۔

س : اگر حج کو جانے والے کے پاس مکہ معظّمہ کا خرچ ہے مدینہ طیبہ کا نہیں ہے تب بھی حج فرض ہے؟

ج : جی ہاں تب بھی فرض ہے یہ خیال لوگوں کا غلط ہے کہ مدینہ طیبہ جانے کا خرچ پاس نہ ہو تو حج فرض نہیں البتہ وہاں کا بھی خرچ پاس ہو تو مدینہ طیبہ جا کر روضہ مبارک کی زیارت کرنا بے حد ثواب رکھتا ہے، حدیث شریف میں ہے کہ مَنْ زَارَنِیْ بَعْدَ مَمَاتِیْ فَکَاَنَّمَا زَارَنِیْ فِیْ حَیَاتِیْ مَنْ وَّجَدَ سَعَةً وَ لَمْ یَزُرْنِیْ فَقَدْ جَفَانِیْ مَنْ زَارَ قَبْرِیْ وَجَبَتْ لَهٗ شَفَاعَتِیْ ☆ یعنی جس نے میری قبر کی زیارت کی اس نے گویا میری زیارت کی، غیر مقلدوں کا یہ کہنا ہے کہ مدینہ طیبہ نہ جانا چاہئے، یہ غلط ہے اور حدیث شریف میں وَ لَا تَشُدُّوْا الرِّحَالَ اِلَّا ثَلٰثَةَ مَسَاجِدَ ☆ کو دلیل میں لانا درست نہیں، اس حدیث شریف میں تو صرف یہ بتلایا گیا ہے کہ سوائے تین مسجدوں کے اور مسجد کسی مسجد کیلئے سفر کرنا درست نہیں اور وہ تین مساجد یہ ہیں (۱) بیت المقدس (۲) بیت اللہ (۳) مسجد نبوی اور اگر یہ حدیث اپنے عموم پر ہے تو غیر مقلدوں کو چاہئے کہ کہیں کا سفر نہ کریں بلکہ اس کے اندر حضور پرنور ﷺ نے یہ تعلیم فرمائی ہے کہ لوگ دوسری مسجدوں کی طرف زیادہ ثواب سمجھ کر سفر کرتے ہیں یہ درست نہیں مسجد مسجد سب برابر ہیں تین مسجدوں میں زیادہ ثواب ہے خانہ کعبہ میں ایک رکعت کا ثواب ایک لاکھ رکعت کے برابر اور بیت

المقدس میں پچیس ہزار کے برابر اور مسجد نبوی میں پچاس ہزار کے برابر، باقی سب یکساں ہیں کہ جس طرح لوگ سفر آخری جمعہ رمضان المبارک میں آگرہ دہلی چل دیتے ہیں یہ درست نہیں۔

س : کیا عورت احرام کی حالت میں منہ وغیرہ ڈھانک سکتی ہے؟

ج : احرام کی حالت میں منہ ڈھانکنا اس طرح کہ منہ کو کپڑا لگے درست نہیں، اس طرح ڈھانکے کہ چہرے سے کپڑا الگ رہے اس کیلئے مکہ معظّمہ میں ایک جالی دار پنکھا بکتا ہے اس کو چہرے پر باندھ لیا جائے اور آنکھوں کے سامنے خالی رہے برقعہ اس پر پڑا رہے یہ درست ہے۔

س : احرام کسے کہتے ہیں؟

ج : ہر ہر ملک والوں کیلئے ایک ایک جگہ مقرر ہے وہاں پہنچ کر غسل کر کے ایک نیا یا دھلا ہوا تہ بند اور ایک چادر پہن لیتے ہیں اور دو رکعت پڑھ لیتے ہیں اور یہ پڑھتے ہیں اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ الْحَجَّ فَیَسِّرْہُ لِیْ ☆ پھر تکبیر پڑھتے ہیں اس کو احرام باندھنا کہتے ہیں احرام کے بعد چونکہ بہت سی باتیں جیسے شکار جماع وغیرہ حرام ہو جاتے ہیں اس لئے اس کا نام احرام ہے اور احرام باندھنے والے کو محرم کہتے ہیں، نئے کپڑے کا احرام افضل ہے۔

س : تلبیہ کیا ہے؟

ج : تلبیہ یہ ہے، لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ ،لَبَّیْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ، اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَۃَ لَکَ وَ الْمُلْکَ ط لَاشَرِیْکَ لَکَ ☆

س : وہ مقامات کیا ہیں جہاں احرام باندھتے ہیں؟

ج : مدینہ والوں کیلئے ذوالحلیفہ، عراق والوں کیلئے ذات عرق، شام والوں کیلئے جحفہ، بغداد والوں کیلئے قرن، یمن والوں کیلئے یَلَمْلَم، ہندوستان و پاکستان والوں کیلئے یَلَمْلَم ہے، اگر ان جگہوں کے پہنچنے سے پہلے احرام باندھ لیں یہ بھی درست ہے اور ان کے بعد میں بھی باندھ لیں تو یہ ناجائز تو نہیں مگر ایسا کریں گے تو ان کے ذمہ دم ہے یعنی ایک بکری خرید کر ذبح کرے۔

تنبیہ: چونکہ حج کے مسائل بدون حج کئے ہوئے سمجھ میں نہیں آتے اور نہ یاد رہ سکتے ہیں اور معلم لوگ وہاں بتاتے ہیں اس لئے زیادہ لکھنا ضروری نہ سمجھا، عمرے کا طریقہ بھی وہاں معلوم ہو جاتا ہے، البتہ آسانی کیلئے مختصر بات کل چیزیں جو حج میں حرام باندھنے سے لیکر حج سے

فارغ ہونے تک کی جاتی ہیں اس کو سہل سہل لفظوں میں ہم لکھ دیتے ہیں اس کو خیال میں رکھیں بس کافی ہے غور سے پڑھئے جب میقات پر پہنچے تو وضو یا غسل کریں اور احرام باندھیں یعنی تہبند باندھیں اور چادر اوڑھ لیں دو نفل پڑھ لیں اور نیت کرلیں اس طرح اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ الْحَجَّ فَیَسِّرْہُ لِیْ وَ تَقَبَّلْہُ مِنِّیْ ☆ اے اللہ میں ارادہ حج کا کرتا ہوں اس کو میرے لئے آسان فرما دیجئے اور میری جانب سے قبول فرمالیجئے، اور تلبیہ پڑھیں اس طرح لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ ، لَبَّیْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ، اِنَّ الْحَمْدَ وَ النِّعْمَۃَ لَکَ وَ الْمُلْکَ ط لَاشَرِیْکَ لَکَ ☆ اور تلبیہ کے وقت حج کی نیت کرلی جائے، اب اس طرح کر لینے سے احرام بندھ گیا اور یہ شخص محرم ہو گیا اور احرام باندھ لینے کے بعد تلبیہ ہر نماز کے بعد پڑھتا رہے اور جب کہیں اوپر کی طرف چڑھنا یا کہیں نیچے کی طرف اترنا ہو تو تلبیہ پڑھے سواروں سے جہاں کہیں ملاقات ہو تلبیہ پڑھے صبح صادق کو تلبیہ پڑھے جب کہ مکہ معظمہ میں داخل ہو تو پہلے مسجد حرام میں جائے اور اللہ اکبر پڑھے اور لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہے پھر حجر اسود کی طرف منہ کر کے اللہ اکبر کہے اور لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہے اور حجر اسود کو بوسہ دے اس طرح کہ اپنے دونوں ہاتھ حجر اسود پر رکھے اور منہ سے اس کو چومے اور چومنے میں آواز نہ ہو اگر اژدھام کی وجہ سے لوگوں کو ایذا ہو چوم نہ سکے تو کسی شئی کو مثل بید وغیرہ کے اس کو چھوا دے اور اس شئی کو بوسہ دے اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو اس کی طرف ہاتھ کو کر کے ہاتھ چوم لے اس طرح کہ ہاتھ کندھوں کے مقابل کر کے ہتھیلی حجر اسود کی طرف کر کے اشارہ کرے اس کی طرف اور ہتھیلی چوم لے پھر طواف کرے حطیم کے پیچھے سے خانہ کعبہ کی دروازہ کے متصل سے اپنی دائیں جانب سے سات چکر پہلے تین چکروں میں رمل کرے یعنی ذرا تیزی سے کندھوں کو ہلاتا ہوا چلے اور جب حجر اسود کے مقام پہنچے تو حجر اسود کو بوسہ دے اگر ممکن ہو اور طواف حجر اسود پر ختم ہوتا ہے پھر دو رکعت پڑھے مقام ابراہیم میں یا جہاں کہیں مسجد حرام میں پڑھنا آسان ہو، یہ طواف قدوم کہلایا جاتا ہے اور یہ سنت ہے، پھر صفا کی طرف جائے اور اس پر کھڑا ہو کر منہ خانہ کعبہ کی طرف کر کے اور اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہے اور لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہے درود شریف پڑھے دعا مانگے اپنی ضرورت کی، پھر مروہ کی طرف تیزی کیساتھ جائے اور مروہ پر پہنچ کر اسی طرح کرے جس طرح صفا پر کیا تھا، یعنی تکبیر، تہلیل، درود شریف اور دعا اس طرح سات چکر صفا اور مروہ کے درمیان لگائے، مروہ پر چکر ساتواں ختم

ہو جائے گا، اسی کو سعی بین الصفا والمروہ کہتے ہیں اس کے بعد مکہ معظّمہ میں احرام کیساتھ رہے اور جب جی چاہے اور آسانی سمجھے طواف خانہ کعبہ کا کرلیا کرے، پھر ساتویں ذی الحجہ کو امام خطبہ سنائے گا جس کے اندر احکام حج کا بیان ہوگا اور آٹھویں ذوالحجہ کو منیٰ میں جائیں گے رات کو وہاں رہیں گے، نویں ذوالحجہ کو بعد نماز فجر عرفات میں جائینگے، عرفات پہنچ کر خطبہ سنایا جائے گا پھر بعد زوال ظہر اور عصر کی نماز ایک اذان اور دو تکبیروں کیساتھ پڑھ جائے گی اور دونوں تکبیروں کے درمیان کوئی سنت ونفل نہ پڑھے جائے گی اور یہ دونوں نمازیں جمع کرنا اس وقت ہیں کہ جماعت سے ہوں اور امام محرم ہو پھر ادائے صلوٰۃ کیلئے میدان عرفات میں ٹھہرا رہے، عرفات کل کا کل موقف ہے، سوائے بطن عرنہ کے (نام پہاڑی) اور جبل رحمت کے قریب کعبۃ اللہ کی طرف متوجہ ہوکر رہے موقف میں اور جب تک موقف میں رہے تحمید وتکبیر وتہلیل وتلبیہ اور درود شریف اور دعا اپنی حاجت کی یہ تھوڑی تھوڑی دیر بعد پڑھتا رہے، پھر بعد غروب شمس نویں ذی الحجہ کو مزدلفہ کو جائیں اور جبل قزح کے قریب اتر جائیں، دسویں ذوالحجہ کو مغرب وعشاء کی نماز امام ایک اذان اور ایک اقامت سے لوگوں کو پڑھائے اور راستہ میں مغرب کی نماز جائز نہیں مزدلفہ میں فجر کی نماز بہت سویرے غلس میں پڑھیں اور ٹھہرے رہیں اور زمانہ قیام میں تکبیر وتہلیل اور درود شریف وتلبیہ پڑھتے رہیں اور اپنی حاجت کی دعائیں مانگتے رہیں اور مقام مزدلفہ میں سوائے بطن محسر کے جہاں چاہیں ٹھہرے رہیں، پھر دسویں ہی کو مزدلفہ سے سات کنکریاں کھجور کی گٹھلی کے برابر یا چنے یا لوبئے کے دانے کے برابر ہمراہ لیکر طلوع شمس سے قبل منیٰ کو روانہ ہو جائیں، وہاں پہنچ کر جمرہ عقبہ پر رمی جمار کریں سات کنکریوں سے اس طرح کہ انگلیوں کے پوروں پر رکھ کر پھینک دیں اور جب پہلی کنکر مارنا چاہیں تلبیہ پڑھنا چھوڑ دیں پھر ذبح کریں پھر سر منڈوائیں یا ترشوائیں مگر منڈوانا بہتر ہے اور عورتیں ذرا سے بال چوٹی کے تراشوادیں اب سوائے عورتوں کے اور سب باتیں حلال ہو جائیں گی پھر مکہ معظّمہ جائے چاہے دسویں کو چاہے گیارہویں یا بارہویں کو جائے ان تینوں دنوں میں سے کسی دن مکہ معظّمہ روانہ ہو جائیں مگر اول دن افضل ہے پھر مکہ معظّمہ پہنچ کر طواف کرے، سات چکر بلا رمل اور بلا سعی بشرطیکہ پہلے طواف زیارۃ میں رمل وسعی کر چکا ہو اور اگر پہلے طواف میں رمل وسعی نہ کی ہو تو اب اس طواف میں رمل وسعی کرے، اس طواف کو طواف رکن کہتے ہیں، اس طواف کے بعد عورتیں

بھی حلال ہو جائیں گی، یہ طواف رکن ایام نحر کے اندر کیا جائے بلا عذر بعد میں کرنے سے مکروہ تحریمی ہے اور دم لازم ہوگا، پھر مکہ معظّمہ سے منیٰ جائیں اور تین رمی جمار کریں جمرہ اولیٰ، جمرہ وسطیٰ، جمرہ اخیرہ یہ رمی جمار زوال کے بعد ہے، ابتدا رمی جمار کی مسجد خیف کے پاس سے کرے پھر جمرہ وسطیٰ کے پھر جمرہ عقبہ کے، یہ رمی ہر مرتبہ سات کنکریاں ہیں اور ہر رمی کیساتھ تکبیر کہی جائے اور تھوڑی دیر توقف کرے کہ اس توقف میں تحمید وتہلیل، تکبیر، درود شریف ودعا تضرع ہو، پھر اس توقف کے بعد دوسری بار رمی ہے پھر توقف کرے، تحمید وتہلیل وتکبیر ودرود شریف، دعا تضرع کیساتھ پھر تیسری بار رمی کرے اور اب توقف نہ کرے، اور اگر دوسرے، تیسرے دن ٹھہرنا ہو جائے تو اسی طرح دوسرے دن اور تیسرے دن کرے اور اگر چوتھے دن ٹھہرے تو بعد طلوع شمس اور قبل از زوال اسی طرح رَمی کرے یہ رمی پیدل اور سوار ہر طرح جائز ہے، پیدل بہتر ہے، پھر منیٰ سے مکہ معظّمہ کو روانہ ہو، جگہ محصب میں قدرے ٹھہر کر یہ حنفیہ کے نزدیک سنت ہے اور مکہ معظّمہ پہنچ کر طواف صدر کرے یہ طواف واجب ہے حنفیہ کے نزدیک البتہ اہل مکہ پر واجب نہیں، اس طواف کو طواف وداع بھی کہا جاتا ہے، بعد اس طواف صدر کے دو رکعت نفل پڑھ لیں لیکن اس طواف میں سعی اور رمل نہیں ہے پھر آپ زمزم پئیں اور پھر اپنے چہرے اور سینہ کو ملتزم یعنی باب کعبہ اور حجر اسود کے درمیان سے چمٹ کر روئے اور پردہ کو پکڑے اور دیوار مبارک خانہ کعبہ سے اپنے رخسار کو خوب ملے اور خوب گڑگڑا کے دعا مانگے، بس یہ تمام افعال شروع سے اخیر تک حج کے ختم ہو گئے۔

☆☆☆

خطبہ جمعہ

(پہلا خطبہ)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلِیِّ الذَّاتِ عَظِیْمِ الصِّفَاتِ سَمِیِّ السِّمَاتِ کَبِیْرِ الشَّانِ جَلِیْلِ الْقَدْرِ رَفِیْعِ الذِّکْرِ مُطَاعِ الْاَمْرِ جَلِیِّ الْبُرْھَانِ ، فَخِیْمِ الْاِسْمِ عَزِیْزِ الْعِلْمِ وَسِیْعِ الْحِلْمِ کَثِیْرِ الْغُفْرَانِ ، جَمِیْلِ الثَّنَاءِ جَزِیْلِ الْعَطَاءِ مُجِیْبِ الدُّعَاءِ عَمِیْمِ الْاِحْسَانِ ، سَرِیْعِ الْحِسَابِ شَدِیْدِ الْعِقَابِ اَلِیْمِ الْعَذَابِ عَزِیْزِ السُّلْطَانِ ، وَ نَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ فِی الْخَلْقِ وَ الْاَمْرِ ، وَ نَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہُ الْمَبْعُوْثُ اِلَی الْاَسْوَدِ وَ الْاَحْمَرِ ، اَلْمَنْعُوْتُ بِشَرْحِ الصَّدْرِ وَ رَفْعِ الذِّکْرِ ، وَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ عَلٰی اٰلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ الَّذِیْنَ ھُمْ خُلَاصَۃُ الْعَرَبِ الْعَرْبَاءِ وَ خَیْرُ الْخَلَائِقِ بَعْدَ الْاَنْبِیَاءِ .

اَمَّا بَعْدُ فَیَا اَیُّھَا النَّاسُ وَحِّدُوا اللّٰہَ فَاِنَّ التَّوْحِیْدَ رَأْسُ الطَّاعَاتِ ، وَ اتَّقُوا اللّٰہَ فَاِنَّ التَّقْوٰی مِلَاکُ الْحَسَنَاتِ ، وَ عَلَیْکُمْ بِالسُّنَّۃِ فَاِنَّ السُّنَّۃَ تَھْدِیْ اِلَی الْاِطَاعَۃِ ، وَ مَنْ اَطَاعَ اللّٰہَ وَ رَسُوْلَہٗ فَقَدْ رَشَدَ وَ اھْتَدٰی ، وَ اِیَّاکُمْ وَ الْبِدْعَۃَ فَاِنَّ

اَلْبِدْعَةَ تَهْدِىْ اِلَى الْمَعْصِيَةِ وَ مَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ وَ غَوٰى، وَ عَلَيْكُمْ بِالصِّدْقِ فَاِنَّ الصِّدْقَ يُنْجِىْ وَ الْكِذْبَ يُهْلِكُ، وَ عَلَيْكُمْ بِالْاِحْسَانِ ، فَاِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ، وَ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ، فَاِنَّهٗ اَرْحَمُ الرَّاحِمِيْنَ ، وَ لَاتُحِبُّوْا الدُّنْيَا فَتَكُوْنُوْا مِنَ الْخَاسِرِيْنَ ، اَلَا وَ اِنَّ نَفْساً لَنْ تَمُوْتَ حَتّٰى تَسْتَكْمِلَ رِزْقَهَا فَاتَّقُوْا اللّٰهَ وَ اَجْمِلُوْا فِى الطَّلَبِ وَ تَوَكَّلُوْا عَلَيْهِ فَاِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ فَادْعُوْهُ فَاِنَّ رَبَّكُمْ مُجِيْبُ الدَّاعِيْنَ وَ اسْتَغْفِرُوْهُ يُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّ بَنِيْنَ ، اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ، وَ قَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِىْ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ،اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِىْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دَاخِرِيْنَ ،بَارَكَ اللّٰهُ لَنَا وَ لَكُمْ فِى الْقُرْاٰنِ الْعَظِيْمِ ، وَ نَفَعَنَا وَ اِيَّاكُمْ بِالْاٰيَاتِ وَ الذِّكْرِ الْحَكِيْمِ ☆ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ لِىْ وَ لَكُمْ وَلِسَائِرِ الْمُسْلِمِيْنَ ، فَاسْتَغْفِرُوْهُ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ☆

خطبہ عید الفطر

اَللّٰہُ اَکْبَرُ ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ ، لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اللّٰہُ اَکْبَرُ ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَ لِلّٰہِ الْحَمْدُ ، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الْمُنْعِمِ الْمُحْسِنِ الدَّیَّانِ ، ذِیْ الْفَضْلِ وَ الْجُوْدِ وَ الْاِحْسَانِ ، ذِیْ الْکَرَمِ وَ الْمَغْفِرَۃِ وَ الْاِمْتِنَانِ ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ ، لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اللّٰہُ اَکْبَرُ ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَ لِلّٰہِ الْحَمْدُ ، وَ نَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَ نَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَ مَوْلٰنَا مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہُ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ حِیْنَ شَاعَ الْکُفْرُ فِیْ الْبُلْدَانِ ، صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ عَلٰٓی اٰلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ مَالَمَعَ الْقَمْرَانِ وَ تَعَاقَبَ الْمَلَوَانِ ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ ، لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اللّٰہُ اَکْبَرُ ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَ لِلّٰہِ الْحَمْدُ .

اَمَّا بَعْدُ فَاعْلَمُوْا اَنَّ یَوْمَکُمْ ھٰذَا یَوْمُ عِیْدٍ لِلّٰہِ عَلَیْکُمْ فِیْہِ عَوَآئِدُ الْاِحْسَانِ ، وَ رَجَآءُ نَیْلِ الدَّرَجَاتِ وَ الْعَفْوِ وَالْغُفْرَانِ ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ ، لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اللّٰہُ اَکْبَرُ ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَ لِلّٰہِ الْحَمْدُ . وَقَدْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم اِنَّ لِکُلِّ قَوْمٍ عِیْداً وَ ھٰذَا عِیْدُنَا ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ ، لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اللّٰہُ اَکْبَرُ ، اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَ لِلّٰہِ الْحَمْدُ . وَ قَالَ رَسُوْلُ

اللّٰهِ ﷺ فَاِذَا كَانَ يَوْمُ عِيْدِهِمْ يَعْنِىْ يَوْمَ فِطْرِهِمْ بَاهىٰ بِهِمْ مَلٰٓئِكَتَه‘ فَقَالَ يَا مَلاَئِكَتِىْ مَا جَزَآءُ اَجِيْرٍ وَّفّٰى عَمَلَه‘ قَالُوْا رَبَّنَا جَزَآءُه‘ اَنْ يُّوَفّٰى اَجْرُه‘ قَالَ مَلآئِكَتِىْ عَبِيْدِىْ وَ اِمَآئِىْ قَضَوْا فَرِيْضَتِىْ عَلَيْهِمْ ثُمَّ خَرَجُوْا يَعُجُّوْنَ اِلَى الدُّعَاءِ وَ عِزَّتِىْ وَ جَلاَلِىْ وَ كَرَمِىْ وَ عُلُوِّىْ وَ ارْتِفَاعِ مَكَانِىْ لَاُجِيْبَنَّهُمْ فَيَقُوْلُ ارْجِعُوْا قَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ وَ بَدَّلْتُ سَيِّئَاتِكُمْ حَسَنَاتٍ قَالَ فَيَرْ جِعُوْنَ مَغْفُوْرًا لَّهُمْ ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ ، لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اللّٰهُ اَكْبَرُ ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَ لِلّٰهِ الْحَمْدُ . وَ قَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَ السَّلَامُ مَنْ صَامَ رَمَضَانَ ثُمَّ اَتْبَعَهُ سِتًّا مِّنْ شَوَّالٍ كَانَ كَصِيَامِ الدَّهْرِ . وَ كَانَ النَّبِىُّ ﷺ يُكَبِّرُ بَيْنَ اَضْعَافِ الْخُطْبَةِ يُكْثِرُ التَّكْبِيْرُ فِىْ خُطْبَةِ الْعِيْدَيْنِ ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ ، لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اللّٰهُ اَكْبَرُ ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَ لِلّٰهِ الْحَمْدُ . اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ، قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى ، وَ ذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى ☆

خُطْبَةُ عِيْدِ الْاَضْحٰى

اَللّٰهُ اَكْبَرُ ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ ، لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اللّٰهُ اَكْبَرُ ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَ لِلّٰهِ الْحَمْدُ . اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ جَعَلَ لِكُلِّ اُمَّةٍ

مَنْسَكاً لِّيَذْكُرُوْا اسْمَ اللّٰهِ عَلٰى مَارَزَقَهُمْ مِنْ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ ، وَعَلَّمَ التَّوْحِيْدَ وَ اَمَرَ بِالْاِسْلَامِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ ، لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اللّٰهُ اَكْبَرُ ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَ لِلّٰهِ الْحَمْدُ .

وَ نَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ وَ نَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ الَّذِىْ هَدَانَا اِلٰى دَارِالسَّلَامِ ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ ، لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اللّٰهُ اَكْبَرُ ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَ لِلّٰهِ الْحَمْدُ . صَلَّى اللّٰهُ وَ عَلٰىٓ اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهِ الَّذِيْنَ قَامُوْا بِاِقَامَةِ الْاَحْكَامِ وَ بَذَلُوْا اَنْفُسَهُمْ وَ اَمْوَالَهُمْ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَالَهُمْ مِنْ كِرَامٍ وَ سَلَّمَ تَسْلِيْماً كَثِيْراً ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ ، لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اللّٰهُ اَكْبَرُ ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَ لِلّٰهِ الْحَمْدُ .

اَمَّا بَعْدُ فَاعْلَمُوْا اَنَّ يَوْمَكُمْ هٰذَا يَوْمُ عِيْدٍ شَرَعَ لَكُمْ فِيْهِ مَعَ اَعْمَالٍ اُخَرَ ذَبْحَ الْاُضْحِيَّةِ بِالْاِخْلَاصِ وَ صِدْقِ النِّيَةِ وَ بَيَّنَ نَبِيُّهٗ وَ صَفِيُّهٗ ، عليه وسلم صلى الله وَ جُوْبَهَا وَ فَضَائِلَهَا وَ دَوَّنَ عُلَمَآءُ اُمَّتِهٖ مَنْ سُنَّتِهٖ فِىْ كُتُبِ الْفِقْهِ مَسَائِلَهَا ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ ، لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اللّٰهُ اَكْبَرُ ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَ لِلّٰهِ الْحَمْدُ . فَقَدْ قَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَ السَّلَامُ مَا عَمِلَ ابْنُ اٰدَمَ

مِنْ عَمَلٍ يَّوْمَ النَّحْرِ اَحَبَّ اِلَى اللّٰهِ مِنْ اِهْرَاقِ الدَّمِ وَ اِنَّه، لَيَأْتِی يَوْمَ الْقِيٰمَةِ بِقُرُوْنِهَا وَ اَشْعَارِهَا وَ اَظْلَافِهَا وَ اِنَّ الدَّمَ لَيَقَعُ مِنَ اللّٰهِ بِمَكَانٍ قَبْلَ اَنْ يَّقَعَ بِالْاَرْضِ فَطِيْبُوْا بِهَا نَفْسًا اَللّٰهُ اَكْبَرُ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ، لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اللّٰهُ اَكْبَرُ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَ لِلّٰهِ الْحَمْدُ.

قَالَ اَصْحَابُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا هٰذِهِ الْاَضَاحِیُّ، قَالَ سُنَّةُ اَبِيْكُمْ اِبْرَاهِيْمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالُوْا فَمَا لَنَا فِيْهَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ بِكُلِّ شَعْرَةٍ حَسَنَةٌ قَالُوْا فَالصُّوْفُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ بِكُلِّ شَعْرَةٍ مِّنَ الصُّوْفِ حَسَنَةٌ اَللّٰهُ اَكْبَرُ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ، لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اللّٰهُ اَكْبَرُ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَ لِلّٰهِ الْحَمْدُ.

وَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ مَنْ وَّجَدَ سَعَةً لِّاَنْ يُّضَحِّیَ فَلَمْ يُضَحِّ فَلَا يَحْضُرْ مُصَلَّانَا، اَللّٰهُ اَكْبَرُ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ، لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اللّٰهُ اَكْبَرُ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَ لِلّٰهِ الْحَمْدُ.

وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَلْاَضَاحِیُّ يَوْمَانِ بَعْدَ يَوْمِ الْاَضْحٰى، وَ عَنْ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ مِثْلُه، وَ هٰذَا بَعْضٌ مِّنَ الْفَضَائِلِ وَ تَعَلَّمُوْا مِنَ الْعُلَمَاءِ الْمَسَائِلَ، اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ

الرَّجِیْمِ ، لَنْ یَّنَالَ اللّٰهُ لُحُوْمُهَا وَ لَا دِمَاءُ هَا وَلٰكِنْ یَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ ؕ كَذَالِكَ سَخَّرَهَا لَكُمْ لِتُكَبِّرُوْا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰكُمْ ؕ وَ بَشِّرِ الْمُحْسِنِیْنَ ☆

خُطْبَۃُ اسْتِسْقَاء

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ قَالَ فِیْ كِتَابِهٖ وَ هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ الرِّیَاحَ بُشْرًا ، بَیْنَ یَدَیْ رَحْمَتِهٖ وَ اَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً طَهُوْرًا ، لِنُحْیِیَ بِهٖ بَلْدَةً مَّیْتًا وَّ نُسْقِیَهٗ مِمَّا خَلَقْنَا اَنْعَامًا وَ اَنَاسِیَّ كَثِیْرًا ، وَ نَشْهَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهُ الَّذِیْ كَانَ یُسْتَسْقَى الْغَمَامُ بِوَجْهِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ عَلٰى اٰلِهٖ وَ اَصْحَابِهِ الَّذِیْنَ وَصَلُوْا مِنَ الدِّیْنِ اِلٰى كُنْهِهٖ وَ سَلَّمَ تَسْلِیْمًا كَثِیْراً ، اَمَّا بَعْدُ فَیَا اَیُّهَا الْمُسْلِمُوْنَ اِنَّكُمْ شَكَوْتُمْ جَدْبَ دِیَارِكُمْ وَ اسْتِیْخَارِ الْمَطَرِ عَنْ اِبَّانِ زَمَانِهٖ عَنْكُمْ وَ قَدْ اَمَرَكُمُ اللّٰهُ اَنْ تَدْعُوْهُ وَ وَعَدَكُمْ اَنْ یَّسْتَجِبَ لَكُمْ ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ، اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ، مٰلِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ یَفْعَلُ مَا یُرِیْدُ ، اَللّٰهُمَّ اَنْتَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ الْغَنِیُّ وَ نَحْنُ الْفُقَرَاءُ ، اَنْزِلْ عَلَیْنَا الْغَیْثَ وَ

اجْعَلْ مَا اَنْزَلْتَ لَنَا قُوَّةً وَ بَلَاغاً اِلٰى حِيْنٍ ، اَللّٰهُمَّ اسْقِنَا غَيْثاً مُّغِيْثاً مُّرِيْئاً مُّرِيْعاً نَّافِعاً غَيْرَ ضَارٍّ عَاجِلًا غَيْرَ اٰجِلٍ ، اَللّٰهُمَّ اسْقِ عِبَادَکَ وَ بَهِيْمَتَکَ وَ انْشُرْ رَحْمَتَکَ وَ اَحْيِ بَلَدَکَ الْمَيِّتَ ، اَللّٰهُمَّ اسْقِنَا غَيْثاً مُّغِيْثاً مُّرِيْعاً غَدَقاً مُجَلْجَلاً عَامًّا طَبَقاً سَحًّا دَآئِماً ، اَللّٰهُمَّ اسْقِنَا الْغَيْثَ وَ لَا تَجْعَلْنَا مِنَ الْقَانِطِيْنَ ، اَللّٰهُمَّ اِنَّ بِالْعِبَادِ وَ الْبِلَادِ وَ الْبَهَائِمِ وَ الْخَلْقِ مِنَ اللَّاْوَآءِ وَ الْجُهْدِ وَ الضَّنْکِ مَالَا نَشْکُوْهُ اِلَّا اِلَيْکَ ، اَللّٰهُمَّ اَنْبِتْ لَنَا الزَّرْعَ وَ اَدِرَّ لَنَا الضَّرْعَ وَ اسْقِنَا مِنْ بَرَکَاتِ الْاَرْضِ ، اَللّٰهُمَّ ارْفَعْ عَنَّا الْجُهْدَ وَ الْجُوْعَ وَ الْعُرٰى وَ اکْشِفْ عَنَّا مِنَ الْبَلَآءِ مَا لَا يَکْشِفُهُ غَيْرُکَ ، اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْتَغْفِرُکَ اِنَّکَ کُنْتَ غَفَّاراً ، فَارْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْنَا مِدْرَاراً فَجَعَلَ الْاَيْمَنَ عَلَى الْاَيْسَرِ وَ الْاَيْسَرَ عَلَى الْاَيْمَنِ وَ ظَهْرَ الرِّدَآءِ لِبَطْنِهٖ وَ بَطْنَهٗ لِظَهْرِهٖ ، وَ اَخَذَ فِى الدُّعَآءِ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ وَ النَّاسِ کَذٰلِکَ ، اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ هُوَ الَّذِىْ يُنَزِّلُ الْغَيْثَ مِنْۢ بَعْدِ مَا قَنَطُوْا وَ يَنْشُرُ رَحْمَتَهٗ وَ هُوَ الْوَلِىُّ الْحَمِيْدُ ☆

خُطْبَۂ نِکاح

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَ نَسْتَعِيْنُهٗ وَ نَسْتَغْفِرُهٗ وَ نُوْمِنُ بِهٖ وَ نَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَ مِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَ مَنْ يُّضْلِلْ فَلَا هَادِىَ لَهٗ وَ نَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ نَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اتَّقُوْا اللّٰهَ حَقَّ تُقَاتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُسْلِمُوْنَ ، يٰاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالاً كَثِيْراً وَ نِسَاءً وَّ اتَّقُوْا اللّٰهَ الَّذِىْ تَسَاۗءَلُوْنَ بِهٖ وَ الْاَرْحَامَ ، اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا ، يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اتَّقُوْا اللّٰهَ وَ قُوْلُوْا قَوْلاً سَدِيْدًا يُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَ يَغْفِرْلَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ، وَ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزاً عَظِيْمًا ☆

وَقَالَ النَّبِىُّ صلى الله عليه وسلم اَلنِّكَاحُ مِنْ سُنَّتِىْ وَقَالَ النَّبِىُّ صلى الله عليه وسلم فَمَنْ رَّغِبَ عَنْ سُنَّتِىْ فَلَيْسَ مِنِّىْ ، صَدَقَ اللّٰهُ مَوْلَانَا الْعَظِيْمُ وَ صَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِىُّ الْكَرِيْمُ وَنَحْنُ عَلٰى ذَالِكَ مِنَ الشَّاهِدِيْنَ وَ الشَّاكِرِيْنَ وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ☆

دوسرا خطبہ

(ہر خطبہ کیلئے)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَ نَسْتَعِیْنُہٗ وَ نَسْتَغْفِرُہٗ وَ نُؤمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ ، وَ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَ مِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَ مَنْ یُّضْلِلْ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَ نَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَ نَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ ، اَرْسَلَہٗ بِالْحَقِّ بَشِیْرًاوَّ نَذِیْراً بَیْنَ یَدَیِ السَّاعَۃِ مَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَ رَسُوْلَہٗ فَقَدْ رَشَدَ وَمَنْ یَّعْصِھِمَا فَاِنَّہٗ لَایَضُرُّ اِلَّا نَفْسَہٗ وَ لَایَضُرُّ اللّٰہَ شَیْئًا ، اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ، اِنَّ اللّٰہَ وَ مَلٰئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا ، اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ عَبْدِکَ وَ رَسُوْلِکَ وَصَلِّ عَلَی الْمُؤمِنِیْنَ وَ الْمُؤْمِنَاتِ وَ الْمُسْلِمِیْنَ وَ الْمُسْلِمَاتِ وَ بَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّاَزْوَاجِہٖ وَ ذُرِّیَّاتِہٖ قَالَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم اَرْحَمُ اُمَّتِیْ بِاُمَّتِیْ اَبُوْ بَکْرٍ وَ اَشَدُّھُمْ فِیْ اَمْرِ اللّٰہِ عُمَرَ وَ اَصْدَقُھُمْ حَیَاءً عُثْمَانَ وَ اَقْضَاھُمْ عَلِیٌّ وَ فَاطِمَۃُ سَیِّدَۃُ نِسَاءِ اَھْلِ الْجَنَّۃِ وَ الْحَسَنُ وَ الْحُسَیْنُ سَیِّدَا شَبَابِ اَھْلِ الْجَنَّۃِ ، وَ حَمْزَۃُ اَسَدُ اللّٰہِ وَ اَسَدُ رَسُوْلِہٖ ، اَللّٰھُمَّ

اغْفِرْ لِلْعَبَّاسِ وَ وَلَدِهٖ مَغْفِرَةً ظَاهِرَةً وَّ بَاطِنَةً لَّاتُغَادِرُ ذَنْبًا اَللّٰهَ ،اَللّٰهَ فِیْٓ اَصْحَابِیْ لَاتَتَّخِذُوْهُمْ مِنْ بَعْدِیْ غَرَضًا ، فَمَنْ اَحَبَّهُمْ فَبِحُبِّیْٓ اَحَبَّهُمْ وَ مَنْ اَبْغَضَهُمْ فَبِبُغْضِیْٓ اَبْغَضَهُمْ وَ خَيْرُ اُمَّتِیْ قَرْنِیْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ وَ السُّلْطَانُ (اَلْمُسْلِمُ) ظِلُّ اللّٰهِ فِی الْاَرْضِ مَنْ اَهَانَ سُلْطَانَ اللّٰهِ فِی الْاَرْضِ اَهَانَهُ اللّٰهُ .

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ بِالْعَدْلِ وَ الْاِحْسَانِ وَ اِيْتَآءِ ذِی الْقُرْبٰى وَ يَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْكَرِ وَ الْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ، فَاذْكُرُوْا اللّٰهَ يَذْكُرْكُمْ وَ لَذِكْرُ اللّٰهِ تَعَالٰى اَعْلٰى وَ اَوْلٰى وَ اَعَزُّ وَ اَجَلُّ وَ اَتَمُّ وَ اَهَمُّ وَ اَكْبَرُ ☆

دُعاءِ عقِيقَه

اَللّٰهُمَّ هٰذِهٖ عَقِيْقَةُ فُلَانٍ (اس جگہ بچہ کا نام لیں) دَمُهَا بِدَمِهٖ وَ لَحْمُهَا بِلَحْمِهٖ وَ عَظْمُهَا بِعَظْمِهٖ وَ جِلْدُهَا بِجِلْدِهٖ وَ شَعْرُهَا بِشَعْرِهٖ (اور اگر لڑکی ہے تو بِدَمِهَا ، بِلَحْمِهَا ، بِعَظْمِهَا ، بِجِلْدِهَا بِشَعْرِهَا کہے) اِنِّیْ وَ جَّهْتُ وَ جْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ حَنِيْفًا وَّ مَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ، اِنَّ صَلَاتِیْ وَ نُسُكِیْ وَ مَحْيَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ، لَاشَرِيْکَ لَهٗ

بِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَ اَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ ، اَللّٰھُمَّ مِنْکَ وَ لَکَ

پھر بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہہ کرعقیقہ کا جانور ذبح کرے۔

اظہار تشکر

پڑھانے والے اساتذہ اور پڑھنے والے طلبہ و طالبات کی طرف سے مسلسل اصرار تھا کہ اس کتاب کو اغلاط کی تصحیح اور عبارت کی خامیاں دور کر کے شائع کی جائے۔ تا کہ پڑھنے، پڑھانے میں سہولت ہو۔ الحمدللہ اپنے کرم فرماؤں کی دعاؤں سے یہ کام احسن طریقہ سے ہوگیا ہے۔ اغلاط کی تصحیح اور عبارت کی خامیاں امکانی حد تک دور کرنے کی کوشش کی گئی اور بعض مسائل کی ادھوری عبارت کو بین القوسین مع حوالہ مکمل کردی گئی۔ اور بعض مسائل کا حکم اُس زمانہ کے لحاظ سے درست تھا لیکن اب اھل فتاوٰی کا یہ موقف نہ رہا اسکی طرف بھی نشاندہی کی گئی اور ساتھ ساتھ واحدی کتب خانہ نے اپنے شعبۂ کمپیوٹر سے اعلٰی خط کے ساتھ کتابت کا اور عربی عبارات میں اعراب (زیر، زبر) لگانے کا اور معیاری طباعت کا اھتمام کیا ہے۔ اللہ تعالٰی سے استدعا ہے کہ ہمارے اکابر کی کاوشوں کو مزید بہتر انداز میں پیش کرنے کی توفیق عطا فرمائیں اور ان کے فیوض کو آگے پہچانے کیلئے ہمیں ذریعہ کے طور استعمال فرمادیں۔ امین ثم امین۔ راقم الحروف۔ عبدالواحد۔ ۱۴ شوال ۲۵ ھ

ت م ت

ب ا ل خ ی ر